Title - SUKHNOORAAN BULAND FIKAR.

Creator - Mohd. Munawwar Bahadur Gauhar.

Publisher - Oriental Research Institute (Madras).

Date - 1937.

Pages - 226

Subject - Farsi Adab - Tazkira Shora; Tazkira Shora - Farsi

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمۃً وَاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحراً

سخنوران بلند فکر

۱۳۵۲ھ

مؤلفہ

جناب مولوی محمد منوّر صاحب بہادر گوہر

(امیر الشعراء نجم الفضلاء)

سابق جونیر ریڈر اور نیٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مدراس یونیورسٹی

MADRAS

PRINTED AT THE G. S. PRESS

1937

إن من الشعر لحكمة و إن من البيان لسحرا

سخنوران بلند فکر

مؤلفهٔ

جناب مولوی محمد منوّر صاحب بهادر گوهر

سابق جونیر ریڈر اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مدراس یونیورسٹی

MADRAS:

PRINTED AT THE DIOCESAN PRESS

1936

فہرست مضامین

فہرست مضامین

دیباچه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدِ داور گوهرِ کانِ سخن * نعتِ سرور جوهرِ جانِ سخن
فضلِ یزداں نے ہدایت دي مجھے * حمد سبحاں نے سعادت دي مجھے
نعت نے بخشا شرف برتر کیا * قطرۂ ناچیز کو گوهر کیا
یہ دعا هے اے ودودِ بے مثال * بھیج روز و شب درودِ بے مثال
احمدِ مُرسل شہِ معراج پر * آل پر اصحاب پر ازواج پر
انبیا پر اولیا پر هو سلام * اتقیا پر اصفیا پر هو سلام
میرے پیرانِ طریقت پر بھي هو * مُرشد ان پاک طینت پر بھي هو
نکتہ سنجانِ سخن سے عرض هے * صاحبانِ علم و فن سے عرض هے
یہ هے گلدستہ سخن کے باغ کا * یہ هے گلدستہ دکن کے باغ کا
هے دکن کے شاعروں کا تذکرہ * هے سخن کے ماہروں کا تذکرہ
رو نما ہیں واقعاتِ شاعراں * دل کُشا ہیں سانحاتِ شاعراں
یہ سفینہ گلشنِ بیخار هے * یہ خزینہ مخزنِ اشعار هے
خیر ہو اے کردگار اِس باغ کي * روز افزوں هو بہار اِس باغ کي
اِس کو بھي ہر دلعزیزي هو نصیب * اِس کي شہرت میں ترقي هو نصیب
چمکے ہر لفظ اس کا اختر کي طرح * آبرو بھي پاے گوهر کي طرح
کام میرا التجا دن رات هے * نام تیرا قاضي الحاجات هے

تجھ سے گوهر کي دعا هے روز و شب
یہ وظیفہ اي خُدا هے روز و شب

اما بعد ۔ سنہ ۱۹۲۷ ع میں صوبۂ مدراس میں محکمۂ تفحیص السنۂ مشرقیہ (اوراینٹل ري سرچ انسٹي ٹیوٹ) قائم هوا ۔ اوٗر میرا تقرر بہ عہدۂ جونیر ریڈر عمل میں آیا ۔ علاوہ اوٗر فرائض مفوضہ کے میں نے یہ تذکرہ فارسي اوٗر اردو کے اُن شعرا کا تالیف کیا جس کو

مدراس یونیورسٹی کی طرف سے شائع کیا جاتا ھے - اُمید ھے کہ اِس کو بنظرِ قدردانی ملاحظہ فرمایا جائیگا اور میری محنت کی داد دیجائیگی *

اس تذکرے میں سنہ ۷۷۰ ھجری سے سنہ ۱۲۷۰ ھجری تک جو شعرا گزرے ہیں، اُن کا حال مئیں نے بڑی تحقیق سے درج کیا ھے - اِس میں اُن ۱۴۷ شعرا کا حال درج ھے جو جنوبی ہند اور دکن میں پیدا ھوے یا دوسرے شہروں سے جنوبی ہند میں پہنچے تھے -

اس کتاب میں تین باب اور ایک ضمیمہ ھے اور ہر باب کی کئی کئی فصلیں ہیں، جو ذیل کی تفصیل سے معلوم ھوگا -

پہلا باب ـ فارسی گو شعرا کا حال - اس میں آٹھ فصلیں ہیں -

فصلِ اول - وہ فارسی گو شعرائے ایران جو شمالی ہند سے دکن میں آئے -

فصلِ دوم - وہ فارسی گو شعرائے ہندوستان جو شمالی ہند سے دکن میں آئے -

فصلِ سوم - وہ فارسی گو شعرا جو دکن ہی میں پیدا ھوے -

فصلِ چہارم - وہ فارسی گو شعرائے ایران جو دوسرے شہروں سے مدراس میں آئے -

فصلِ پنجم - وہ فارسی گو شعرائے ہندوستان جو دوسرے شہروں سے کرناٹک آئے -

فصلِ ششم - وہ فارسی گو شعرائے ہندوستان جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے -

فصلِ ہفتم ـ وہ فارسی کو شعرا جو کرناٹک میں پیدا ھوے *

فصلِ ہشتم - وہ فارسی گو شعرا جو مدراس میں پیدا ھوے *

دوسرا باب ـ دکنی شعرا کا حال - اس میں تین فصلیں ہیں *

فصلِ اول - وہ شعرا جن کی ولادت - نشو و نما اور ترقی دکن

فصلِ دوم - وہ شعراء جو مختلف بیرون دکن شہروں سے دکن آئے اور یہیں توطّن اختیار کیا -

فصلِ سوم - وہ دکني شعرا جو مدراس ہي میں پیدا ہوے *

تیسرا باب - اُن فارسي گو ایراني شعرا کا حال جو شمالي ہند سے دکن آئے اور چند روز مقیم رهکر واپس چلے گئے *

اِس تذکرے میں شعراء کے ناموں کو بہ ترتیبِ تہجي نہیں لکھا گیا ھے - بلکہ تقدّم زماني کا خیال رکھا گیا ھے - البتہ تذکرۂ گلزار اعظم (مولفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم ' نواب کرناٹک) سے جو شعرا منتخب کئے گئے ہیں اُن میں حروف تہجي کي ترتیب ھے - اُن میں سے اکثر شعرا وہ ہیں جو گلزار اعظم کي تالیف ' یعني سنہ ۱۲۶۹ هجري تک بقید حیات تھے *

اِس کتاب کے دوران تالیف میں ذیل کي کتابیں میرے مطالعے میں تھیں اور اُن سے مئیں نے مدد لي ھے :—

(۱) تاریخ فرشتہ ' مصنفۂ محمد قاسم فرشتہ -

(۲) کلمات الشعراء مصنفۂ محمد افضل سرخوش -

(۳) خزانۂ عامرہ ' مصنفۂ میر غلام علي آزاد بلگرامي -

(۴) گلشن بیخار ' مصنفۂ نواب مُصطفيٰ خاں شیفتہ -

(۵) صبح وطن اعظم ' مصنفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک -

(۶) نتائج الافکار مصنفۂ محمد قدرت اللہ خاں قدرت -

(۷) گلزار اعظم ' مصنفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک -

(۸) تاریخ عزیز دکن ' مصنفۂ مولوي عبد العزیز صاحب فرزند مولوي مہدي صاحب واصف -

(۹) دیوان ممتاز ' مصنفۂ نواب عمدة الامراء بہادر ممتاز فرمانروائے کرناٹک -

(۱۰) مثنوي رشکِ قمر ' مصنفۂ نادر (نام نامعلوم) -

(۱۱) محبوب الزمن ' مصنفۂ مولوي ابو تراب محمد عبد الجبار خاں صاحب -

(۱۲) آبِ حیات، مصنفۂ مولوی محمد حسین صاحب آزاد۔
(۱۳) مضامین شرر، از مولوی عبد الحلیم صاحب شرر۔
(۱۴) تاریخ ادبِ اُردو، مصنفۂ رام بابو صاحب سکسینہ، مترجمۂ مرزا محمد عسکری صاحب۔

جہاں میری یہ دعا ہے کہ رب الارباب اس تذکرے کو قبولیت دوام عطا فرمائے، وہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں (اوٗر ناظرین سے بھی استدعا کرتا ہوں کہ وہ بھی میرا ساتھ دیں) کہ جن حضرات شعرا کا اس تذکرے میں ذکر ہے اُن سب کو ارحم الراحمین مغفرت نصیب کرے، کیونکہ وہی فارسی اوٗر اُردو زبان کے اصلی محسن ہیں۔

آخر میں بہ ادب یہ گزارش ہے کہ میں نے حتی المقدور اپنی طرف سے، اِنتخاب وتحقیق حالات شعرا میں کوئی کمی نہیں کی۔ ممکن بلکہ یقین ہے کہ ابھی یہ تذکرہ بہت ہی نا مکمّل ہو اوٗر سیکڑوں مشاہیر میری نگاہ سے چھوٹ گئے ہوں، یا میں نے اپنی کمی قابلیت سے قصداً چھوڑ دئے ہوں۔ اگر ناظرین کرام بجائے زبان طعن دراز کرنے کے مجھے میرے سقموں پر متنبّہ فرماکر اس تذکرے کی تکمیل میں مدد فرمائینگے تو میں بے حد ممنون ہونگا اوٗر آیندہ ایڈیشن میں یہ مکمل ہوسکیگا۔

آخر یہ مشترکہ جائداد ہے اوٗر جنوبی ہند کے باشندے کا یہ فرض ہے کہ وہ اِس کی صلاح و فلاح میں جان توڑ کوشش فرمائیں۔

جیسا کہ میں ابھی عرض کر آیا ہوں مجھے اپنی کمی استعداد کا اعتراف ہے۔ وہ کونسا انسان ہے جو اپنے آپ کو "انسان کامل" کہہ سکے۔ محال ہے کہ نا مکمل کا کوئی کام بھی مکمل کہا جا سکے۔ وَصَلّی اللہ تعالیٰ علیٰ افضل الانبیاء واشرفِ اولادِ آدم محمد مصطفی الذی ہو انسان الکامل و لاریب فیہ۔

خاکسار محمد منوّر گوہر (مخاطب بہ امیر الشعرا و نجم الفضلا)
ذاکر خاندان نوابان کرناٹک و منصبدار ہز اگزالٹڈ ہائنس اعلیٰ حضرت
(حضور نظام دکن خلد اللہ تعالیٰ ملکہ)
جام بازار۔ مدراس

پہلا باب

فارسي گو شعرا کا حال

فصلِ اوّل

وہ فارسي گو شعرائے ایران جو شمالي ہند سے دکن میں آئے

آذري

آذري تخلص - سیّد حمزہ نام - شیخ نورالدین لقب - فرزند خواجہ علي ملک سربداریہ - وطن اسفراین (علاقۂ خراسان) سال ولادت سنہ ۷۸۴ ھجري - ماہِ آذر میں پیدا ہوے اسلئے آذري تخلص اختیار کیا -

بہت بڑے پائے کے شاعر اوّر نہایت ذہین شخص تھے - عنوانِ جواني ہي میں سلطان شاہ رخ مرزا کي سرکار میں بڑا رسوخ حاصل کیا اوّر بڑي عزت پائي ' یہاں تک کہ خطابِ ملک الشعرائي سے سرفراز ہوے - پھر گوشہ نشیني اختیار کي اوّر حضرت محي الدین طوسي کي خدمت میں رھکر ریاضتیں کیں - ان کے انتقال کے بعد سیّد نعمت اللہ سے مستفیض ہوے - خرقۂ خلافت آپ ہي سے پایا - متوسّط عمر میں زیارتِ حرمین شریفین سے مشرّف ھوکر ہندوستان پہنچے اوّر سلطان احمد شاہ بہمني اوّل فرماں روائے گلبرگہ کي سلکِ ملازمت میں داخل ھوے اوّر بادشاہ کي تعریف میں کئي پُر زور قصیدے لکھے - بادشاہ نے بھي ان کي بڑي قدر داني کي اوّر یہاں سے بھي ملکُ الشعراء کا خطاب پایا - بارھا بیش بہا انعامات سرکارِ شاہي سے عطا ھوے -

ایک دفعہ بادشاہ سے وطن جانے کي اجازت چاہي مگر نہ ملي ' ناچار خاموش ھو رھے اوّر کسي ذریعے کي فکر میں لگے - ان دنوں گلبرگہ

میں دارالامارۂ شاہي زیرِ تعمیر تھا ۔ جب تعمیر ختم هوي تو آپ نے یه دو شعر پتھر پر کھدواکر دار الامارہ کے دروازے پر نصب کرادئے :—

حبّذا قصرِ مشیّد که ز فرطِ عظمت
آسماں سُدّۂ از پایۂ ایں درگاہ است *
آسماں هم نتواں گفت که ترکِ ادب است
قصرِ سلطانِ جہاں احمدِ بہمن شاہ است *

ایک روز اتفاق سے بادشاہ کي نظر اِن اشعار پر پڑي تو پڑھکر پھڑک گیا ۔ شہزادۂ علاء الدین ساتھ تھے ۔ پوچھا که کِس کا کلام هے ؟ اِنھوں نے آذري کا نام لیا ۔ چونکه موقع اچھا تھا' ساتھ هي عرض کیا که " آذري اپنے وطن کي جدائي میں سخت بے تاب هیں اوٗر اجازت کے خواستگار ۔ وہ کہتے هیں که اگر مجھے وطن جانے کي اجازت مل جائے تو جو حج میں نے کیا هے اُس کا آدھا ثواب نذرِ حضور کرونگا " ۔ بادشاہ یه سنکر هنس پڑے اوٗر فوراً اجازت عطا فرمائي اوٗر ساتھ هي خلعتِ خاص' پانچ هندي غلام اوٗر چالیس هزار تنگه نقرہ (ایک تنگه = ایک تولہ) عنایت هوے ۔ شیخ بہت شکر گزار هوے اوٗر عرض کیا که " لا یحمل عطایاکم الا مطایاکم " بادشاہ نے اوٗر بیس هزار تنگے سفر کے خرچ کے لئے دئے ۔ چلتے هوے آذري نے بادشاہ سے وعدہ کیا که تازیست " بہمن نامہ " کي تصنیف میں مصروف رهونگا' جس کا آغاز هو چکا تھا ۔ چنانچه مدت العمر اِس وعدے کا ایفا کرتے رهے اوٗر ایک سال میں جتنا حصّه نظم کرلیتے' وطن سے بادشاہ کي خدمت میں بھیج دیتے تھے ۔ سلطان همایوں شاہ بہمني تک پہنچنے پائے دے که پیغام اجل آ پہنچا ۔ باقي حصّے کو ملا نظیري ملا سامعي اوٗر دیگر شعرا نے پورا کیا ۔

شیخ یه انعامات لیکر وطن پہنچے ۔ بقیه عمر عبادتِ الٰهي میں گزاردي ۔ مزید براں دستِ سخاوت و خیرات وسیع کیا ۔ چنانچه ایک مہمانسراي بنواکر اِس کو وقف کردیا ۔ ایسي سخاوتیں ظاهر هے

کہ اتنے خطیر مال کو کفایت نہیں کرسکتیں - سلطان احمد شاہ انتقال کر چکے تھے - مجبوراً سلطان علاء الدین شاہ بہمنی ثانی (سنہ ۸۳۱ ھجری تا سنہ ۸۶۱ ھجری) کو ایک عریضہ لکھا - بادشاہ نے اِس کا جواب دستِ خاص سے لکھکر شیخ کا اعزاز بڑھایا اور اُس کو عطایاے کثیر کے ساتھہ شیخ کے پاس بھیجا -

آخر سنہ ۸۶۶ ھجری میں بیاسی سال کی عمر پاکر واصل بحق ہوے -

آذری نے ایک مبسوط دیوان مشتمل بر قصائد و غزلیات و قطعات وغیرہ یادگار چھوڑا ھے - من اشعارہ :—

بہ مجلسے کہ درو گنجِ کبریا بخشند
هزار افسرِ شاہی بیک گدا بخشند *
دلا بمی کدہ ها روز و شب گدائی کن
بود کہ دُرد کشاں جرعۂ بما بخشند *
شدیم پیر بہ عصیان و چشمِ آں داریم
کہ جُرمِ ما بہ جوانانِ پارسا بخشند *
غلامِ همّتِ آں عارفانِ با کرمم
کہ یک صواب بہ بینند و صد خطا بخشند *
بہ کوی میکدہ از مفلسی چہ غم دارم
کہ ساقیاں همہ جام جہاں نما بخشند *
بہ نیم ساعتِ هجر آذری نمی ارزد
ہزار سال گرش در جہاں بقا بخشند *

تاریخِ انتقالِ آذری :—

چراغِ دل بہ مصباحِ حیاتش
بہ انواعِ حقائق داشت پرتو *
چو او مانند خسرو بود در شعر
از اں تاریخِ فوتش گشت خسرو *
سنہ ۸۶۶ ہجری

خواجه محمود گاوان

تخلص معلوم نہیں - عماد الدین نام - خواجه لقب - وطن قاوان - سال ولادت کا پته نہیں چلا - خواجه محمود گیلان کے ایک قریۂ قاوان میں پیدا ہوے - اسی مناسبت سے محمود گاواں کے نام سے مشہور ہو گئے -

خواجه بہت بڑے فاضلِ عصر تھے - علوم عقلي و نقلي خصوصاً ریاضي اور طب میں خاص مہارت رکھتے تھے - نثر و نظم و انشا میں تو ممتاز الافاضل تھے - علم دوست ' قبیله پرور ' فیاض ' قدردانِ علم و هنر ' رحم دل ' خوش خلق ' متواضع ' منکسر المزاج اور عابد و زاہد تھے - فیاضي کا یه عالم تھا که ہمیشه اپنے ہم عصر فضلا کو خراسان اور عراق تک تحفے بھیجا کرتے تھے -

خواجه محمود کا خاندان ہمیشه سے معزز و محترم رہا ہے - آپ کے اجداد شاہانِ گیلان کے وزیروں میں سے تھے - شده شده اِن میں سے ایک سریرآرائے سلطنت رشت ہوا اور اُس کا خطبه منبروں پر پڑھا گیا - یه سلسلۂ تاجداري شاه طہماسپ صفوي داراي ایران کے زمانے تک خواجه کے خاندان میں رہا - ہوش سنبھالنے اور علم و کمال حاصل کرنے کے بعد لوگ اُن کے ایسے محسود ہوے که مجبوراً اپني والده کے ایما پر وطن چھوڑنا پڑا - آپ کي والده بھي مشایخ دین کے خاندان کي ایک فرد تھیں - عراق و خراسان کے بعض بادشاہوں نے آپ کو اپنا وزیر بنانا چاہا مگر آپ نے قبول نه کیا اور تجارت کو اختیار فرمایا - اسي تقریب سے اکثر دیار و امصار کو دیکھا اور ہر جگه کے علماء اور مشایخ کي صحبتوں سے مستفیض ہوے -

تینتالیس برس کي عمر تھي که آپ ایک تاجر کي حیثیت سے دکن پہنچے - شاه محب الله قدس سره اور دیگر مشایخ کا شہره سنکر اُن کي ملاقات کے لئے احمد آباد بیدر گئے - اِس اثنا میں خواجه کے علم و فضل اور اخلاق کا دکن میں شہره ہوچکا تھا - بیدر سے واپس

آنا چاہا تو سلطان علاء الدین بہمنی ثانی (سنہ ۸۳۸ ہجری تا سنہ ۸۶۳ ہجری) نے آپ کو روک لیا اور اپنے امرا میں داخل کرلیا۔

ہمایوں شاہ (ظالم) بہمنی (سنہ ۸۶۳ تا سنہ ۸۶۵ ہجری) کے عہد میں ملک التجار کا خطاب پایا، وزیر اور جملۃ الملک کے منصب پر سرفراز ہوئے اور بڑی شایستہ خدمتیں انجام دیں۔ سلطان محمد شاہ بہمنی ثانی (سنہ ۸۶۷ تا سنہ ۸۸۷ ہجری) کے عہد میں خواجۂ جہاں کا خطاب اور منصب امیر الامرائی پایا۔ بادشاہ نے خلعت خاص عطا فرمایا اور یہ حکم دیا کہ خواجہ کے نام کے ساتھ یہ الفاظ لکھے جایا کریں:—

"مجلس کریم، سیّد عظیم، ہمایوں اعظم، صاحب السیف والقلم، مخدومِ جہانیاں، معتمدِ درگاہِ شاہاں۔ آصفِ جم نشاں۔ امیر الامرائے ملک۔ نائب الملک۔ ملک التجّار۔ محمود گاواں المخاطب بہ خواجۂ جہاں"۔

خواجہ خلعت وخطاب سے سرفراز ہونے کے بعد فوراً اپنے خزانے کے حجرے میں گئے، شاہی خلعت اُتار کر فقیرانہ لباس پہنا اور بہت روئے۔ حجرے سے نکلے تو تمام نقد و جنس و جواہر اور دیگر سامان جو بذریعۂ تجارت و امارت جمع کیا تھا، احمد آباد بیدر کے علما و فضلا اور سادات میں تقسیم کردیا۔ کتابیں اور ہاتھی گھوڑے رکھ لئے اور کہا کہ کتابیں طلبا کا حق ہے اور ہاتھی گھوڑے بادشاہ کی ملک ہیں۔ یہ چند روز کے لئے میرے پاس امانت ہیں۔

خواجہ اور ملا جامی میں خط وکتابت رہا کرتی تھی۔ ملا صاحب نے خواجہ کی مدح میں دو قصیدے لکھے ہیں۔ جن کے دو دو شعر ہم یہاں درج کرتے ہیں:—

پہلا قصیدہ:— مرحبا ای قاصدِ ملکِ معانی مرحبا

الصّلا کزجان و دل بذل تو کردم الصّلا *

ہم جہانرا خواجہ و ہم فقر را دیباچہ اوست

آیتِ الفقر لاکن تحت استار الغنا *

دوسرا قصیدہ :— جامي اشعار دلاويز تو جنسے است لطيف

پودش از حسن بود لطف معاني تارش *

همرهٔ قافلهٔ هند رواں کن که رسد

شرف و عِزّ قبول از ملک التجارش *

خواجه نے سنه ۸۷۶ ھ میں ایک عالي شان مدرسه اور مسجد احمد آباد بیدر میں بنوائي - سامعي نے مدرسے کي حسب ذیل تاریخ کہي :—

این مدرسهٔ رفیع و محمود بنا

چوں کعبه شد است قبلهٔ اہل صفا *

آثار قبول بیں که شد تاریخش

از آیتِ ربّنا تقبّل منا *

سنه ۸۷۶ ہجري

خواجه نے سلطان محمد بہمني کي مدح میں ایک قصیده کہا ھے جس کے دو شعر یه ہیں :—

شد شکل ضرب تیغت بردوش جاں حمائل

ہیکل ز حرزِ سیفي انگه ہراس اي دل *

تیغِ تو آبِ حیواں مردم ز حسرتِ آں

آرے به عہدِ من شد آب حیاتِ قاتل *

خواجه کي موت کا واقعه نہایت درد ناک ھے - آپ کي روز افزوں ترقي کو دیکھکر اکثر اقران و امثال آپ کے بے سبب دشمن ہوگئے تھے - ظریف الملک دکني ' مفتاح حبشي اور ملک حسن نظام الملک نے آپ کے قتل کي سازش کي اور اُس حبشي غلام کو جس کے پاس خواجه کي مُہر رہتي تھي اپنے ساتھ ملالیا - ایک روز اُس کو خوب شراب پلائي اور جب وہ بیہوش ہوگیا تو ایک سفید کاغذ اُس کو دیکر خواجه کي مہر اُس پر کرالي - پھر اُس کاغذ پر خواجه کي طرف سے اُڑیسه کے رائے کے نام خط لکھا ' جس کا مضمون یه تھا که " بادشاہ کي شراب خواري اور ظلموں سے ہم تنگ آگئے ہیں - تمھاري قلیل توجّه سے

دکن فتح ہوسکتا ہے - تم فوج لیکر یہاں پہنچو - میں بھی تمھاری مدد کرونگا اور اکثر امرا سے مدد دلواؤنگا کیونکہ وہ میرے تابع فرماں ہیں - بادشاہ کو اِس کے کیفر کردار کو پہنچا کر ہم دونوں آپس میں علی السویّہ ملک کو تقسیم کرلینگے" - ظریف الملک دکنی اور مفتاح حبشی نے ملک حسن نظام الملک بحری کے سامنے یہ تحریر بادشاہ کو دکھائی - بادشاہ نے خواجہ کی مُہر پہچان کر فوراً خواجہ کو طلب کیا - خواجہ نے یہ شعر جو اُس زمانے میں وردِ زباں رہتا تھا پڑھا :

چوں شہیدِ عشق در دنیا و عقبیٰ سر خرو است
خوش دمے باشد کہ مارا کشتہ زیں میداں برند *

اور کہا کہ جو ڈاڑھی همایوں شاہ کی خدمت میں سفید ہوئی ہے اگر اُس کے بیٹے کے ہاتھ سے سرخ ہو تو سرخروئی کا باعث ہوگا - قسمت کا لکھا ٹل نہیں سکتا -

خواجہ جب بادشاہ کے سامنے آئے تو اُس نے پوچھا کہ " اگر کوئی شخص اپنے ولی نعمت سے نمک حرامی کرے اور اُس کا ثبوت بھی مل جائے تو اُس شخص کی کیا سزا ہے ؟" یہاں تو حساب پاک تھا - خواجہ نے بے ساختہ کہا کہ " جس بدبخت سے ایسی حرکت سرزد ہو اُس کی گردن ماردینی چاہئیے " بادشاہ نے وہ خط خواجہ کو دکھایا - خواجہ حیران رہ گئے اور قرآن مجید کے یہ الفاظ کہے کہ " سبحانک ہذا بہتان عظیم " پھر کہا کہ " مُہر تو بلاشبہ میری ہے مگر تحریر میری نہیں " - بادشاہ ایک تو شراب میں مست تھا دوسرے غصّے کا بھوت اُس پر سوار تھا ، بغیر مزید تحقیقات کے جوہر نامی حبشی کو خواجہ کی گردن مارنے کا حکم دیکر حرم سرا کی طرف چلا گیا - خواجہ نے بہ آواز بلند کہا کہ " مجھ جیسے بوڑھے کا قتل تو آسان ہے مگر میرا خون ناحق رنگ لائیگا اور تمھاری رسوائی اور خرابی کا باعث ہوگا " بادشاہ نے کوئی جواب نہیں دیا اور حرم سرا میں داخل ہوگیا - تاریخ شاہد ہے کہ وہی ہوا جو خواجہ نے کہا تھا - جوہر حبشی تلوار لئے ہوئے

موجود تھا - وہ آگے بڑھا تو خواجہ دو زانو ہوکر قبلہ رو ہو بیٹھے اور کلمۂ طیّبہ پڑھنے لگے - جب تلوار کی ضرب پڑی تو خواجہ نے کہا "الحمد للّٰہ علی الشہادۃ" اور جاں آفریں کو جان دیدی -

شہادت کے وقت خواجہ کا سن اٹھتر برس کا تھا - یہ واقعۂ ہائلہ ٥ صفر سنہ ٨٨٦ ہجری کو ہوا - ملا عبد الکریم ہمدانی صاحب محمود شاہی نے جو خواجہ کے شاگرد تھے، یہ قطعۂ تاریخ شہادت کہا :—

شہید بے گنہ مخدوم مطلق

کہ عالم را ز جودش بود رونق *

اگر خواہی تو تاریخ وفاتش

فرو خواں قصّۂ قتلِ بناحق *

سنہ ٨٨٦ ہجری

ایک اور تاریخ یہ ہے :—

سالِ فوتش گر کسے پرسد بگو

بے گنہ محمود گاواں شد شہید *

سنہ ٨٨٦ ہجری

یوسف

یوسف تخلص - یوسف عادل خاں نام - ابو ظفر لقب - فرزند سلطان مراد - وطن ملک روم - سالِ ولادت سنہ ٨٤١ ہجری -

سنہ ٨٥٤ ہجری میں ان کے والد نے رحلت کی اور اُن کے بڑے بھائی سلطان محمد سریر آرائے ملک روم ہوے تو ارکان دولت کی تحریک سے تمام خاندان کے افراد کے قتل کا حکم دیا جس میں یوسف بھی شامل تھے - سلطان محمد کی والدہ کو اپنے چھوٹے بیٹے یوسف بہت عزیز تھے - اُنھوں نے ان کی جان بچانے کی یہ تدبیر کی کہ خواجہ عماد الدین محمود گرجستانی، تاجر ساوہ سے ساز باز کرکے یوسف کو اُس کے غلاموں میں داخل کردیا اور اُس سے چند غلام خرید کر اُن میں سے ایک کو جو یوسف سے مشابہ تھا قتل کرا دیا - قدرتِ الٰہی کے

کھیل که ایک بے گناه تو قتل ہو گیا اور یوسف کو ایک سلطنت کا حکم راں بنانے کے لئے بچا لیا گیا ۔ خواجه عماد الدین یوسف کو اپنے قافلے میں لیکر بغداد شریف روانه ہوا ۔ وہاں سے اپنے وطن ساوہ میں پہنچا اور یوسف کی پرورش اپنے بیٹے کے ساتھ کرنے لگا اور اُس کی خوب تعلیم و تربیت کی ۔

رفته رفته یه راز طشت ازبام ہو گیا که یوسف زنده ہے ۔ اتفاقاً اِسی زمانے میں یوسف اور حاکم ساوہ کے متعلقین میں سے ایک سے کچھ جھگڑا ہو گیا ۔ یوسف کو اپنی جان کا خطرہ ہوا تو وہ ساوہ کو چھوڑکر سیر و سیاحت کے لئے نکل گئے ۔ کچھ دنوں کے بعد ساوہ واپس جانے کا قصد کیا ۔ ایک رات خواب میں حضرت خضر (علی نبینا و علیه السلام) نے اُن کو دولت و عظمت کی بشارت دی اور ہندوستان کی طرف جانے کی ہدایت کی ۔ اُس کے موافق وہ عازم ہند ہوے اور اپنے محسن خواجه عماد الدین کی معیّت میں احمد آباد بیدر پہنچے ۔

خواجه عماد الدین اور خواجه محمود گاواں ایک مدت کے دوست تھے ۔ یوسف کے اصرار پر خواجه محمود گاواں کی وساطت سے نظام شاہ بہمنی (سنه ۸۶۵ ہجری تا سنه ۸۶۷ ہجری) کے ہاتھ اِن کو فروخت کر دیا ۔ خواجه محمود گاواں نے اُن کے صفات سن کر اور صورت شکل دیکھکر اُن کو اپنا متبنّی بنا لیا اور خواجه کی توجه سے یوسف ایک قلیل عرصے میں ترقی کے بڑے مدارج طی کرکے چند ہی روز میں امراۓ ہزاری کے رتبے پر پہنچ گئے ۔

یوسف پر سلاطین بہمنیه کی فوج جان دیتی تھی اور اُنکے اخلاق نے اکثر مغل اور ترک امرا کو اُن کا گرویده کر رکھا تھا ۔ سلطان محمد شاہ بہمنی (سنه ۸۶۷ ہجری تا سنه ۸۸۷ ہجری) نے انتقال کیا تو سب نے بالاتفاق یوسف کو منصب شاہی کے لئے انتخاب کیا ۔ چنانچه انہیں کے سر پر تاج رکھا گیا اور وہ به خطاب عادل شاہ تخت دکن پر جلوه گر ہوے ۔ یہی خاندانِ عادل شاہی کے بانی ہوے ۔ اِنھوں نے سنه ۸۹۵ ھ میں بیجاپور کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور سنه ۹۱۶ ہجری تک حکمرانی

کرتے رھے - وہ اِس زمانۂ عروج میں بھی اپني غریبي نہیں بھولے اوٗر ساوہ میں بیس ہزار روپیہ بھیج کر ایک مسجد بنوائي جو "مسجدِ غریباں" کے نام سے مشہور ھوي - یوسف عادل شاہ نہایت حسین شخص تھا - بڑھاپے میں بھي اس کو دیکھنے کے لئے دور دور سے لوگ بیجاپور آیا کرتے تھے - بڑا عالم و فاضل اوٗر عالموں کا قدرداں تھا - علم عروض و قافیہ اوٗر موسیقي میں کمال حاصل تھا - خطّاط بھي بہت اچھا تھا - جوانمردي و عدل و انصاف میں دور و نزدیک مشہور تھا - خود سني المذھب تھا - مگر اتنا غیر متعصّب کہ مذھب شیعہ کو اپني سلطنت میں رواج دیا - شاعر تھا اوٗر شاعر نواز - اُس کے اشعار کا نمونہ یہ ھے :-

تا بارِ غم عشق کشد قافلۂ * دلہا شگفد ہر طرف از مرحلۂ
با آنکہ بجاں با تو نکردیم بخیلي * پیشِ دگراں بہرچہ کردي گلۂ
ما مسئلۂ فقہ ندانیم چہ یوسف * آساں شدہ از عشقِ بتاں مسئلۂ

گروارسي بہ دردِ دلِ ناتوانِ من
کے مي رسد بمرگ کساں رشک جانِ من *
با آنکہ صدر ہم بجفا آزمودۂ
تیغے کشیدۂ ز پئے امتحانِ من *
اي کل رسیدہ است بگوشِ تو قصہ ام
بلبل نخواند وقتِ سحر داستانِ من *
گویا کہ بلبلانِ چمن نقل کردہ اند
حرفے ز بے وفائي گل از زبانِ من *
یوسف بہ زاري دلِ من گوش کس نکرد
کو بخت آں کہ گوش کند داستانِ من *

اکیس برس تک بڑے اقبال و کامراني سے سلطنت کي - آخر سنہ ۹۱۶ ھجري میں پیغامِ اجل آ پہنچا - ۷۵ سال کي عمر میں داعي اجل کو لبّیک کہا - تاریخ وفات یہ ھے :-

بگفتا - نماندہ شہنشاہِ عادل
سنہ ۹۱۶ ھجري

شہیدي

شہیدي تخلص - مرزا شہید نام - سال ولادت کا پتہ نہ چلا - عالمِ متبحّر اوٗر شاعرِ گرامي پایہ تھے - کسي شاعر کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتے تھے - سلطان یعقوب فرماں روائے تبریز کے مقرّب اوٗر مصاحب تھے - بادشاہ کي طرف سے خطاب ملک الشعرائي سے سرفراز ہوے - معاصرین اِن کے جاہ و جلال کو دیکھکر حسد رکھتے تھے - مگر بادشاہ کي نظرِ لطف و کرم کي وجہ سے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے - جب اِن کے مربّي بادشاہ کا انتقال ہوگیا تو اُنھیں بھي تبریز کا قیام دشوار ہوگیا - مجبوراً سفر اختیار کیا - وطن سے نکلکر گجرات پہنچے - وہاں بھي دال گلتي نہ دیکھي تو سلطان اسمٰعیل عادل شاہ (سنہ ۹۱۶ تا سنہ ۹۴۱ ھ) کے عہدِ حکومت میں بیجاپور کا رخ کیا - چونکہ بادشاہ خود شاعر اوٗر اہلِ علم کا خواہاں تھا' اِس لئے یہ بادشاہ کے مقرّب ہوگئے اوٗر بڑي قدر ہوي -

قلعۂ احمد آباد بیدر فتح ہوا تو بادشاہ نے زر و جواہر سمیت تمام چیزیں جو کروروں روپئے کي مالیت کي تھیں مقربین دربار اوٗر مستحقّین کو تقسیم کردیں - شہیدي سے بھي کہا کہ "خزانے میں جاکر جس قدر مال اُٹھا سکتے ہو لے لو" انھوں نے عرض کیا کہ "جب میں گجرات سے یہاں آیا تو خوب قوي تھا' اب ضعیف ہوگیا ہوں طاقت برداشت زیادہ نہیں - کچھ روز مہلت ملي تو مجھ میں طاقت آجائیگي' جب حکم کي تعمیل کرونگا" - بادشاہ نے مسکراکر فرمایا :—

کہ آفت ہاست در تاخیر و طالب رازیاں دارد

اوٗر یہ اجازت دي کہ اچھا ایک مرتبہ نہیں دو دفعہ خزانے سے جتنا اُٹھا سکو اُٹھالو - شہیدي نے حکم کي تعمیل کي اوٗر دو دفعہ میں تقریباً پچیس ہزار ہون طلائي لے آئے - خازن نے بادشاہ کو اس کي اطلاع دي تو بادشاہ نے ہنسکر فرمایا کہ "شہیدي سچ کہتے تھے کہ اُن کي قوت بہت کم ہوگئي ہے"-

شہیدی نے ایک دیوان کئی ہزار شعر کا چھوڑا ہے ۔ نمونۂ کلام ذیل میں درج ہے :—

از سرِ کویت شہیدی را مراں ؛ خونش مریز
دوست را بگذار تا شرمندۂ دشمن شود *

چو ابر من بہوائے تو از جہاں رفتم
گلے نچیدم و گریاں ز گلستاں رفتم *

رقیب از آتشِ ہجرش من مہجور می سوزم
نمی سوزی تو از نزدیک و من از دور می سوزم *

بہ بے دردان نشینی کے فتد بر مانگہہ از دور
نہ قدرِ حسن می دانی نہ دردِ عشق آہ از تو *

قریب ایک سو سال کی عمر پاکر سنہ ۹۳۶ ہجری میں انتقال کیا اور بیجاپور ہی میں سپرد خاک ہوے ۔

شاہ طاہر الحسینی

طاہر تخلص ۔ طاہر الحسینی نام ۔ شاہ لقب ۔ موضع خوند وطن ۔ سال ولادت کا پتہ نہ چلا ۔

سادات خوند میں سے تھے ۔ خوند ایک موضع ہے ، جو دیلان کی سرحد پر قزوین کے علاقے میں واقع ہے ۔ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے ۔ اپنے باپ کے بعد سجّادہ نشین ہوے ۔ شاہ اسمٰعیل صفوی بادشاہِ ایران کے عہد میں پہلے کاشان میں مُدرسی کی خدمت پر مامور ہوے ۔

چونکہ اِن کے معتقدین بہت کثرت سے تھے ، اِس لئے بعض لوگ اِن سے حسد کرنے لگے ۔ اور شکایتوں کے علاوہ یہ بات بھی بادشاہ کے گوش گذار کی گئی کہ شاہ طاہر بد مذہب ہیں ، اِس پر بادشاہ نے اِن کے قتل کا حکم صادر کردیا ۔

شاہ طاہر کو خفیہ طور پر اِس کا علم ہوا تو اپنے اہل و عیال کے ساتھ چھپ کر ہندوستان روانہ ہو گئے - کچھ روز بیجاپور میں قیام کیا - پھر حرمین شریفین (زاد ہما اللہ شرفاً) اؤر دیگر مقاماتِ مقدّسہ اؤر عتباتِ عالیات کي زیارتوں سے مشرّف ہو کر ہندوستان واپس آئے - جب مقام پرینڈہ میں پہنچے تو خواجۂ جہاں دکني نے٬ جو امراے بہمنیہ سے تھے٬ شاہ طاہر کي بڑي خاطر داري کي اؤر اپنے یہاں مہمان رکھا - آخر سنہ ۹۳۸ ہجري میں بُرہان نظام شاہِ اول فرمانرواے احمد نگر (سنہ ۹۱۴ تا سنہ ۹۶۱ ہجري) کي طلب پر احمد نگر گئے - بادشاہ اِن سے تواضع کے ساتھ پیش آیا اؤر بہت قدر افزائي فرمائي - برہان نظام شاہ سني المذہب تھا - شاہ طاہر کي ترغیب سے مذہب امامیہ اختیار کیا -

شاہ طاہر علم و عمل زہد و تقوي اؤر اخلاق حمیدہ سے مُتّصف تھے٬ بہت سي کتابیں اُن کي تصنیف سے ہیں - مُصنّفِ تاریخِ فرشتہ مثنوي گلشن راز کو جو تصوف میں هے٬ اِنھیں کي تصنیف بتاتا هے - لیکن تذکرۂ نتائج الافکار٬ شیخ محمود کو اس کا مصنف کہتا هے -

شاہ طاہر بڑے پایے کے شاعر تھے - عربي اؤر فارسي دونوں میں شعر کہتے تھے - اِن کا کلّیاتِ نظم قصائد و غزلیات و رباعیات کا مجموعہ هے - فارسي کلام کا یہ نمونہ هے :—

جلوۂ زلفِ شاہدے بُرد دلِ رمیدہ را
پَے بہ کجا برد کسے مرغ بہ شب پریدہ را *

وہ چہ شود اگر شبے بر لبِ من نہي لبے
تا بہ لبِ تو بسپرم جانِ بلب رسیدہ را *

در غمِ او لذّتِ عشق از دلِ ناشاد رفت
خو بغم کردیم چندانے کہ عیش از یاد رفت *

بیروں میا کہ شہرۂ ایّام مي شوي
ما کشتہ مي شدیم تو بدنام مي شوي *

رباعیات

ماییم کہ ہرگز دمِ بے غم نہ زدیم
خوردیم ببے خونِ دل و دم نزدیم *
بے شعلۂ آہ لب زہم نکشودیم
بے قطرۂ اشک چشم برھم نہ زدیم *

گر کسب کمال می کنی می گزرد
ور فکرِ محال می کنی می گزرد *
دنیا ہمہ سر بسر خیال است محال
ہر نوع خیال می کنی می گزرد *

شاہ طاہر نے سنہ ۹۵۲ ہجری میں انتقال کیا - پہلے لاش امانةً احمد نگر میں دفن کیگئی - چند ماہ کے بعد ہڈیاں کربلائے معلی کو بھیجدی گئیں اور وہاں مشہدِ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے قریب دفن کردی گئیں -

صفی

صفی تخلص - شیخ محمّد نام - شیراز مولد - سالِ ولادت معلوم نہوسکا - صاحب علم و فن اور شاعرِ شیریں سخن تھے - خوش خلقی اور بذلہ سنجی میں بہت مشہور تھے - علم ریاضی میں خاص مہارت تھی -

سلطان محمّد قلی قطب شاہ والی گولکنڈہ (سنہ ۹۸۹ تا سنہ ۱۰۳۰ ھ) کے عہد میں دکن پہنچ کر شاہی ملازمین کے زمرے میں منسلک ہوے - دفتر محاسبی میں میر منشی کے عہدے پر تقرر ہوا -

چند اشعار ملاحظہ ہوں :—

رخسارِ تو مصحفے است بے سہو و غلط
کش کاکِ قضا نوشت از مشک نقط *

چشم و دهنت آیه و وقف ابرو مد
۴ ۴ ۳ ۲ ۳ ۲

مژگان اعراب و خال و خط حرف و نقط *
۵ ۵ ٦ ۷ ۷ ٦

سنه ۱۰۷۴ هجري میں اِس جہانِ فاني سے کوچ کیا - بمقام حیدرآباد میر مؤمن کے دایرے * میں مدفون هوے -

رضائي

رضائي تخلص - ملّا محمّد نام - مشہد وطن - سال ولادت کا پتہ نہ چلا -

ابو المظفر علي عادل شاه (سنه ۹۵٦ تا سنه ۹۸۸ هجري) فرمانرواے بیجاپور کے عہد کے شاعر تھے - اِس سے زیادہ اِن کے کچھ اوٗر حالات معلوم نہو سکے -

سنه ۹۸۸ هجري میں جب ایک خواجه سرانے بادشاه کو شہید کیا تو رضائي نے قطعهٔ تاریخ کہا - یہي اِن کا نمونهٔ کلام هے :—

آه که دستِ اجل در چمنِ عدل و داد
نخلِ فتوّت بکند شاخِ مروّت درید *
بر فلکِ خسروي گشت ازیں ماجرا
مہرِ کرم مختفي ' ماهِ سخا نا پدید *
خسروِ عادل لقب ' شاهِ علي نام آنکه
ظلم بدورانِ او کس نشنید و ندید *
وقتِ وداع جہاں تا نه رود تلخ کام
از کفِ ساقيِ دہر شہدِ شہادت چشید *

---

* میر مومن نے جن کا حال آگے آتا هے ' چند بیگه زمین افتاده حیدرآباد میں خریدکر اسکو صاف اور هموار کرایا - پھر لاکھوں روپیه خرچ کرکے کربلاے معلیٰ کی خاک چند جہازوں میں بار کرکے منگوائی اور اس میدان کو قد آدم کھدواکر مٹی نکلوادی اور اس میں یه خاکِ پاک بھرواکر اُس قطعے کا نام " میر کا دایره " رکھا اور اُس کو شیعه و سنی کے دفن کے لئے وقف کردیا - اس دائرے کا ذکر آینده اکثر آئیگا -

منشیِ دورانِ غیب از پیِ تاریخ آں
بر سرِ دوراں نوشت شاہِ جہاں شد شہید *
سنہ ۹۸۸ ھجری

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رضائی سنہ ۹۸۸ ھجری تک زندہ تھے - اِس کے آگے نہ اِن کے حالات نہ اِن کے انتقال کی تاریخ اور مدفن کا پتہ چلتا ہے -

فرح

فرح تخلص - فرح اللہ نام - شوستر وطن - سال ولادت معلوم نہو سکا -

محمّد قلی قطب شاہ فرمانروائے حیدر آباد دکن کے زمانے میں حیدر آباد آئے - اگرچہ صاحب تذکرۂ محبوب الزمن نے اُن کا حیدر آباد آنا سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے زمانے میں لکھا ہے ' لیکن سلطانِ مذکور سنہ ۱۰۳۵ ھ میں تخت نشین ہوا ہے اور فرح نے سنہ ۱۰۱۰ ھجری میں وفات پائی - اس لئے فرح غالباً محمّد قلی قطب شاہ کے زمانے میں آئے ہونگے ' جس نے سنہ ۹۸۹ سے سنہ ۱۰۲۰ ھجری تک حکمرانی کی تھی - ہم نے اِسی سال اور اِسی بادشاہ کے عہد کو صحیح تسلیم کیا ہے - بہرحال بادشاہ کی توجّہ نے اُنھیں دولت و ثروت سے مالا مال کردیا *

بلند پایہ اور شیریں زباں شاعر تھے - عربی میں بھی شعر کہتے تھے - مرزا صائب نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں اِن کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا ہے :-

ہمیں ز خاکِ فرح کامراں نشد صائب
کہ فیض ہم بظہوری ازیں جناب رسید *

چار ہزار شعر کا ایک دیوان چھوڑا ' جس کے چند اشعار یہ ہیں :-

در ہوائے بادۂ گلرنگت بے تا بیم ما
سالہا شد کز ہوا دارانِ ایں آ بیم ما *

از رہ ببانگ ہرزہ درایاں نمی روم
کے میدہد فریب صدائے جرس مرا *

مغاں کہ دانۂ انگور آب مي سازند
سـتارہ مي شـکنند آفتاب مي سـازند *
ذرّہ از بالا روي خورشـيدِ تاباں کے شـود
مور گر بر تخت بنشيند سـليماں کے شـود *

سـنہ ۱۰۱۰ ہجري ميں اِس جہانِ فاني سے رحلت کي - مدفن معلوم نہيں -

وحشـي

وحشي تخلص - کاشان وطن - نام اوٗر سالِ ولادت معلوم نہوسکا - وطن چھوڑکر ہندوستان کا رخ کيا - مختلف شـہروں کي سـياحت کرتے ہوے سـلطان عبد اللہ قطب شاہ (سـنہ ۱۰۳۵ تا سـنہ ۱۰۸۳ ہجري) کے عہد ميں گولکنڈہ پہنچے - بادشاہ نے اِن کي اچھي قدر کي - وحشـي نے اِنھيں کے سـايۂ عاطفت ميں زندگي بسـر کي -

عالم و فاضل اوٗر نامور شـاعر تھے - فن شـعر ميں مولانا محتشم کاشي سے تلمذ تھا - سـنہ ۹۹۹ ہجري ميں شيراز ميں تھے اوٗر وھيں اُن کي غزل گوئي کي شـہرت ہوچکي تھي - عمر بھر سواے غزل کے کچھ نہيں کہا - کلام ميں رنگيني اوٗر شيريني تھي -

من اشعارہ —

ندارد آسـماں ہم در خورِ اميدِ من کامے
از اں ہرگز نديدم بر مرادِ خويش دوراں را *
در سـرشکِ آتشيں ريزد دلِ من دور نيست
شـعلہ نتواند نگہ دارد شـرارِ خويش را *

از شـوقِ سوختن دلِ من در ہوا گرفت
باغے کہ چرخ نام زد و جانِ لالہ کرد *
کشتم چناں ضعيف کہ در گلشنِ وصال
ہر دم مرا نسيم بسوي دگر برد *

تا چشمِ نیم مستِ تُرا دید روزگار
خاکِ سیہ بہ کاسۂ چشمِ غزالہ کرد *

شب گزاري به دلِ بے خور و خوابم کردي
آنقدر گرم بکشتي که کبابم کردي

سنہ ۱۰۱۳ ہجري میں بمقامِ گولکنڈہ انتقال کیا - مؤلف محبوب الزمن' نے لکھا ہے کہ وحشي سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے زمانے میں دکن پہنچے اور سنہ ۱۰۱۳ ہجري میں وفات پائي - لیکن سلطانِ مذکور سنہ ۱۰۳۵ ہجري میں تخت پر بیٹھے تھے - معلوم ہوتا ہے کہ وحشي سلطانِ عبد اللہ کے پیشرو کے عہد میں دکن آئے ہونگے یا سنہ ۱۰۱۳ ہجري کے بعد اُنھوں نے انتقال کیا -

ارسلان

ارسلان تخلص - قاسم نام - مشہد وطن - والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہو سکا -

شہنشاہِ ہند اکبر (سنہ ۹۶۳ تا سنہ ۱۰۱۴ ہجري) کے عہدِ دولت میں وطن سے ہندوستان پہنچے' چند روز ملازمینِ شاہي کے زمرے میں رہے - پھر احمد آباد گجرات گئے - کچھ روز وہاں مقیم رہکر دکن کي طرف رخ کیا - پہلے احمد نگر گئے' وہاں سے بیجاپور' پھر گولکنڈہ گئے اور وہاں سے احمد نگر کو مراجعت کي - ہر ملک کے فرماں روائوں نے بڑي قدر افزائي کي اور انعام و اکرام سے مالا مال کردیا -

صحیح النسب سیّد تھے - علم و فن میں یکتا اور شاعر بے نظیر تھے - تاریخ گوئي اور خطّاطي میں خاص شہرت رکھتے تھے -

من اشعارہ :-

آہِ دلم گر اثرے داشتے * شامِ امیدم سحرے داشتے
گرد سرت گشتے و کردے طواف * کعبہ اگر بال و پرے داشتے

سنہ ۱۰۱۵ ہجري میں سفرِ آخرت پیش آیا اور وہیں مدفون ہوے -

فاني

فاني تخلص - خواجه احمد نام - دہدار علاقهٔ شیراز وطن - صحیح سال ولادت معلوم نہوسکا - کہا جاتا ھے که انھوں نے سنه ۱۰۲۶ هجري میں بعمر ۷۹ سال رحلت کي - اِس حساب سے سنه ۹۴۷ ہجري میں پیدا هوے هونگے -

حصولِ علم کے بعد ہي فایزِ دکن هوے - علي عادل شاہ (سنه ۹۶۵ تا سنه ۹۸۸ ہجري) والي بیجاپور کے ملازمین میں داخل هوے اور رفته رفته بادشاہ کے مقرّب اور مصاحبِ خاص هوگئے - اپنے استاد شاہ فتح الله کي تعریف کرکے بادشاہ کو اُن کي ملاقات کا شوق دلایا - چنانچه ایک گراں قدر رقم بھیج کر شاہ صاحبِ موصوف دکن طلب کئے گئے - مصنفِ تاریخ بیجاپور نے اندازہ لگایا ھے که اِن کے آنے میں چالیس ہزارھون صرف هوے - آخر علي عادل شاہ کي رحلت کے بعد شاہ فتح الله کو شہنشاہِ اکبر نے اپنے پاس بُلالیا -

فاني بڑے عالم و فاضل صوفي مشرب تھے - علوم عقلي و نقلي میں ماہر تھے - اُنھوں نے بیجاپور کو چھوڑا اور احمد نگر جاکر برھان نظام شاہِ ثاني (سنه ۹۹۸ تا سنه ۱۰۰۳ ہجري) کے ناظرِ سلطنت هوگئے - بقیة العمر یہیں بسر کي - آخري عمر میں گوشه نشین هوگئے تھے -

'نفحات الانس' پر حواشي اور شرح لکھي - 'گلشن راز' اِن ہي کي تصنیف بتائي جاتي ھے - مگر اِس کے مصنف کے متعلق اختلاف ھے - تاریخ فرشته میں شاہ طاہر کو ' تذکرۂ نتائج الافکار میں شیخ محمود شبستري کو اور تذکرۂ محبوب الزمن میں فاني کو اِس کا مصنف بتایا گیا ھے -

فاني صاحبِ دیوان تھے - اِن کے کلام کا نمونه یه ھے :-

یک جرعه که از حریفِ مستت برسد
پس چاشنیِ دمِ الستت برسد *

این جام نهادہ اند بر طاقِ بلند
پا بر سرِ خویش نہ کہ دستت برسد *

۶۹ سال کي عمر میں سنہ ۱۰۱۶ ہجري میں وفات پائي
خدا شناس' سے سالِ رحلت نکلتا ھے -
۱۰۱۶ ھ

حیاتي

حیاتي تخلص - مرزا حیاتي نام - کاشان وطن - سالِ پیدایش معلوم نہو سکا - ابتدا میں سقائي تخلص کرتے تھے اؤر الحاد و زندقہ مشرب تھا - ایک زمانۂ دراز تک ملاحدہ کے ہم نوالہ و ہم پیالہ رھے - ایک مرتبہ اہلِ کاشان نے تنگ آکر اِس فرقے کے ایک گروہ کو شاہِ طہماسپ صفوي کے حضور میں پیش کیا - اِن ہي میں سقائي (حیاتي) بھي تھے - بادشاہ نے سب کو قید کرنے کا حکم دیا - سقائي بھي قید ھوے - دو سال کے بعد رہا ھوکر شیراز گئے اؤر وھاں دو سال مقیم رھے - سنہ ۹۸۶ ہجري میں اپنے وطن کاشان کي طرف مراجعت کي - وھاں ہدایت دستگیر ھوي' توبہ کرکے دینِ نبوي کي پیروي اختیار کي - کچھ روز کے بعد سیاحتاً دکن آئے اؤر احمد نگر میں نظام شاہ بحري کے ملازم ھوگئے -

شہنشاہِ جہانگیر (سنہ ۱۰۱۴ تا سنہ ۱۰۳۶ ہجري) نے اپنے کسي مقرّب سے حیاتي کي تعریف سني' اُن کو بلواکر مراحِم خسروانہ سے سرفراز فرمایا - سنہ ۱۰۱۹ ہجري میں مثنوي تغلق نامہ مصنفۂ حضرت امیرِ خسرو' بادشاہ کي نظر سے گذري اؤر بہت پسند آئي' مگر اِس کا ایک حصہ گم ھو چکا تھا - بادشاہ نے تمام شعراے دربار کو حکم دیا کہ اِس کو مکمّل کریں - سب کي تحریریں پیش ھوئیں تو حیاتي کي نظم پسندِ خاطرِ اقدس ھوي - حکم دیا کہ حیاتي کو چاندي سونے میں تولا جائے - چھ تھیلیاں اشرفي اؤر روپیوں سے بھري ھوي حیاتي کي

ہم وزن نکلیں - جو اِن کو عطا فرمادی گئیں - سعیدائے گیلانی نے 'شاعر سنجیدۂ شاہی' اسی واقعے کی تاریخ کہی -
۱۰۱۹ ہجری

من اشعارہ :—

در دلِ من درد افزودی و میگوئی منال
آتشے در جانم افگندی و می گوئی مسوز *

خاکِ کوی تو ز سیلِ مژہ پرنم کردیم
تا غبارے بتو از رہ گذرِ ما نرسد *

در بلای عاشقی دل یاریِ من می کند
جاں فدای او کہ جانب داریِ من می کند *

می نمایم شاد خود را گرچہ می میرم ز جور
تا نیاید رحم در خاطر جفا کارِ مرا *

بہرِ شوخِ کو نداند دوستی در اصل چیست
خلق را با خود حیاتی از چہ دشمن کردۂ *

بے لعل تو گر خوں رود از چشمِ ترِ من
شادم کہ نیاید دگرے در نظرِ من *

حیاتی کی تاریخ انتقال یا مدفن معلوم نہیں - یہ ظاہر ہے کہ سنہ ۱۰۱۹ ہجری تک زندہ تھے - کیونکہ اِسی سال وہ چاندی سونے میں تولے گئے تھے - اِسی لئے ہم نے اِن کا حال فرح (المتوفی سنہ ۱۰۱۰ ہجری) کے بعد لکھا ہے -

سنجر

سنجر تخلص - مرزا سنجر نام - فرزندِ میر حیدر معمّائی - کاشان وطن - سال ولادت معلوم نہو سکا - شاعرِ فصیح و بلیغ تھے - پہلے اکبر اور امرائے اکبری کے مدّاح رہے - پھر ابراہیم عادل شاہ کی خدمت

میں پہنچ کر ایک طویل قصیدہ پیش کیا - اِس کے صلے میں بادشاہ نے خلعتِ خاص اور زمرّد کی بیش بہا انگوٹھی عطا فرمائی -

من اشعارہ :—

مرا کجاست پر و بالِ قربِ شعلۂ حسن
همیں بس است کہ پروانہ ام سپند ترا *
همین ترانۂ حسرت ز تار می آید
کہ بزم بے میِ رنگیں چہ کار می آید *
اگرچہ کار تو غیر از جفا نمی باشد
وظیفۂ دلِ ما جز دعا نمی باشد *
ما خود ز آرزو بشہادت رسیدہ ایم
خوباں صواب نیست کہ فکرِ دیت کنند *
بہ پیرِ گم شدہ فرزند گو کہ گفت ترا
کہ اعتماد بہمراہیِ برادر کن *

ظہوری

ظہوری تخلص - ملّا محمّد طاہر نام - نور الدین لقب - ترشیز واقعِ مُلکِ ایران مولد و منشا - سال تولد معلوم نہو سکا -

مفلوک الحال والدین کے فرزند تھے - کچھ پیٹ کی مجبوری' کچھ آب و دانہ کی کشش نے بیجاپور پہنچایا - حکیم الحکماء مرزا محمد یوسف کے مہمان ہوے اور اِن ہی کی وساطت سے ابراہیم عادل شاہ تک رسائی ہوی *

نثر میں 'مینا بازار' اور 'سہ نثر ظہوری' اِن دونوں کی شہرۂ آفاق تصانیف ہیں - آخر الاسم کتاب بادشاہ کی تعریف میں ہے - زبردست فاضل اور اعلیٰ پایہ کے نثّار و ناظم تھے - فنِ شعر میں ملایزدی کے شاگرد تھے - برھان نظام شاہ (سنہ ۹۹۸ تا سنہ ۱۰۰۳ ہجری) والی احمد نگر کے

نام پر ساقي نامه لکھا - جس کے صلے میں بادشاہ نے کئي ھاتھي ' جن پر نقد و جنس بار تھا ' ظہوري کو عطا فرمائے - کہتے ہیں کہ جس وقت یہ عطیۂ سلطاني پہنچا تو مُلّا ایک قہوہ خانے میں بیٹھے ھوے ملے - لانے والوں نے رسید مانگي - ظہوري نے پرزۂ کاغذ پر یہ الفاظ لکھکر حوالے کر دئے :—

"تسلیم کردند - تسلیم کردم -"

ہر چند کہ ظہوري کي نظم و نثر مشہور و مطبوع ھے ' مگر ہم ان کے چند اشعار دیوان سے انتخاب کرکے ذیل میں لکھتے ہیں :—

چشم را پردۂ خود کردہ بدیدن رفتم
پنبه در گوش نہادہ به شنیدن رفتم *

از دمِ تیغے مگر تن به تپیدن دھم
سرمۂ حیرت کشم ' دیدہ بدیدن دہم *

بند نقابے کشم تیغ و ترنج آورم
یوسف و یعقوب را کف به بریدن دہم *

ذوقِ حُسنش بر تماشاي گلِ خسار داشت
گر نمي بُردند زود آئینه با خود کار داشت *

بجگر تشنگيِ خضر دلم مي سوزد
که سرِ چشمۂ تیغے دم آبے نکشید *

از ساقي نامه

بیا ساقي اے خرمنِ گل بیا
تو گل من خزاں دیدہ بلبل بیا *
به رویم درِ خندہ بستن چرا
تبسّم بلب در شکستن چرا *

بیا ساقیا بگذر آن روز را
بده آتشِ معذرت سوز را *
بیا ساقي اي باز خاطر شکار
که خوني است چنگِ عقابِ خمار *
ز گلبن چمن گشته طاؤس دُم
برون آر خونِ کبوتر ز خُم *
اسیرِ خمارم شرابے کجا ست
دلم بر دلم سوخت آبے کجا ست *
بکش خنجرِ انتقام از غلاف
سرت گردم اي ساقيِ سینه صاف *
بیا اي نمک پاشِ زخمِ جگر
که بختم ز اشکم بود شور تر *
ببین تلخيِ عمرِ شیرینِ من
بده ساغرے بگذر از کینِ من *
بیا ساقیا جان فدا مي کنم
تو دشنام ده من دعا مي کنم *
زلالِ تو تلخي که سر مي زند
رهِ کاروانِ شکر مي زند *
سرت گردم اي مطربِ خو برو
که مرغوله دوئي و مرغوله مو *
شدم پایمالِ هجوم ملال
بدستت کرم کوش قانون بمال *
بیک نغمه بنواز دوشِ مرا
ببر مزدِ کالائے هوشِ مرا *

ظہوری وہ صاحب کمال تھا کہ اُس کے جوہر کو دیکھکر ملک قمّي نے، جو ابراہیم عادل شاہ کے دربار کے ملک الشعراء تھے، اپنی دختر کو اُن سے منسوب کردیا تھا - بقول 'خزانۂ عامرہ' یہ آفتاب کمال سنہ ۱۰۲۵ ہجري میں دکن ہي میں غروب ہو گیا *

ملک قمّي

اِن کا نام اوٗر سال ولادت وغیرہ کچھ معلوم نہوسکے - ایران سے ہندوستان آئے اوٗر سلاطینِ دکن خصوصاً ابراہیم عادل شاہِ ثاني کے دربار میں قسمت نے پہنچا دیا - اِن کي قسمت کا ستارہ اِسي بادشاہ کي عنایتِ خاص سے چمکا - ملک الشعراء کا خطاب بھي اِسي سرکار سے ملا - ملک قمّي ملا ظہوري کے خُسر تھے - اِن دونوں نے ملکر ایک کتاب 'نورس' لکھي اوٗر علي عادل شاہ کو نذر کي - اِس کتاب میں نو ہزار شعر ہیں - بادشاہ نے اِس کے صلے میں نو ہزار ہون انعام دئے -

ملک قمي بہت بڑے شاعر تھے - اِن کے بعض اشعار بطور نمونہ یہ ہیں :—

دل و دین بُردي و صد عربدہ برپا کردي
ہیچ کافر نکند آنچہ توباما کردي *

او بہلاکِ من خوش و من بہ بقاے عمرِ او
قاعدۂ وفا نگر یار چنان و من چنین *

ز خونِ خویش ابراں قطرہ مي برم غیرت
کہ گاہِ قتل بدامانِ قاتل افتاد است *

خاریم و در برابرِ آتش نشستہ ایم
مارا اگر رسد مددے از صبا رسد *

دو شبینہ مہے بودي و امروز ہلالي
آزردنِ یکروزۂ ما خوش اثرے داشت *

سنہ ۱۰۲۵ ہجري میں راہي ملکِ بقا ہوے - تاریخ وفات "او سراہل سخن بود" سے نکلتي ھے -
(۱۰۲۵ ہجري)

کوکبي

کوکبي تخلص - قباد بیگ نام - سال ولادت معلوم نہوسکا - شاہ عباس بادشاہ ایران کے غلام تھے - ان کے علم و فضل کو دیکھکر بادشاہ نے مدّتوں اپنے سے جدا نہونے دیا - آخر ایران سے دکن آئے - قطب شاہ والي گولکنڈہ کے دربار میں قسمت نے باریاب کیا - بادشاہ نے ازراہِ قدر افزائي ان کے نام منصب جاري فرمایا - اپني باقي ساري عمر یہیں گزاري -

من اشعارہ :—

ہرچہ ہم رنگ بہ معشوق بود معشوق است
نقصِ عشق است کہ پروانہ بہ مہتاب نسوخت *

با کائنات کردم ازاں دوستي کہ یار
در ہر دلے کہ جلوہ کند در دلِ من است *

سنہ ۱۰۳۳ ہجري میں انتقال کیا - میر کے دایرے میں مدفون ہوے -

مؤمن

مؤمن تخلص - میر مؤمن نام - سید شرف الدین سماکي کے فرزند تھے - استر آباد وطن - سال ولادت معلوم نہوسکا -

مشہور ساداتِ استر آباد سے تھے - اپنے ماموں سیّد فخر الدین سماکي سے درسي کتابیں پڑھیں اور علومِ عقلي و نقلي حاصل کئے -

فارغ التحصیل ہونے کے بعد شاہ طہماسپ صفوی کے دربار میں بار پایا ' اور شہزادۂ حیدر سلطان کے استاد مقرّر ہوے - شہزادۂ موصوف کے انتقال کے بعد معاصرین کے حسد سے تنگ آکر ایران کو خیرباد کہا اور حرمین شریفین (زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً) کی زیارت کو روانہ ہوے - حج و زیارت سے فارغ ہوکر ہندوستان کی طرف رُخ کیا - محرم سنہ ۹۸۹ ہجری میں بعہدِ سلطان ابراہیم قطب شاہ (سنہ ۹۵۷ تا سنہ ۹۸۹ ہجری) حیدر آباد دکن میں پہنچے - یہاں دربار شاہی تک رسائی ہوی اور منصب مقرّر ہوگیا - اُسی سال بادشاہِ موصوف کا انتقال ہوگیا - اُن کا فرزند سلطان محمّد قلی (سنہ ۹۸۹ تا سنہ ۱۰۲۰ ہجری) جانشین ہوا - اِس بادشاہ نے مومن کو قلمدانِ وزارت سپرد کیا - میر مومن نے ملک کا ایسا اچھّا انتظام کیا کہ رعایا آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگی - تھوڑے ہی دنوں میں وہ اپنی سیادت ' تبحرِ علم ' زہد و تقویٰ ' عدل و انصاف اور اخلاقِ حمیدہ سے ہر دل عزیز ہوگئے - ہزاروں علماء و فضلاء دکن میں اِن کی سفارش سے عہدہ ہاے جلیلہ پر سرفراز ہوے - میر کا دائرہ (جس کی تفصیل صفی کے ذکر میں ہوچکی ہے) اِن کی نیکی اور فیّاضی کی ایک مثال ہے -

میر مومن کو جفر اور نجوم اور عملیات میں بھی مہارت تھی - شاعر بھی اچھے پایہ کے تھے - اِن کا دیوان اصنافِ سخن پر مشتمل ہے - کلام صاف و شُستہ ہوتا تھا - نمونہ یہ ہے :-

شادمانی است بندۂ غم ما * عالمِ دیگر است عالمِ ما
حبّذا عشق و رستخیزِ بلا * ای خوشا روزگارِ درہم ما
شُکرِ دردِ تو چوں کنیم کہ ہست * داغ بالاے داغ مرہم ما
شاہِ اِقلیم درد و غم مائیم * ملکِ ہجراں سوادِ اعظمِ ما
سایۂ عشق کم مباد کزو * سور شد داغ دار ماتمِ ما
نمکِ آں دودیدہ خوش نمک است * کم ز کوثر مگیر زمزمِ ما

یدِ بیضاے وصل کو کہ فراق * کشتۂ ثعبان آتشِ دمِ ما

صرف اي ہم نشیں مگو باما * روز وصل از زبانِ ابکم ما

غمگساري مجو ازو مؤمن * غمِ ما از کجا و مرھمِ ما

میر مؤمن نے عمر طویل پائي - سنہ ۱۰۳۴ ہجري میں سلطان محمد قطب شاہ (سنہ ۱۰۲۰ تا سنہ ۱۰۳۵ ہجري) کے زمانے میں بمقامِ حیدر آباد انتقال ہوا اور اپنے ہي دائرے (میر کا دایرہ) میں مدفون ہوے - قبر پر بادشاہ کي طرف سے گنبد بنایا گیا ' جو اب تک موجود ہے ' اُن کے ایک شاگرد نے یہ تاریخ رحلت کہي :-

تاریخِ رفتنش طلبیدم ز عاملے

گفتا بہ جوز " رفتنِ عیسي بہ آسماں " *

۱۰۳۴ ہجري

دانش

دانش تخلص - میر رضي الدین نام - فرزندِ میر ابو تراب المتخلص بہ فطرت - مشہد وطن - سالِ ولادت معلوم نہوسکا -

ابتدائي کتب اپنے والد سے اور انتہائي کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں - تحصیلِ علم کے بعد وطن سے حرمین شریفین کي زیارت کے لئے روانہ ہوے اور حج و زیارت سے مشرف ہوکر اپنے والد کي خدمت میں ہندوستان آئے ' جو پہلے ہي سے یہاں مقیم تھے -

دانش نہایت فصیح و بلیغ شاعر تھے - سنہ ۱۰۶۵ ہجري میں شاہ جہاں (سنہ ۱۰۳۷ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجري) کي خدمت میں ایک قصیدۂ مدحیہ پیش کیا اور دو ہزار روپیہ انعام پایا - کچھ روز شہزادۂ دارا شکوہ ' ولي عہدِ شاہ جہاں کي مصاحبت میں رہے - شہزادۂ موصوف نے دانش کے اِس شعر کو بہت پسند کیا :-

تاک را سرسبز دار اي ابر نیساں در بہار

قطرہ تا مے مي تواند شد چرا گوہر شود *

اور ایک لاکھ روپیے انعام مرحمت فرمائے -
پھر دارا شکوہ کي رفاقت چھوڑ کر بنگالے گئے اور اُن کے بھائي شاہزادۂ شجاع کے مصاحب ہوے -

اِن کو بھي چھوڑکر حیدرآباد کي راہ لي - اِس زمانے میں سلطان عبد اللہ قطب شاہ (سنہ ۱۰۳۵ تا سنہ ۱۰۸۳ ہجري) مالکِ تاج و تختِ حیدرآباد تھے - اُن کي سرکار میں بہت رسوخ پیدا کیا -

سنہ ۱۰۶۰ ہجري میں دانش کے والد نے انتقال کیا اور میر کے دائرے میں دفن ہوے - دانش کو اپنے باپ کے مرنے کا سخت صدمہ ہوا - اِسي غم میں یہ رباعي کہي :—

دانش مکن اعتماد بر عمرِ دراز * کاید بہ زمانِ کم بسر عمرِ دراز
دیدم کہ چو عیسیٰ بہ فلک بر شدۂ * آید بچہ کار بے پدر عمرِ دراز

قطب شاہ کي طرف سے سنہ ۱۰۷۲ ہجري میں نائب کرکے مشہدِ مقدّس کي زیارت کے لئے بھیجے گئے - بادشاہ کي طرف سے لوازمِ زیارت ادا کرکے وہیں مقیم ہوگئے - قطب شاہ کے دربار سے وہیں اِنھیں بیش قرار مالي امداد ملتي رہي -

من اشعارہ :—

فصلِ گل است جوشِ بہارِ سخن مرا
گل کرد ہمچو غنچہ زباں دردہن مرا *

نہ شد کہ بوسہ بہ پاے ہدف چو تیر دہم
گذشت عمر بہ خمیازۂ کماں مارا *

شمع در آتش ز تابِ روي نور افشانِ کیست
درمیانِ انجمن پروانہ سر گردانِ کیست *
کعبہ را دیدم دلم از درد تنہائي گداخت
مجلس آراے کہ مارا خواند خود مہمانِ کیست *

آبروي دودمانِ تاک ہم برباد رفت
دخترِ رز را عسس صد بار با مستان گرفت

ماؤ بلبل عرضِ چاکِ سینہ مي کردیم دوش
ناز پروردِ گلستاں زخم خارے ہم نداشت *

وصلِ یاراں چوں دہد رو اشک ریزي بد نما ست
گریۂ شادي کم از بارانِ روزِ عید نیست *
اي هما از سرِ ما خاک نشیناں بگذر
سایۂ بالِ تو بد نامي دولت دارد *
چساں از قیدِ ایں صیّاد آزادي ہوس باشد
کہ پروازِ بلندم تالبِ بامِ قفس باشد *

دانش سنہ ۱۰۷۶ ہجري میں اِس جہانِ فاني سے چل بسے -

فطرت

فطرت تخلّص - میرزا معزّالدین محمّد نام - موسوي خاں خطاب - قم وطن - سال ولادت سنہ ۱۰۵۰ ہجري - " افضلِ اہلِ زمانہ "
تاریخ پیدایش - ۱۰۵۰ ہجري

حضرت امام علي موسيٰ رضا رضي الله تعاليٰ عنہ کي اولاد سے صحیح النسب سیّد ہیں - ذي علم خاندان سے تعلّق رکھتے تھے ' چنانچہ اِن کے نانا میر محمّد زمان مشہدِ مقدّس میں اپنے ہم عصر علما کے سر گروہ مانے جاتے تھے -

ابتدائي تعلیم وطن میں حاصل کي - عنفوانِ جواني میں اپنے والد سے کبیدہ خاطر ہوکر اصفہان چلے آئے اور وہاں آقا حسین خوانساري کے تلامذہ میں شریک رہکر تمام علوم معقول و منقول اِن ہي سے حاصل کئے -

سنہ ۱۰۸۲ ہجری میں بعہدِ شہنشاہِ اورنگ زیب (سنہ ۱۰۶۵ تا سنہ ۱۱۱۸ ہجری) ہندوستان آئے ۔ دربارِ شاہی میں رسائی ہوی ۔ جوہر شناس بادشاہ نے خوب قدر افزائی کی اور شاہ نواز خاں صفوی کی دوسری بیٹی سے میرزا کی شادی کرکے اپنی ہم زلفی کا شرف بخشا ۔ اِس کے بعد عظیم آباد پٹنہ کی دیوانی پر مامور فرمایا ۔ چند ہی روز میں وہاں کے ناظم بزرگ امیر خاں' فرزند امیر الامرا شایستہ خاں' سے میرزا کی شکر رنجی ہو گئی ۔ ایک طرف ناظم صاحب اپنی خاندانی عظمت پر نازاں تھے' دوسری طرف میرزا صاحب کو اپنے فضل و کمال اور بادشاہ کی ہم زلفی پر غرّہ تھا ۔ اِس کشاکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظام میں خلل پیدا ہوگیا ۔ بادشاہ کو اطلاع ہوی تو میرزا کو واپس بلا لیا ۔

انشا پردازی اور شاعری میں بڑا بلند پایہ رکھتے تھے ۔ معقولات میں تو " انا ولا غیری " کا دم مارتے تھے ۔ چنانچہ اِس شعر میں اپنی فضیلت کو جتایا ھے :--

من مرغ خوش ترانۂ باغِ فضیلتم
طبع مرا بہ زمزمۂ شاعری چہ کار *

مگر پھر بھی شاعری کرتے تھے اور واقعی خوب کہتے تھے ۔ اشعارِ ذیل سے اِس کا اندازہ ہوگا :--

سدّ راہِ معصیت ھا شد پریشانی مرا
داشت عریانی نگہ ز آلوہ دامانی مرا *

عیبِ صاحب نظراں جوشِ تنگ ظرفی ھاست
آبِ یاقوت چو زد موج رگِ یاقوت است *

چو سوزِ عشق را کامل کنی عیبت ہنر گردد
شود یاقوت ہر سنگے کہ لبریزِ شرر گردد *

بحر و کاں را نارسا افتادہ استعداد فیض
گوہر آبِ دیدہ و یاقوت خونِ دل نشد *

ندارد آفتے چوں غنچه از صرصر چراغِ من
برنگِ لاله در آغوشِ ناخن خفته داغ من *

مردِ حق در عینِ دنیا داري از دنیا بري است
ملک در دستِ سلیماں نیست در انگشتري است *
عشق در مصرِ جنوں لافِ خدائي مي زند
حسن اگر یوسف شود در کسوتِ پیغمبري است *

ذوقِ عشق آئینه دارِ رازِ دلها میشود
چوں بخود مالد خموشي ناله پیدا میشود *

سنه ۱۱۰۱ ہجري میں دارالبقا کي طرف روانه ہوگئے -

امید

امید تخلص - میر محمّد رضا نام - قزلباش خاں خطاب - ہمدان وطن - سالِ ولادت معلوم نہو سکا -

شباب ہي میں وطن چھوڑکر اصفہان چلے گئے اور یہاں مرزا طاہر وحید کے سامنے زانوے شاگردي ته کیا -

اورنگ زیب (سنه ۱۰۶۹ تا سنه ۱۱۱۸ ہجري) کے عہدِ دولت میں ہندوستان پہنچے اور شاہي منصب دار ہوگئے - شاہ عالم بہادر شاہ کا زمانه آیا تو قزلباش خاں کا خطاب اور جاگیر پائي - محمّد معزالدین جہاندار شاہ کے عہد میں برہانپور کے دیوان مقرّر ہوے - چندے اِس خدمت کو انجام دیکر' امیرالامرا حسین علي خاں کے ہمراہ اورنگ آباد گئے - کچھه دن یہاں رہ کر مبارز خاں ناظم حیدر آباد کے ہم رکاب حیدر آباد پہنچے اور اُن کي مصاحبت میں رہے - مبارز خاں جب نواب آصفجاہ کے مقابلے کے لئے تیّار ہوے تو امید بھي ہم رکاب ہوگئے اور میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دي - مبارز خاں مارے گئے - اُن کے سپاہي کچھه مارے گئے' کچھه بھاگ گئے اور کچھه آصف جاہ کے

اسیر ہوے - غرض تمام فوج منتشر ہوگئي - امید منجملہ اُن لوگوں کے تھے جو قید ہوے - اثناے قید میں ایک غزل نوّاب آصف جاہ کو لکھ کر بھیجي - نوّاب نے ازراہِ قدرداني نہ صرف اُنھیں رہا کیا بلکہ جاگیر و خدمت بھي بحال کردي - ایک مدّت تک مرفہ الحالي سے بسر کي - اِس کے بعد حرمین شریفین (زاد ھما اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً) گئے اور حج و زیارت سے مشرف ھو کر ایک برس بعد دکن واپس آگئے -

سنہ ۱۱۵۰ ہجري میں نواب آصف جاہ حسب الطلب شاہي دہلي جانے لگے تو امید بھي ساتھ ھو لئے - بھوپال کے سفر میں بھي نوّاب کا دامن نہ چھوڑا - جب نوّاب دہلي سے دکن واپس ھوے تو امید دہلي ہي میں رہ گئے - 'محبوب الزمن' میں بہ حوالۂ 'تحفۃ الشعرا' لکھا ھے کہ دہلي میں نوّاب آصف جاہ کسي وجہ سے امید سے کشیدہ ھو گئے تھے' اِسي لئے امید اِن کي رفاقت چھوڑکر دہلي میں رہ گئے -

امید خوش خلق' رنگین مزاج' ظریف الطبع' بڑے ذکي و طبّاع تھے - فن انشا و شاعري میں ید طولیٰ رکھتے تھے - ہندي موسیقي سے بھي خوب واقف تھے - راگ رنگ کا بڑا شوق تھا - اُن کے مکان پر ہر روز کبھي مشاعرہ ھوتا تھا اور کبھي رقص و سرود کي محفل جمتي تھي -

لطیفہ :— 'محبوب الزمن' میں لکھا ھے کہ امید نے کسي سے بیان کیا کہ "میں ایک روز نوّاب ذوالفقار خاں بن اسد خاں وزیر کي خدمت میں گیا اور زمانے کي شکایت کي - نوّاب نے فرمایا کہ دنیا کو امید کے ساتھ کھاتے ہیں" میں نے عرض کیا کہ "تو آپ کیوں میرے بغیر کھاتے ہیں" نوّاب ہنس پڑے اور اُس روز سے روزانہ میرے یہاں کھانا بھیجنا مقرّر کرلیا - نوّاب کے دستر خوان سے انواع و اقسام کے کھانوں سے بھرے ھوے خوان آتے تھے - میں خود کھاتا تھا اور فراغت سے احباب کو کھلاتا تھا" -

من اشعارہ :—

خندۂ مستاں بود از گریۂ مینا بلند
شاد گردد گر کسے غم ناک مي سازد مرا *

برنگِ سرمہ کہ در چشمِ کور بے قدر است
کسے بہ ہیچ نہ گیرد دریں دیار مرا *

ناخدا را خضرِ راہے نیست جز انجم امید
کرد اشک آخر بکویش رہنمائی ہا مرا *

ظلمِ ظالم چو شود پیر دو بالا گردد
بیشتر می بُرد آں تیغ کہ خمدار تر است *

بالای کسے بلاے جاں شد
بالا تر ازیں چہ می تواں شد *
بودیم بہ دوستیش خرسند
آن نیز نصیبِ دشمناں شد *
دیدہ گریاں میشود از دل چو آہے می کشم
آرے آرے راست باشد باد باراں آورد *

امید سنہ ۱۱۵۹ ہجری میں اِس جہانِ گزراں سے گزر گئے۔
میر غلام علی آزاد نے ذیل کی تاریخ کہی :—

خانِ سخن گستر و سحر آفریں
رختِ سفر بست ازیں خاک داں *
سالِ وفاتش دلِ نالانِ من
یافتہ "جاں دادہ قزلباش خاں"
۱۱۵۹ ہجری

راز

راز تخلص ۔ میر میراں نام ۔ سیّد نوازش خاں خطاب ۔ فرزند علی مردان خاں اصفہانی ۔ سالِ ولادت معلوم نہیں ۔

سلطان حسین مرزا صفوی کی طرف سے ایران کے سفیر ہوکر فرّخ سیر کی خدمت میں ہندوستان آئے ۔ یہاں خوب عزّت پائی ۔

پھر نواب آصف جاہ صوبہ دارِ حیدر آباد دکن (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ھ) کی خدمت میں حاضر ہوے - نواب بھی بڑی عزّت سے پیش آئے - منصب و خطاب عطا فرمایا اور شہر اورنگ آباد کا داروغہ مقرّر کردیا - دکن کے امرا میں اُن کا شمار تھا - نواب کی زندگی تک نہایت عزّت اور فارغ البالی کے ساتھ زندگی بسر کی - نواب کی وفات کے بعد گوشہ نشین ہوگئے - چند روز کے بعد سنہ ۱۱۸۰ ہجری میں نواب والاجاہ کے طلب فرمانے پر آرکات کا قصد کیا - مچھلی بندر تک پہنچنے پائے تھے کہ موت کی زنجیر پیروں میں پڑگئی - وہیں دمِ واپسیں جان آفریں کو سونپا - لاش مچھلی بندر سے اورنگ آباد بھیجی گئی - راز اپنے ہی باغ میں سپرد خاک کئے گئے -

راز کی طبیعت موزوں تھی ' اِس لئے شعر نکال لیتے تھے - کسی سے کبھی اصلاح نہیں لی - راز کے انتقال کے بعد اُن کی بیاض جناب آزاد کو مل گئی - انہوں نے اکثر اشعار کو زیورِ اصلاح سے آراستہ کردیا - بہر حال راز کا یہ رنگ ھے :—

صفحۂ آئینہ دارد ہر نفس نیرنگ ھا
بس کہ می بازد رخ او از نزاکت رنگ ھا *
غافل اند از ناز کی ھائے دلِ من کودکاں
دل بر دیوانہ باشد سخت تر از سنگ ھا *
اگر از پردہ آں شور قیامت سربروں آرد
ز محشر پیشتر ہنگامۂ محشر بروں آرد *
ز غفلت عمرھا باشد کہ با عشرت ہم آغوشم
بیا اے غم کہ گردد بسترِ راحت فراموشم *

درگاہ

درگاہ تخلص - درگاہ قلی خاں نام - موتمن الملک سالار جنگ بہادر خطاب - فرزندِ خاندان قلی خاں - ۲۹ رجب سنہ ۱۱۲۲ ہجری کو سنگمنیر میں پیدا ہوے - تاریخ ولادت 'درگاہ قلی زخاندانِ والا' ھے -

ان کے خاندان کا مختصر حال یہ ھے کہ ان کے جدّ اعلیٰ خاندان قلی خاں (اوّل) قبیلۂ بور بور کے ترکمان تھے - علي مردان خاں حاکمِ قندھار کے پاس ملازم تھے - علي مردان خاں نے شاہ صفي شاہِ ایران کي نا قدر دانیوں سے تنگت آکر استعفا دیدیا - خاندان قلي نے ان کي رفاقت کي - علي مردان خاں نے ان کو شاہ جہاں بادشاہ (سنہ ۱۰۳۷ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجری) کي خدمت میں اپنے عریضے کے ساتھ بھیجا - بادشاہِ قدرداں نے ان کو خلعتِ خاصہ سے سرفراز کیا اور ایک ہزار روپیہ انعام دیا - اور ان ہي کے ہمراہ علي مردان خاں کو خلعت اور ھاتھي دانت کي بني هوي پالکي بھیجکر طلب کیا - علي مردان خاں آئے تو ان پر مزید مرحمتِ شاہي مبذول هوي اور ان کو کشمیر کا صوبہ دار بنا دیا - خاندان قلي خاں نے عمر بھر علي مردان خاں کي خدمت میں رہکر اپني خدماتِ شائستہ سے حقِ رفاقت ادا کیا -

خاندان قلي خاں کے انتقال کے بعد علي مردان خاں نے ان کے فرزند درگاہ قلي خاں (اوّل) کو بادشاہ سے سفارش کرکے منصب اور جاگیر دلوائي اور اپنے پاس میر ساماں کے عہدے پر رکھ لیا - علي مردان خاں شاہزادۂ اورنگت زیب کے منصبدار کي حیثیت سے دکن گئے تو درگاہ قلي خاں ان کے ہمراہ تھے - ہندوستان واپس آکر انتقال کیا - درگاہ قلي خاں (اوّل) کے بیتے نو روز قلي خاں کو 'دارواز' علاقۂ بیجاپور کي قلعداري عطا هوي - وهیں ان کا انتقال هو گیا - ان کے فرزند خاندان قلي خاں (دوم) بھي جاگیردار تھے اور اورنگت زیب کے علاقے میں منصب دار بھي تھے - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں سنگمیر کي وقائع نگاري اور قرب و جوار کي فوجداري پر سرفراز تھے - نواب آصف جاہ غفراں پناہ کے عہد میں بھي سرکاري خدمات پر مامور رهے - درگاہ ان ہي نامور باپ (خاندان قلي خاں) کے نامور فرزند تھے - چودہ سال ہي کے تھے کہ نواب آصف جاہ نے انھیں منصب و جاگیر عطا فرمائي - بیس سال کے هوے تو نواب نے از راہِ پرورش ان کو اپنے ہم رکاب رکھا اور شاہي عنایتیں مبذول رهیں - ان کي فن سپہگري و جاں بازي کے جوهر نادر شاہ کے ہنگامے میں ظاہر هوے -

آصف جاہ کے بعد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجری) کے عہد میں بھی ترقیات سے وقتاً بوقتاً سرفراز ہوتے رہے۔ نواب امیرالممالک صلابت جنگ (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۱۷۵ ہجری) نے منصب شش ہزاری اور خطاب مؤتمن الدولہ سے سرفراز فرماکر صوبہ دار مقرّر کردیا۔ نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ہجری) مسند آرا ہوے تو انھیں منصب ہفت ہزاری، ماہی مراتب اور خطاب مؤتمن الملک عطا فرمایا، اور پھر خان دوراں خاں خطاب دیا۔ مگر سنہ ۱۱۷۹ ہجری میں اِن کو اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول کردیا۔ اب درگاہ قلی خاں اپنی جاگیر نظام آباد میں آ بیٹھے۔ درگاہ بڑے حاضر جواب اور بذلہ سنج تھے۔ ہر مہینے اپنے باغ موسومۂ 'دل کشا' میں دو تین جلسے منعقد کیا کرتے تھے۔ جس میں ذی علم حضرات مدعو ہوتے تھے۔ خوش طبع، خلیق، انصاف پسند، فیّاض اور شجاع تھے۔ رعایا پروری اور غربا نوازی کو آپ پر ناز تھا۔ علم دوست اور عالموں کے قدرداں تھے۔ انشاپرداز تھے اور علمِ تاریخ پر عبور رکھتے تھے۔ خود شاعر تھے اور شعرا کے قدر افزا۔

من اشعارہ :—

نگاہش دیدہ صہبا آفریدند
قدش دیدند و طوبیٰ آفریدند *
بعالم ریخت رشکم رنگِ طوفاں
ز جیب قطرہ دریا آفریدند *
معاشرانہ سوالے ز دوستاں دارم
برائے ما و شما ایں ہوا چہ می خواہد *
سوائے حیدرِ کرّار شاہِ مرداں کیست
کہ ذوالفقار بہ او داد حق، نبی دختر *

شورے مخض است گمانِ من و تو
من و تو نیست میانِ من و تو *

صوبہ داري پھر بحال ہونے کو تھي کہ موت کا پيغام آ پہنچا ۔ نظام آباد سے لاش اورنگ آباد لائي گئي اور باپ کے مقبرے ميں دفن کي گئي ۔ ' خدايش بيا مرزاد ' تاريخ رحلت ھے ۔

۱۱۸۰ ھ

معز

معز تخلص ۔ مرزا معز الدين نام ۔ فرزند مرزا حسن ۔ عبّاس آباد علاقۂ اصفہان وطن ۔ سال ولادت معلوم نہو سکا ۔

ان کے اجداد شاھان صفويہ کے دور ميں اعلي عہدوں پر مامور تھے اور دربار ميں بڑا رسوخ حاصل تھا ۔ ان کے والد عالم متبحر اور صاحب تصنيف و تاليف تھے ۔ باپ کے انتقال کے وقت مُعز کا سِن چھ برس کا تھا ۔ بڑے ہوے تو ابو سعيد اصفہاني کے سامنے زانوے شاگردي تہ کيا اور اُن سے علوم نقلي و عقلي حاصل کئے ۔ پھر اخوند شفيعائي کے خوان تعليم سے بہرہ اندوز ہوکر ميدان شاعري ميں قدم رکھا ۔ فارغ التحصيل ہونے کے بعد نادر شاہ کے بھتيجے ابراہيم شاہ کے ملازم ہوے ۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کے مزاج پر ايسے حاوي ہوے کہ ہر کام ان ہي کے مشورے سے ہونے لگا ۔ يہاں تک کہ بڑے بڑے عہدہ داروں کا عزل و نصب بھي ان ہي کے اشاروں پر ہوتا تھا ۔ جب ابراہيم شاہ کي سلطنت کا خاتمہ ہوا تو معز اصفہان سے شيراز چلے آئے ۔ سياحت کے بيحد شائق تھے ۔ اِس لئے وھاں سے نکل کر بہت سے ملکوں کو ديکھتے ہوے آخر سورت (ہند) پہنچے اور وھاں سے اورنگ آباد ہوتے ہوے حيدر آباد آ گئے ۔ يہاں نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں نے ' جو نوّاب نظام الدولہ ناصر جنگ شہيد (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ھ) کے ديوان تھے ' اُن کو ھاتھوں ھاتھ ليا اور بہت قدر افزائي کي ۔ معز نواب کي خوش اخلاقي اور قدر داني کے ايسے مسخر ہوے کہ حيدر آباد ہي کے ہو رھے ۔ جب نوّاب شہيد ہوے تو اورنگ آباد ميں متوکلانہ پاؤں توڑ کر بيٹھ رھے ۔ بڑے خوش فکر آدمي تھے ۔

نمونۂ کلام یہ ھے :—

درخیالِ تو چو از خوابِ گراں برخیزم
ہمچو آئینہ سراپا نگراں برخیزم *
چشم از نسیم دارم شاید بہ روزگارے
آرد بدیدۂ من از کوي او غبارے *

ربا عي

یا راہ بکوي وصل محبوبم دہ
یا بیزاري ز صورتِ خوبم دہ *
یا ایں دلِ نا صبور از من بستاں
یا در غمِ ہجر صبر ایوبم دہ *

والہ

والہ تخلص ـ سید محمد موسوي نام ـ فرزند ملا سید محمد باقر موسوي ـ خراسان مولد ـ سال ولادت معلوم نہو سکا ـ اپنے فاضل باپ سے تمام علوم معقول و منقول پڑھے ـ فنِ شعر میں بھي اپنے والد ہي سے اصلاح لي ـ باپ کے انتقال کے بعد ہندوستان پہنچے ـ کچھہ دنوں بعد حیدرآباد آئے اؤر شاہي منصبدار ہو گئے ـ برسوں جاہ و ثروت سے ہم کنار رھے ـ حیدرآباد ہي میں شادي کرلي ـ اِسي وجہ سے بعض تذکرہ نویسوں نے حیدرآباد کو ان کا وطن لکھہ دیا ـ مگر یہ بالکل غلط ھے ـ في الحقیقت وہ خراسان کے رھنے والے تھے ـ نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) نے اپنے 'تذکرۂ گلزار اعظم' میں تحریر فرمایا ھے کہ " ظاہر ہو کہ صبح وطن اعظم (یہ تذکرہ بھي نواب موصوف نے تذکرۂ گلزار اعظم سے پہلے لکھا تھا) میں فرخندہ بنیاد حیدرآباد کو والہ کا وطن لکھا ھے ـ یہ غلطي 'گلدستۂ کرناٹک' کي پیروي سے ہوي ھے " ـ

ازدواجي تعلّق کي وجہ سے والہ نے حیدرآباد ہي کو اپنا وطن بنا لیا ـ ایک مدّت بعد نتھر نگر (ترچناپلي) چلے آئے ـ کششِ آب و دانہ اؤر موت نے یہاں سے نہ نکلنے دیا ـ

اعلی درجے کے شاعر تھے - ہر قسم کی نظم لکھنے پر قدرت رکھتے تھے - عروض و قافیہ میں ایک رسالہ اور فنِ انشا میں ایک کتاب لکھی ھے اور قانونچہ ' اس کا نام رکھا -

من اشعارہ :-

روغن کشیدنم ز دو بادامِ چشمِ تر
نفعے نکرد خشکیِ سودای خال را *

ز داغِ عشق تو تا گشت شاخِ دل دستم
نمود کوچۂ باغ است آستینِ مرا *

مبادا تیرِ نازش جانب دیگر نشان جوید
نگہ دزدیدنِ چشمش ہراساں می کند مارا *

ہر کہ ضبطِ نفَس کند چو صدف
عقدہاے دلش گہر کردد *

لالہ خونیں دل و گل زخمی و نرگس بیمار
در چمن دل بہ چہ تقریب شود وا بے تو *

غمزہ بیباک و نگہ مست و تبسّم لبریز
شوخ جادو فنِ من ! طرفہ بہ ساز آمدۂ *

قلم ای قاصد از شوقش رقم سازد جساں حرفے
کہ دل حرفے نویساند، نگہ حرفے ' زباں حرفے *

ز بس از خویش رفتم در خیالِ نرگسِ مستش
مرا ہشیاریم خوابِ فراموش است پنداری *

سنہ ۱۱۸۴ ہجری میں بمقام ترچناپلی رحلت کی اور یہیں دفن ھوے -

فصلِ دوم

وہ فارسي گو شعراے ہندوستان جو شمالي ہند سے دکن میں آئے -

علي

علي تخلص - ناصر علي نام - فرزندِ رجب علي پنجابي - سر ہند وطن - جو اِس وقت ریاست پٹیالہ کے علاقے میں ھے - سال ولادت سنہ ۱۰۴۸ ہجري -

کم سني ہي میں دہلي چلے گئے - وھیں تعلیم پائي - پہلے سیف[1] خاں حاکم سرہند کي ملازمت کي - سیف خاں کو حضرت عالمگیر بادشاہ نے الہ آباد میں صوبہ دار بناکر بھیجا تو علي بھي اُن کے ساتھ الہ آباد گئے - سیف خاں نے انتقال کیا تو سرہند واپس چلے آئے -

ایک دفعہ ماہِ صفر کے آخري چہارشنبہ کو ناصر علي باغ کي سیر کے لئے گئے ' وقت اچّھا تھا ' شیشۂ و پیالہ سامنے تھا اؤر ناصر علي مست تھے - اتفاقاً شیخ محمد معصوم خلف حضرت مجدّد الفِ ثاني رحمہ اللہ بھي اِسي باغ میں تشریف لائے - ناصر علي کو اِس حالت میں دیکھہ کر غصے سے دریافت فرمایا "یہ کیا ھے؟" ناصر علي نے جواب دیا "شراب" مگر وہ شراب جس کو فرشتے پیتے ہیں - شیخ تو چلے آئے ' مگر علما نے ناصر علي کي تکفیر کے ساتھہ قتل کا فتوي لکھدیا - اُن کے بھي مددگار بہت تھے ' چنانچہ میر محمد زماں خاں راسخ اؤر اِن کے رشتہ داروں نے مسلّح ھوکر ناصر علي کو اپنے

---

۱ - سیف خان شاہ جہان کے تیسرے بخشی تھے - سنہ ۱۰۷۹ ھجری میں بعہد دولت اورنگ زیب کشمیر کے صوبہ دار مقرر ھوے - چند روز بعد مستعفی ھوکر گوشہ نشین رھے - آخر دوستون کے اصرار پر گوشہ نشینی کو ترک کیا - سنہ ۱۰۸٦ ھجری میں پھر منصب و خطاب بحال ھوا اور الہ آباد کے ناظم مقرر ھوے - وھین سنہ ۱۰۹۵ ھجری میں وفات پائی -

ساتھ لیا اور دہلي پہنچاکر اُن کي جان بچائي - علي آخر میں حضرت شیخ کے بڑے معتقد ہوگئے تھے اور اپني مثنوي میں اُن کو اپنا مرشد تسلیم کیا ھے - غرض سیف خاں کے انتقال کے بعد علي سرہند سے بیجاپور پہنچے - سنہ ۱۱۰۰ ہجري میں حضرت عالمگیر کا لشکر بیجاپور کي طرف روانہ ہوا - ناصر علي نواب ذوالفقار خاں بن اسد خاں وزیر سے ملے - اِسي موقع کے لئے آزاد بلگرامي نے کہا ھے :-

بعد سیف آخر علي را ذوالفقار آمد بکار
لا فتی الّا علي لا سیف الا ذوالفقار *

ناصر علي نواب ذوالفقار خاں سے ملے تو قصیدۂ مدحیہ پیش کیا - اُس کا مطلع یہ ھے :---

اي شانِ حیدري ز جبینِ تو آشکار
نامِ تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار *

مطلع سنتے ہي نواب نے کہا کہ بس کرو! مجھے پورا قصیدہ سننے اور اُس کا صلہ دینے کي ہمت نہیں ھے - مطلع کے صلے میں ایک ھاتھي اور تیس ہزار روپیہ اور بقول دیگر ایک ھاتھي اور پانچ ہزار روپیہ عطا فرمایا - ناصر علي نے اِس عطیے کو لوگوں میں تقسیم کردیا اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا -

سنہ ۱۱۰۳ ہجري میں نواب ذوالفقار خاں کرناٹک کي تسخیر کے لئے روانہ ہوے تو ناصر علي بھي ہمراہِ رکاب آئے - یہاں حضرت شاہ حمید الدین[1] قدس سرہ سے دلي عقیدت رکھتے تھے - یہاں سے دہلي لوٹے تو حضرت شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ کے ھاتھ پر طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت کي اور بقیۃ العمر متوکلانہ زندگي بسر کي' کبھي کسي کے سامنے التجا نہیں لے گئے -

۱ - حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ جنوبي ھند کے مشہور اولیاے کرام میں سے ھیں - آپ کا مزار مبارک کنجی میں زیارت گاہِ خلایق ھے -

شاعري میں ناصر علي کا رتبه بہت بلند تها - غزل خوب کہتے تهے - مثنوي میں بهي کمال تها - اہل بغداد شریف سماع کي محفلوں میں ان کي مثنوي کے اشعار پڑها کرتے تهے -

من اشعاره :—

نیست غیر از عشق دل سوزے من افسرده را
شعله جنبش مي دہد نبضِ چراغِ مرده را *
از آبله هائے دلِ فریاد پرستاں
یک آبله در کام زبان است جرس را *
لبریز شد ز تنگیِ دل بسکه سینه ام
چوں رشته هاي شمع یکے گشت نالها *
رواج بے ہنري جز بہند جائے نیست
که این متاع دریں سر زمیں بود کمیاب *
از بسکه سنگ تفرقها در سراغِ ماست
چوں شیشۀ شکسته فروغِ چراغ ماست *
جاں میدهیم و درد جگر سوز مي خریم
چوں رشتۀ فتیله نفس صرف داغِ ماست *
زخميِ شوقِ تو کے ممنون قاتل مي شود
همچو ماہي مي طپد چندانکه بسمل مي شود *
امتیازِ شہر و صحرا داشت از نقصِ جنوں
ورنه مجنوں را خرابي هائے خود ویرانه بود *
سیر از جہاں شدم به گداز فنائے خویش
چوں اشتہائے سوخته کشتم غذاي خویش *
نمي گنجد به خلوت خانۀ دل آفتاب من
بروں از شیشه چوں آید گہر باشد شراب من *
مراد از ذکر معشوق است ترک ما سوا کردن
چو دل بر گردد از دنیا چه حاجت سبحه گرداني *

ناصر علي نے سنہ ۱۱۰۸ ہجري میں ساٹھہ سال کي عمر پاکر بمقام دہلي انتقال کیا - حضرت سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین اولیا رضي اللہ تعالي عنہ کي خانقاہ شریف میں دفن ہوے -

آزاد

آزاد تخلّص - میر غلام علي نام - میر نوح کے فرزند - قصبۂ بلگرام واقع صوبۂ اودھہ وطن - سنہ ۱۱۱۶ ہجري سال ولادت - آپ کا سلسلۂ نسب حضرت فخر الساجدین امام زین العابدین رضي اللہ تعالي تک پہنچتا ھے - بلحاظِ مذھب حنفي اؤر بلحاظ طریقت چشتي تھے -

درسي کتابیں میر طفیل محمد سے پڑھیں ' چنانچہ کہتے ہیں :—

شاگردِ خاصِ میرِ طفیلِ محمّدم * او در علومِ عقلي و نقلي است رھبرم

اپنے نانا علامّہ میر عبد الجلیل بلگرامي سے لغت ' حدیث ' سیرِ نبوي اؤر فنِّ ادب حاصل کیا - اپنے ایک شعر میں اِس طرف بھي اشارہ کیا ھے ' فرماتے ہیں :—

آزادِ ما کہ فضل و کمالے بہم رساند * خدمت نمود حضرت عبد الجلیل را

اپنے ماموں میر سیّد محمّد سے عروض و قوافي اؤر علم ادب میں مستفیض ہوے - پندرہ سال کي عمر میں فارغ التحصیل ہوچکے تھے - بڑے ذہین تھے - قوّتِ حافظہ نہایت قوي تھي - جو بات ایک مرتبہ سن لیتے کبھي نہیں بھولتے تھے -

سنہ ۱۱۳۰ ہجري میں حضرت زبدۃ السالکین سید لطف اللہ بلگرامي قدّس سرّہ العزیز سے طریقۂ چشتیہ میں بیعت کي - اِسي سال اپنے نانا کي ملاقات کے لئے ' جو شاہ جہاں آباد میں مقیم تھے ' بلگرام سے دہلي گئے ' دو سال وھاں قیام رہا ' اِس اثنا میں آپ کے خوان علم سے بہرہ اندوز ہوے - پھر وطن کي طرف مراجعت کي -

آپ کے ماموں میر سیّد محمّد موصوف الذکر سیوستان واقع ملک سندھہ میں میر بخشي اؤر وقائع نگاري کي خدمت پر مامور تھے -

آزاد ان سے ملنے کے لئے وھاں گئے - جب وہ رخصت لیکر بلگرام گئے تو آزاد نے نیابةً چار سال دونوں خدمتیں بہ خوبي انجام دیں - جب میر صاحب واپس آئے تو آزاد کو بلگرام جانے کي اجازت دي - یہ سنہ ۱۱۴۷ ھ کا واقعہ ھے - اثناے راہ میں شاہ جہاں آباد پہنچے تو معلوم ھوا کہ آپ کے والد ماجد مع اہل و عیال الہ آباد تشریف لے گئے ہیں - آپ نے الہ آباد کا قصد کیا اور تین سال والد کي خدمت میں رھے - سنہ ۱۱۵۰ ھ میں بیت اللہ شریف روانہ ھوے -

اپني سفر کي کسي کو اطلاع نہیں دي، یہاں تک کہ آپ کے عزیزوں کو بھي تین دن کے بعد روانگي کي خبر معلوم ھوي - مُلک مالوہ تک پیادہ پا گئے - اتفاقاً نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۱۳ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجري) کا لشکر اِسي ملک میں خیمہ افگن تھا اور نواب بہ نفسِ نفیس وھیں تشریف فرما تھے - قسمت کي یاوري سے آزاد کي باریابي ھوگئي - آپ نے یہ رباعي پیش کي :—

اي حامیِ این محیط جود و احساں
حق داد ترا خطاب آصف شایاں *
او تخت بدرگاہِ سلیماں آورد
تو آلِ نبي را بہ درِ کعبہ رساں *

نوّاب نے ازراہِ غربا نوازي سفر خرچ مرحمت فرمایا - زادِ راہ سے مطمئن ھوکر حرمین شریفین روانہ ھوے - 'سفر خیر' اس سفر کي تاریخ ھے - ۱۱۵۰ ہجري

مکّۂ معظمہ میں شیخ عبد الوھّاب طنطاوي سے حدیث پڑھي - مدینۂ منوّرہ میں شیخ محمد حیات سندھي سے صحیح بخاري اور باقي صحاح کي سند پائي -

حج و زیارت سے مشرّف ھوکر سنہ ۱۱۵۲ ہجري میں دکن کا رُخ کیا اور اورنگ آباد پہنچکر شاہ مسافر رحمہ اللہ کے تکیے میں گوشہ نشیني اختیار کي -

سنہ ۱۱۵۸ ہجری میں نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید والی حیدر آباد (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجری) اپنے والد نواب آصفجاہ کی طرف سے اورنگ آباد کی صوبہ داری پر مامور ہوے تو آزاد کو بھی طلب فرمایا، اُن سے تپاک سے ملے، عزت افزائی کی اور مدّت العمر اپنا مقرب بنائے رھے۔ اپنے اشعار کی بھی ان ہی سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ نوّاب کے ساتھ کرناٹک دیکھا اور ارکاٹ بھی ہمراہِ رکاب گئے۔ یہیں سنہ ۱۱۶۴ ہجری میں نواب کی شہادت ہوی۔ اس واقعے کے بعد آزاد اورنگ آباد گئے اور شاہ مسافر قدّس سرّہ العزیز کے تکیے میں مقیم ہوے۔

سنہ ۱۱۶۷ ہجری میں نواب امیر الممالک صلابت جنگ والی حیدر آباد (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۱۷۵ ہجری) نے نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خاں کو خدمت وکالت سے سرفراز کرکے حیدر آباد بلایا تو نوّاب صمصام الدولہ نے آزاد کو بڑی تمنا کے ساتھ طلب کیا۔ آپ حیدر آباد پہنچے۔ نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ہجری) نے آپ کی قدر افزائی کی۔ سنہ ۱۱۷۸ ہجری میں آپ پھر اورنگ آباد چلے آئے اور وھیں شاہ مسافر رحمہ اللہ تعالیٰ کے تکیے میں ایسے فروکش ہوے کہ تا حیات وھیں رھے۔

آفت زدوں کی ہمدردی، امداد اور احتیاج مندوں کی حاجت روائی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ جس زمانے میں نواب شہید کے مقرّب تھے تو سیکڑوں اہل غرض کو اپنی کوشش اور سفارش سے فائز المرام کیا۔

عربی اور فارسی کے تمام علوم میں دستگاہِ کامل رکھتے تھے۔ تاریخ گوئی میں خاص مہارت تھی۔ بڑے اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنّف تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:-

(۱) تذکرۂ خزانۂ عامرہ (۲) ید بیضا (۳) تذکرۂ سرو آزاد (۴) غزلانِ ہند (۵) شرح صحیح بخاری تا کتاب الزکوٰۃ (۶) شمامۃ الہند فی

ذکر الہند (۷) سند السعادات في حسن خاتمة السادات (۸) روضة الاولیاء خلد آباد (۹) مآثر الکرام (۱۰) سبحة المرجان في آثار ہندوستان (۱۱) دیوانِ عربي (۱۲) دیوانِ فارسي -

آپ کے عربي نعتیہ قصائد، فصاحت و بلاغت کے نمونہ تھے - اہلِ عرب ان اشعار کو سُن کر سر دھنتے اور تعجب کرتے تھے کہ ایک ہندي الوطن اور ایسا فصیح و بلیغ !

من اشعارہ :—

الٰہي نالۂ گرمے دلِ دیوانۂ مارا
کرامت کن نہالِ آتشینے دانۂ مارا *

با سرمہ سروکار ندارد بصرِ ما
خاکِ قدمِ یار بود در نظرِ ما *

ہنوز از دامنِ صحرايِ مجنوں عشق مي خیزد
کہ ہنگامِ گذر افتادنِ ما دل طپید آنجا *

دریں خرابہ نشستم زرہرواں تنہا
کہ وا گزاشت مرا پیرِ کارواں تنہا *

اگر چہ خاک شدم اضطرابِ من باقي است
کہ پیچ و تابِ رسن بعدِ سوختن باقي است *

زدہ ام برسرِ جہاں پا پوش
بے سبب ایں برہنہ پائي نیست *

مانيِ نازک قلم نقشے ز چشمِ مست بست
چوں نظر افگند برمحرابِ ابرو دست بست *

بلبلِ سوختہ را نیست نشانے پیدا
ایں قدر ہست کہ دود از قفسے مي آید *

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر مي شوم تصویرِ جاناں در بغل *

چو سایه در قدمِ سروِ سرفرازِ توام
مریدِ سلسلۂ گیسوی درازِ توام *

میسّر گر شود آزاد! این مطلب چه خوش باشد
دمے با گل نشستن در بروی باغبان بستن *

رباعي

ہر چند نه برگے نه نواے دارم * در زاویۂ خمول جاے دارم
امّا ز محبّتِ رسول الثقلین * در سینه بهشتِ دل کشاے دارم

رباعي

کس را خبرے نیست چه آید فردا * نیرنگیِ قدرت چه نماید فردا
نومید مشو ز مژدۂ عالمِ غیب * شب حامله است تا چه زاید فردا

آزاد نے سنه ۱۱۹۵ ہجري میں روضۂ خلد آباد میں حضرت شاہ برهان الدین غریب قدّس سرّہ العزیز کے مزارِ شریف کے قریب ایک قطعۂ زمین خرید کر اُسکا نام 'عاقبت خانه' رکھا اور وهاں اپنے لئے ایک قبر بنوائي - جب یه سب هوچکا تو ایک بڑي ضیافت کي اور اس میں مشایخ و شعراء و امراء کو مدعو کیا - انواع و اقسام کے کھانے دسترخوان پر رکھے - کھانے سے فارغ هوکر ہر ایک سے نہایت تپاک کے ساتھ مصافحه کیا اور کہا که "یه وداعي ضیافت تھي - ہذا فراق بیني و بینک" اس کے بعد بالکل زاویۂ خمول میں بیٹھ گئے اور پانچ سال بعد سنه ۱۲۰۰ ہجري میں اِس دارِ فاني سے ملکِ جاوداني کا سفر کیا - کسي شاعر نے تاریخِ رحلت کہي :-

آہ غلام علي آزاد
سنه ۱۲۰۰ ہجري

واضح

واضح تخلّص - مرزا مبارک الله خاں نام - میر اسحاق بن میر محمد باقر المخاطب به ارادت خاں کے فرزند - وطن اور سالِ ولادت معلوم نہیں -

اِن کے دادا ارادت خاں ساوہ کے مشہور شریفوں میں سے تھے - مرزا جعفر آصف خاں کي دختر سے اِن کا عقد ہوا - جہانگیر بادشاہ (سنہ ۱۰۱۴ تا سنہ ۱۰۳۶ ہجري) کے عہد میں بخشي کے عہدے پر سرفراز ہوے - شاہ جہاں (سنہ ۱۰۳۶ تا سنہ ۱۰۷۰ ہجري) کے زمانے میں منصب وزارت پر فائز ہوے - عرصۂ قلیل میں دکن کي صوبہ داري اؤر اعظم خاں کا خطاب پایا - بارہا یکے بعد دیگرے گجرات ' بنگالہ ' کشمیر اؤر الہ آباد کي صوبہ داري پر سرفراز ہوتے رہے - آخر شاہ جہاں نے اختیار دیدیا کہ جس صوبے کو انتخاب کرو وہاں کي حکومت لے لو - اُنھوں نے جونپور کي فوجداري مانگ لي اؤر اُسي کو اپنا وطن بنالیا -

واضح کے والد میر اسحاق کو عالمگیر بادشاہ نے ارادت خاں کا خطاب دے کر جاگنہ کي فوجداري مرحمت فرمائي - پھر اؤرنگ آباد اؤر گلبرگہ شریف کي قلعہ داري پر متعین کئے گئے - شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانے میں منصب چار ہزاري عطا ہوا -

واضح اچھے شاعر تھے اؤر فنِ شعر میں راسخ سے تلمّذ رکھتے تھے - من اشعارہ :—

موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا
در طپیدن رفت از کف دامنِ قاتل مرا *

بہ جیبِ صبح ز خورشید گل فشاني ہاست
بہ جامِ پیريِ ما بادۂ جواني ہاست *

واضح بہ ہیچ راہ دلم وا نمي شود
این قفل زنگ بست شکستن کلید اوست *

خیال روي او دل راز پا مستانہ اندازد
نسیمِ گل شرر در خرمنِ دیوانہ اندازد *

پریشاني یک دل مي برد جمعیّت عالم
شکست شیشۂ ما سنگ در میخانہ اندازد *

سنہ ۱۱۲۸ ہجري میں بمقامِ جونپور اس دارِ فاني سے چل بسے -

نصرت

نصرت تخلص ـ میر محمد نعیم خاں نام دلاور خاں خطاب ـ فرزند میر محمد عبد العزیز ـ مولد سیالکوٹ ـ سال ولادت معلوم نہیں ـ

اِن کا عقد امراے عالمگیری میں سے ایک امیر عنایت اللہ خاں کشمیری کی دختر سے ہوا تھا ـ نصرت کے والد شاہزادہ دارا شکوہ فرزند اکبر و ولی عہد شاہ جہاں کے ملازم تھے ـ دارا شکوہ کے ادبار کا زمانہ آیا اور اورنگ زیب کے اقبال کا ستارہ چمکا تو یہ بھی ملازمین عالمگیری میں داخل ہوگئے ـ رفتہ رفتہ منصب دو ہزاری اور دلاور خاں کے خطاب سے سرفراز ہوے ـ

باپ کے انتقال کے بعد شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں نصرت کو بھی خطاب دلاور خاں مرحمت ہوا ـ فرّخ سیر کے شروع زمانے میں نواب آصف جاہ دکن کے صوبہ دار کئے گئے تو نصرت بھی اِن کے ہم رکاب دکن میں آگئے ـ جب امیر الامراء سیّد حسین علی خاں کو دکن کی صوبہ داری ملی تو انھوں نے نصرت کو رائچور کا فوجدار بنایا ـ نواب آصف جاہ دکن کے مستقل حاکم ہوگئے تو نصرت اِن کے مقرب بن گئے ـ نصرت اچھے شاعر تھے ـ اشعار میں شستگی و فصاحت ہوتی تھی ـ نمونۂ کلام یہ ہے :—

جوشِ دردش کرد فارغ از غمِ دنیا مرا
دل طپیدن برد تا ساحل ازیں دریا مرا *
فکرِ زاہد پئے راحت غمِ ما بہر رخش
ہر کسے در خورِ ہمت بتلاش است ایں جا *
چشم پوشیدہ تواں کرد سفر
چہ قدر راہ فنا ہموار است *
بباغ دہر دلیل قبول بے ہنری است
کہ سرِ بلندیِ سرو سہی ز بے ثمری است *

به محفلے که به یک درد سر دوا بخشند
چه مي شود دل مارا اگر بما بخشند *
شیشۂ ساعت بود آئینۂ دنیا و دیں
گر یکے آباد گردد دیگرے ویراں شود *

آصف

آصف تخلص - میر قمر الدین خاں نام - آصف جاہ - نظام الملک - خان دوران خاں بہادر - فتح جنگ خطاب - غازي الدین خاں فیروز جنگ کے فرزند ہیں - سنہ ۱۰۸۲ ہجري میں ہندوستان میں پیدا ہوے - 'نیک بخت' تاریخ ولادت هے - اجداد کا وطن ملک سمرقند تھا -
۱۰۸۲

آپ کے دادا عابد خاں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردي قدس سرہ کي اولاد واحفاد میں سے تھے - نواب سعد الله خاں مشہور وزیر شاہ جہاں آپ کے نانا تھے -

آپ کي تعلیم اکابر علماء و فضلاء دہر کے زیر نگراني هوي - علوم معقول و منقول میں مہارت کاملہ رکھتے تھے - عربي فارسي ترکي اور ہندي میں استعداد تامہ و نظر بالغہ رکھتے تھے -

آپ کے دادا عابد خاں شاہ جہاں کے عہد میں سمرقند سے ہندوستان آئے - بادشاہ کي ملازمت اور شاہزادہ اورنگ زیب کي مصاحبت کا شرف پایا - جب اورنگ زیب عالمگیر هوکر سریر آراے سلطنت ہند هوے تو عابد خاں کو بڑا منصب ملا اور 'صدارت کل' کي اعلیٰ خدمت عطا فرمائي گئي اور چین قلیچ خاں کا خطاب بھي مرحمت هوا - چین قلیچ خاں کي وفات کے بعد آپ کے فرزند شہاب الدین کو 'غازي الدین خاں بہادر فیروز جنگ' کا خطاب اور عمدہ منصب و خدمت دي گئي - اور اس کے ساتھ ہي 'فرزند ارجمند' کا خطاب بھي ایزاد هوا - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں گجرات کي صوبہ داري پر متعین هوے اور وهیں ملک بقا کي راہ لي -

جناب آصف آپ ہي کے فرزند ہیں - والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ کو دادا کا خطاب اور منصب چار ہزاري عطا ہوا - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد دولت میں اودہ کي صوبہ داري اور لکھنو کي فوجداري سے سرفراز ہوے اور 'خان دوران خاں بہادر' خطاب بھي مرحمت ہوا - مگر جیسا کہ سب کو معلوم ھے یہ زمانہ بہت ہي پر آشوب تھا - عالم گیر بادشاہ کي اولاد میں جدال و قتال کا بازار گرم تھا - ہر ایک دعوي دار سلطنت ہو رہا تھا - جناب آصف جاہ نے دور اندیشي کرکے اسي میں مصلحت و عافیت دیکھي کہ آپ ان خرخشوں سے دور ہوکر شاہ جہاں آباد میں خانہ نشین ہو بیٹھے - مگر آپ کي ذات گرامي ایسي تھي کہ چین سے نہ بیٹھنے دیا گیا اور شاہ عالم کي وفات کے بعد معز الدین جہاں دار شاہ نے آپ کو اپنے پرانے خطاب سے کھینچ بلایا - فرخ سیر نے آپ کے خطابات عالیہ پر 'نظام الملک بہادر فتح جنگ' کا اضافہ فرمایا اور ہفت ہزاري بنا کر دکن کي صوبہ داري بحال کردي - چند روز کے بعد دکن امیر الامراء حسین علي خاں کے سپرد ہوا تو آصف جاہ دارالخلافت میں واپس تشریف لے آئے - تھوڑے دنوں کے بعد مراد آباد اور پھر مالوہ کي صوبہ داري پر سرفراز ہوے -

ہندوستان کے لئے یہ زمانہ نہایت نازک تھا - سلطنت ڈانوا ڈول تھي' اراکین دولت میں سے جو نمک حلال تھے اس حالت سے سخت متوحش تھے - تخت کے گرد خود مطلبوں اور نمک حراموں کا نرغہ تھا - بالخصوص آصف جاہ بہادر سے سخت مخالفت تھي اور اعیان دولت منافقت سے پیش آتے تھے - ناچار آپ ملک دکن کو اپنے قبضے میں لانے کے ارادے سے روانہ ہو گئے - مگر سنہ ۱۱۴۳ ہجري میں آپ کو دارالسلطنت دہلي میں واپس بلا لیا گیا - یہ محمد شاہ رنگیلے کا زمانہ تھا - بادشاہ نے آپ کو خلعت و قلمدان وزارت پیش کیا - ان ہي دنوں معزالدولہ حیدر قلي خاں اسفر اینی ناظم گجرات نے علم بغاوت بلند کیا - محمد شاہ نے پریشان ہوکر گجرات اور مالوہ کي وزارت اور امارت دکن آپ ہي کو دیدي اور حیدر قلي خاں کي سرکوبي کے لئے بھیجا -

امراء دار السلطنت حسد کي آگ سے بھڑک اٹھے ۔ انھوں نے بادشاہ کو آپ کي طرف سے بدظن کردیا ۔ بے عقل بادشاہ نے دکن کي صوبہ داري سے آپ کو معزول کرکے وہ صوبہ مبارز خاں ناظم حیدر آباد کے سپرد کردیا ۔ اِس سے آپ کا دل ٹوٹ گیا اور دہلي آگئے ۔ آپ نے دہلي کي آب و ہوا کي ناسازگاري کا بہانہ کرکے مراد آباد جانے کي اجازت مانگي ۔ امراء سلطنت تو آپ کو دہلي میں دیکھنا ہي نہ چاہتے تھے ۔ اجازت مل گئي ۔ فوراً آپ روانہ ہوگئے اور بجاے مراد آباد کے دکن کا رخ کیا ۔

دکن پہنچے تو مبارز خاں نے آپ کو روکا ۔ آخر ۳ محرم سنہ ۱۱۳۷ ہجري کو بمقام شکر کھیڑہ واقع برار اقبال و ادبار کا مقابلہ ہوا ۔ گھمسان کي لڑائي ہوي ۔ مبارز خاں اور اس کے دو فرزند اسور خاں اور مسعود خاں مارے گئے اور جناب آصف جاہ بہادر اس تمام ملک پر (جس کي سرحد نربدا سے بیجاپور تک اور حیدر آباد سے دریائے شور تک تھي) قابض و متصرف ہوگئے ۔

محمد شاہ نے یہ دیکھکر آپ کي دلجوئي کي اور سنہ ۱۱۳۸ ہجري میں خطاب آصف جاہ اپني طرف سے عطا فرمایا ۔

غرض آپ خسروان دکن کے اجداد امجاد میں سے ہیں اور سلطان العلوم اعلیٰ حضرت قوي شوکت ہز اِکزا لٹڈ ہائینس نواب سر میر عثمان علي خاں بہادر جي ۔ سي ۔ یس ۔ ائي فرمان فرماے حال آپ ہي کي اولاد ہیں ۔ خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و شوکتہ و سلطنتہ ۔

جناب آصف کو مدت العمر خلائق کي بہبود اور رعایا و برایا کي عافیت و راحت کا خیال رہا ۔ عرب و عجم و ہندوستان کے ہزاروں حاجت مند آپ کے چشمۂ فیض کے زلہ ربا تھے ۔ آپ کے عدل و انصاف اور خیر گیري رعایا کا ادنیٰ کرشمہ یہ تھا کہ ظلم و ظالم کا نام قریباً مٹ ہي گیا تھا ۔

فن شاعري میں آپ جناب مرزا عبدالقادر بیدل سے اصلاح لیتے تھے - پہلے شاکر تخلص کرتے تھے پھر آصف - آپ کے دو ضخیم فارسي دیوان ہیں' جو مطبع سرکار آصفیہ میں طبع ہو چکے ہیں - آپ کا کلام ذیل میں درج ھے :—

تا مقابل کردبا خود حسن یار آئینه را
آمد آب تازهٔ بر روي کار آئینه را *

مي کنم روي طلب ہر جا که مي خواني مرا
مانلم ہمچوں ورق ہر سو که گرداني مرا *

مژگانِ سرمه دار تو چوں تیغ بر کشد
در سر رود بلند نه گردد صداي ما *

درخیابان باغ نظاره
آصف خسته را نهال کنید *

تا شهید خنجر مژگانِ یارم کرده اند
سرمه در چشم قیامت از غبارم کرده اند *

از رنگ تواں یافت که در سینه چه دارم
درد دل من حاجت تقریر ندارد *

از حال دل کم شده دیگر چه تواں گفت
خوابیست فراموش که تعبیر ندارد *

بوبسته نگردد ز گره بستن عنبر
سودا زده را فائده زنجیر ندارد *

از کوشش بیهوده مپر سید ز شاکر
عمریست که مي نالد و تاثیر ندارد *

ندارم تاب خجلت هاي فردا
بشوید کاش اشکم دفتر امروز *

قطرهٔ بودم و دریا شدنم بود امید
عقده درکار من افتاد و گہر گردیدم *

سخت دشوار است تاثیر سخن در غافلاں
بشکند صد تیشه تا از سنگ آب آید بروں *

سنه ۱۱۶۱ ہجري میں آپ نے بمقام برھان پور انتقال فرمایا۔ جسد مبارک برھان پور سے اورنگ آباد لایا گیا اور حضرت شاہ برھان رحمه الله کے مزار شریف کے پائیں سپرد خاک کردیا گیا۔

زکي

زکي تخلص۔ شیخ مهدي علي نام۔ مراد آباد مولد۔ سال ولادت معلوم نہیں ہوا۔ مدتوں لکھنؤ میں مقیم رھے۔ فرنگي محل (لکھنؤ کا ایک محله) کے علما سے تحصیل کي۔ کچھ دنوں ضلع سہارنپور میں نائب تحصیلدار رھے۔

دوران قیام لکھنؤ میں اچھے اچھے شعراء سے صحبتیں رھیں۔ خود بھي اچھے شاعر تھے۔ فن تاریخ میں بھي خوب مہارت رکھتے تھے۔ نواب آصف جاہ والي حیدر آباد (سنه ۱۱۳۰ تا سنه ۱۱۶۱ ہجري) کي مدح میں ایک قصیدہ کہا جو شاعري کي مختلف صنعتوں پر مشتمل تھا۔ اُن کے دیوان سے چند شعر بطور نمونه لکھے جاتے ہیں :—

جمال یار په ہم نے یه ٹکٹکي باندھي
که اپني آنکھ کا تل اُس کے منھ کا خال ھوا *

یه جگر دل کا ھے اي سوز محبت ورنه
پھینک دیتے ہیں شرر سینے سے پتھر باہر *

شب آنے میں قاتل کے جو دیر گذري
تجھے اي اجل یاد کرتے رھے ہم *

اٹھائے بہت سے مزے زندگي کے
بہت تجھ پر اي شوخ مرتے رھے ہم *

ماہتابي پر جو وہ خورشید رو ھے بے حجاب
اپنے جامے سے ھوي جاتي ھے باہر چاندني *

دل ہم سے رھا جدا ہمیشه
گویا وہ ضمیر منفصل ھے *

حسرت اي تازه اسيران قفس آتي هے
دهوم سے فصل بہار اب کے برس آتي هے *
حشر هو جائيگا بے تابي دل سے ليکن
راه پهر بهي تري اے عہد شکن ديکهينگے *

زکي کي وفات کا سال معلوم نهو سکا - چونکه وه نواب آصف جاه کے عہد ميں موجود تهے اۆر نواب موصوف کي خدمت ميں ايک مدحيه قصيده پيش کيا تها اۆر نواب کي رحلت سنه ۱۱٦۱ ہجري ميں هوي ' اس سے پته چلتا هے که وه سنه ۱۱٦۱ ہجري تک زنده تهے - اِسي بنا پر ہم نے ان کا نام اميد (المتوفي سنه ۱۱۵۹ ہجري) کے بعد سپرد قلم کيا هے -

مخمور

مخمور تخلص - مرزا لطف الله نام - مرشد قلي خاں خطاب - حاجي شکر الله تبريزي کے فرزند - سورت مولد - سال ولادت سنه ۱۰۹۵ هہ - ' بر سپہر سعادت آمد ماه ' تاريخ ولادت هے - ان کے والد ولايت سے ہندوستان آئے اۆر سورت ميں قيام کيا - يہيں مخمور ۱۰۹۵ هہ پيدا هوے - آقا حبيب الله اصفہاني سورت ميں مقيم تهے - اُنهي سے مخمور نے عربي اۆر فارسي کي درسي کتابيں پڑهيں - فن شعر ميں بهي اُن ہي کے شاگرد ہوے -

باپ کے اِنتقال کے بعد به حيثيت تاجر بنگاله پہنچے - نواب سرفراز الدوله بہادر ناظم بنگاله نے ان کي شرافت ذاتي و نسبتي اۆر علم و فضل کو ديکهکر انهيں اپني دختر سے منسوب کرديا اۆر سفارش کرکے شاه دہلي سے اعلیٰ منصب اۆر مرشد قلي خاں کا خطاب دلوايا - مدّتوں اُڑيسه کي نظامت پر مامور رهے - آخر اپنے ماتحتوں کے مکر و فريب سے تنگ آکر اس عہدے کو خير باد کہا اۆر نواب آصف جاه کي خدمت ميں پہنچے - برسوں حيدر آباد ميں نواب کي بدولت خوش حالي سے زندگي بسر کي -

مخمور سليم الطبع ' خوش مزاج تهے - فاضل اۆر فصيح اللسان شاعر تهے - زمين کي پيمايش اۆر کار بند و بست ميں کافي مہارت رکهتے تهے -

من اشعاره :—

گرفت شور جنونم چناں گریباں را

که بر میاں زده ام دامن بیاباں را *

تعجب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد

که زخم کهنه را خاکستر عقرب دوا گردد *

ز دوناں کے بخود درماندگانرا کار بکشاید

کره امکاں ندارد باز از انگشت پا گردد *

تسکین دل ز صحبت روشن دلاں طلب

آئینه بے قراري سیماب مي برد *

چرا بسر نرود زود دفتر ایام

که خود بخود ورقِ این کتاب مي گردد *

مي فریبد نازنیناں را بهر صورت که هست

کاش چوں آئینه من هم جوهرے مي داشتم *

سنه ۱۱۶۴ هجري میں بمقام اورنگ آباد سفر آخرت پیش آیا ۔

حاکم

حاکم تخلص ۔ حکیم بیگ خاں نام ۔ فرزند شادماں خاں اوزبک ۔ سال ولادت معلوم نهیں ۔ ان کے والد عالمگیر (سنه ۱۰۶۹ تا سنه ۱۱۱۸ ھ) کے عهد میں بلخ سے هندوستان آکر هفت صدي منصب شاهي سے سرفراز هوے ۔ محمد شاه کے زمانے تک منصب پنج هزاري اور نوبت و نقاره تک ترقي پائي ۔ لاهور میں سکونت اختیار کي ۔ باپ کے اِنتقال کے بعد حاکم کو بھي محمد شاهي دربار سے منصب و خطاب خاني مرحمت هوا ۔ آخر میں فقر کي دولت پر قناعت کي اور شاه عبد الحکیم اپنا نام رکھا ۔ اسي حالت میں دهلي اور کشمیر کي سیر کي ۔

حاکم ، واقف کے ساتھ تقریبا سنه ۱۱۷۴ ھ میں دکن کي سیر کے لئے پنجاب سے نکلے ۔ اورنگ آباد پهنچے ۔ میر غلام علي آزاد کے یهاں ایک هفته مهمان رهنے کے بعد دونوں سورت چلے گئے ۔

حاکم نے شاعروں کا ایک تذکرہ بنام 'مردم دیدہ' لکھا ھے ۔ فصیح اللسان شاعر تھے ۔ فن شعر میں شاہ آفرین لاہوری سے تلمذ تھا ۔ چنانچہ وہ خود کہتے ہیں :--

حاکم نہ داشتم سرو سامان فکر شعر
از فیض 'آفریں' بہ سخن آشنا شدم *

من اشعارہ :--

گر شدم پیر ہمہ عیش شباب است مرا
چوں شود خم قد من جام شراب است مرا *

در موسم خط حاکم از و چشم بپوشم
در شب چہ کنم گر نکنم تختہ دکاں را *

نیست مارا بر امیران جہاں حاکم نظر
از امیر المومنیں چشم کرم داریم ما *

حاکم برنگ غنچہ بگلزار روزگار
تنگی ز دل بخندہ بروں کردہ ایم ما *

ز ابلہی مکن اشعار را وسیلۂ رزق
ببیں زمین سخن قابل زراعت نیست *

کشیدم ذلت ہر نیک و بد پابوس او کردم
برائے ایں نماز از آبروی خود وضو کردم *

مہرم از گردش ایام بتنگ آمدہ ام
صبح گر وا شدہ ام شام بتنگ آمدہ ام *

سنہ ۱۱۷۸ ھ میں بمقام تھٹہ (واقع سندھ) انتقال کیا ۔

عاجز

عاجز تخلص ۔ عارف الدین خاں نام ۔ اجداد کا وطن بلخ تھا ۔ ان کی ولادت ہندوستان میں ہوئی ۔ سال تولد معلوم نہوا ۔ شہنشاہ عالم گیر کے عہد میں ان کے والد بلخ سے ہند میں آئے ۔ نواب آصف جاہ کے والد نواب فیروز جنگ کی سفارش سے بادشاہی منصب دار ہوے ۔ عاجز

کم سن ہي تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا - سایۂ پدري گیا تو کوئي سہارا نہ رہا - خوش قسمتي کہ نواب سیّد لشکر خاں المخاطب بہ رکن الدولہ نصیر جنگ نے ' جو امرائے آصفیہ سے تھے ' ان کي پرورش اور تعلیم کا بیڑا اُٹھایا - فضلائے عصر سے درسي کتابیں پڑھیں - فارغ التحصیل ہونے کے بعد نواب موصوف کي رفاقت میں رہے - ان ہي کے ہم رکاب ہندوستان سے اورنگ آباد آکر ان کے توسل سے نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۳۷ تا ۱۱۶۱ ہجري) کي خدمت میں باریاب اور منصب و خطاب خاني و جاگیر سے سرفراز ہوے - ایک قول یہ بھي ہے کہ نواب ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجري) کے عہد میں خطاب و جاگیر مرحمت ہوي اور رسالے کي بخشي گري پر بھي سرفراز ہوے -

عاجز قناعت پسند اور غیور تھے - اپني ترقي کے لئے کبھي کسي سے استدعا نہیں کي - ان کي طبیعت کو شعر و شاعري سے قدرتي مناسبت تھي - مدت قلیل کي مشق سے اچھے شاعر بن گئے - تاریخ گوئي میں بھي اچھي مہارت تھي - ریختہ اور فارسي میں شعر کہتے تھے - دونوں زبانوں میں کلام شستہ اور صاف ہوتا تھا - ان کے فارسي اشعار کا نمونہ یہ ہے :-

سوخت یاد آں لب مي گوں دل بیتاب را
کشت آخر آتش یاقوت ایں سیماب را *

برق حسنت افگند در دل شرار آئینہ را
سایۂ خال تو سازد داغدار آئینہ را *

شور صور صبح محشر مي رسد عاجز بگوش
بے لب میگون یار از قلقل مینا مرا *

بزہد خشک نتواں یافت فیض عارفاں ہرگز
کجا کار شراب از نشۂ تریاک مي آید *

پس از ناصر علي عاجز گہر ریز سخن آمد
نکوئے گر رود از دہر نیکو تر شود پیدا *

تا حریر خندہ اش از نکہت گل بافتند
طیلساں گریہ ام از آہ بلبل بافتند *

ریختہ کا یہ انداز ھے :-

ارے ناصح عبث کرتا نصیحت ترش رو ھوکر
کھٹائي کا مجھے پرہیز ھے مت بیچ اچار اپنا *

نو بہار آنے سے کل آیا ھے اي صیاد یاد
اب کریگا کیوں اسیروں کا دل نا شاد شاد *

گردن اپني کرکے خم آیا ھوں اي قاتل شتاب
سر اتھاکر آج بار خنجر فولاد لاد *

آئي بہار رنگت سے خوش ھے دماغ باغ
لیکر کھڑي ھے نرگس مخمور اباغ باغ *

عاجز بھي شمع آہ جلاتا ھے دشت میں
روشن اگر گلوں سے ھوا ھے چراغ باغ *

عاجز نے ریختہ میں ایک مثنوي بنام لعل و گوھر لکھي ھے - اس کے چند اشعار یہ ہیں :-

الٰھي دے مجھے رنگیں بیاني * عطا کر مجھکو یاقوت معاني
سخن کے در کا مجھکو جوھري کر * سخن سنجوں کو میرا مشتري کر
سخن کا لال دے میري زباں کو * در معني سے بھر میرے بیاں کو
جنوں کے دشت کا بنکر بگولا * خرد کي راہ کو وحشت سے بھولا
غزالوں کي طرح سر گرم رم تھا * بیاباں اس کو گلزار ارم تھا
وھاں کي ریت ہیرے کي کني تھي * وھاں کے کانٹے بھالوں کي آني تھي
وھاں کي باد تھي شوریدہ صرصر * وھاں کي کنکري تھي مثل اخگر

سنہ ۱۱۷۷ ہجري میں عاجز ایسے سخت علیل ھوے کہ امید زیست منقطع ھو گئي - اپنے دوست مرزا معز الدین اصفہاني کو جو حیدر آباد میں مقیم تھے کہلا بھیجا کہ " اگر میں مر جاؤں تو میري تاریخ وفات کہہ دینا " مرزا نے از راہ ظرافت جواب دے بھیجا کہ " تم خود تاریخ کہنے میں اچھا ملکہ رکھتے ھو - دنیا چھوڑنے سے پہلے اپني تاریخ خود کیوں نہیں کہہ جاتے ؟ " یہ سنکر عاجز مسکراے اور وہیں اپنے نام اور تخلص کے اعداد

جمع کئے تو ایک عدد بڑھ گیا - کہا کہ اگر اگلے برس مروں تو بھی تاریخ کام آجائے اتفاق دیکھئے کہ اُنھیں صحت ہوگئی - اس کے بعد ناندیڑ گئے اور دوسرے سال یعنی سنہ ۱۱۷۸ ہجری میں وہیں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوے -

تاریخ وفات یہ ھے 'عارف الدین خان عاجز'
سنہ ۱۱۷۸ ہجری

عاشق

عاشق تخلص - میر قاسم خاں نام - خواجہ عبید اللہ خاں کے فرزند - اکبر آباد وطن - سال ولادت معلوم نہیں - ان کے والد، محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں صوبۂ مالوہ کے دیوان تھے - اس خدمت سے معزول ہوکر نواب آصف جاہ والی دکن (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجری) کی خدمت میں پہنچے اور منصب جلیلہ پر سرفراز ہوے - عاشق اپنے والد کی رحلت کے بعد نواب موصوف کے مورد عنایات بنے - میر سامانی کی خدمت پائی - ایک دن غصے میں اپنے کسی ملازم کو اتنا مارا کہ وہ مرگیا - اِس لئے آقا کے معتوب ہوکر معزول کر دئے گئے - آصف جاہ کے اِنتقال کے بعد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجری) نے رحم کرکے اُن کو اپنی مصاحبت میں لے لیا - مگر نواب امیر الممالک صلابت جنگ (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۱۷۵ ہجری) کے عہد کے دوسرے ہی سال یعنی سنہ ۱۱۶۵ ہجری میں اورنگ آباد سے دہلی چلے آے اور گوشہ نشینی اختیار کی -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

ہر سال در بہار بہ کسب شرف جنوں
آید برہنہ پا بہ طواف دماغ ما *
پیش من چوں مے نباشد میرم از درد خمار
شیشہ چوں خالی شود پُر می شود پیمانہ ام *

بقول صاحب 'تذکرۂ محبوب الزمن' سنہ ۱۱۸۱ ھجری اور بقول مولف 'نتایج الافکار' بارھویں صدی ہجری کے اخیر میں انتقال کیا -

ایجاد

ایجاد تخلص مرزا علي نقي خاں نام - برهان پور مولد - فرزند احمد علي خاں المخاطب به نقد علي خاں - سال ولادت معلوم نهیں -

ایجاد کے والد شاہ سلیمان صفوي کے وزیر شیخ علي خاں کے عزیزوں میں سے تھے' جو شاہ سلیمان صفوي کا وزیر تھا - وہ نواب آصف جاہ کے عہد میں همدان سے دکن آئے اور نواب موصوف کے مصاحبوں کے زمرے میں داخل هوے' حیدر آباد میں قیام کیا - آخر کار دیواني پر مامور هوے -

ایجاد برهانپور میں پیدا هوے - اپنے والد اور دیگر علماء سے درسي کتابیں پڑھیں - پھر اپنے والد کي وساطت سے نواب آصف جاہ کي خدمت میں باریاب هوے اور سرکاري ملازمت میں داخل کرلئے گئے' مصاحبت کا بھي شرف بخشا گیا - سنه ۱۱۶۴ ھ میں ان کے والد کا انتقال هوگیا تو اُن کا خطاب ' نقد علي خاں' اور عہدۂ دیواني ایجاد پر بحال هوا -

ایجاد تحصیل علم کے بعد ہي شاعري کي طرف مائل هوگئے - طبیعت بھي موزوں پائي تھي' اس پر باپ جیسے شفیق استاد کي توجه' عرصۂ قلیل ہي میں اس فن میں اتنا عبور حاصل کیا که دکن کے مستثنیٰ اور نامي شعرا میں شمار هونے لگا -

ایجاد کے اشعار کا نمونه یه هے :—

در هر جگرے هست خراش سخن ما
الماس تراش است تراش سخن ما *

بروي مشہد پروانه شمع را دیدم
که چادرے ز گل داغ مي کشید امشب *

طالعم برگشت و بخت انتظارم برگشت
نامه بر برگشت و خط برگشت و یارم برنگشت *

نفس درکش گر از بحر حقیقت گوهرے خواہی
به دریا چوں رود غواص دم در خویشتن دزدد *
چالاکي نگاہ تو نازم که سوي من
دیدي چناں که چشم ترا ہم خبر نه شد *
ز کس چیزے گرفتن ہمّتم بس ننگ مي داند
کف دستم ز استغنا کجا رنگ حنا گیرد *

ایجاد کے سال وفات میں اختلاف ھے - مولف تذکرۂ نتایج الافکار نے اُن کي رحلت سنه ١١٨٩ ھ بتائي ھے - مولف تذکرۂ محبوب الزمن نے لکھا ھے که " آپ کا سنه رحلت کسي تذکرہ نویس نے نہیں لکھا مگر قرائن سے معلوم ھوتا ھے که سنه ١١٨٥ ہجري کے قریب فوت ھوے - " نواب غلام محمد غوث خاں بہادر المتخلص به اعظم نواب کرناٹک نے 'گلزار اعظم' میں به ارشاد فرمایا ھے که " تذکرۂ مسمي به نتایج الافکار به نہایت فصاحت و بلاغت و درستي عبارت و صحت احوال و صداقت اقوال نگاشته و منت بر ناظراں گماشته چنانچه دریں سرکار به قالب طبع در آمدہ " اس بنا پر اور نیز دیگر قرائن سے ہمیں بھي نتایج الافکار سے اتفاق ھے -

واقف

واقف تخلص - شیخ نورالدین نام - قاضي امانت الله کے فرزند - قصبۂ بٹاله [1] وطن - سال ولادت معلوم نہیں -

واقف کے اجداد قصبۂ بٹاله کے قاضي تھے - انھوں نے فارسي ' عربي سے فارغ ھوکر سخن سنجي کي طرف توجه کي اور شیریں زبان شاعر ھو گئے - ان کے کلام میں بڑي سلاست اور فصاحت تھي - جیسا که ان کے اشعار سے معلوم ھوگا -

---

١ بٹاله (بفتح باء موحدہ و تاے فوقانی ہندی) بروزن حلاله قصبه ایست از توابع دار السلطنت لاھور به فاصلۂ سی کروہ (خزانه عامرہ) -

حاکم اور واقف دکن کی سیر کے لئے پنجاب سے ہم رفیق ہوکر نکلے - ۲۱ رجب سنہ ۱۱۷۴ ہجری کو اورنگ آباد پہنچے اور میر غلام علی آزاد کے یہاں ایک ہفتہ مہمان رہ کر دونوں بندر سورت کو روانہ ہوے - حاکم تو بذریعۂ جہاز حرمین شریفین چلے گئے لیکن واقف امراض جسمانی اور نا توانی کے باعث سورت ہی میں پڑے رہے - جب حاکم حج سے فارغ ہوکر لوٹے تو دونوں صاحب سورت سے پھر اورنگ آباد آئے - چندے حیدر آباد میں بھی قیام کیا - وہاں سے وطن کی طرف واپس ہوے - راستے میں اورنگ آباد اور بالاپور کے درمیان راہ زنوں نے دونوں کو لوٹ لیا - بڑی مشکل سے بالاپور برار پہنچے اور اِس واقعہ کی اطلاع میر غلام علی آزاد کو دی - اسی ضمن میں واقف نے یہ رباعی بھی لکھی :—

کردند غریب غارتے راہ زناں
سر ماند و نہ ماند ہیچ چیز از ساماں *
بردند ہر آنچہ بود الا عینک
وامانده بجا ہمیں دو چشم حیراں *

آزاد نے کچھ روپیہ بھیج دیا مگر کافی نہوا - کولھاپور پہنچکر پھر آزاد کو لکھا، انھوں نے کافی رقم بھیجدی - جب کہیں جاکر دونوں صاحب اپنے وطن پہنچے -

من کلامہ :—

نہ کشد یار از غرور مرا
کشتن خویش شد ضرور مرا *
در نظر چوں سایۂ شمشاد می آید مرا
سر بہ پاے یار سودن یاد می آید مرا *
نو آمدم بہ دام تو زودم چہ می کُشی
بگذار یک دو روز بہ کنج قفس مرا *
تا نمودی از مسی رنگیں دہان تنگ را
ساختی تاریک در چشمم جہانِ تنگ را *
خجل ز انجمنم شرمسار از چمنم
نہ عندلیب نہ پروانہ کردہ اند مرا *

رسید یار و گریبانِ من درید و گزشت
بداد کوتہي دست من رسید و گزشت *
نے جیب من درید و نہ دامان من کشید
مارا دریں بہار نیامد بہ کار دست *
من نمي گویم کہ مجنوں باش در صحرا نشیں
شہر ہم بد نیست لیکن فارغ از دنیا نشیں *
جان من از خودی جدائي کُن
بندگي کردۂ خدائي کُن *
تلاش وصل ایں سیمیں براں آخر گدایم کرد
شدم مفلس ز فکر کیمیا آہستہ آہستہ *
واقف نے سنہ ۱۱۹۵ ہجري میں انتقال کیا -

ذُکا

ذکا تخلص - میر اولاد محمد نام - فرزند میر غلام امام - بلگرام وطن - سال پیدایش سنہ ۱۱۵۱ ہجري - اُن کے والد اوٗر میر غلام علي آزاد حقیقي بھائي تھے - یوں ذکا آزاد کے سگے بھتیجے ہیں - اِن ہي کي خواہش پر آزاد نے تذکرۂ ' خزانۂ عامرہ ' لکھا تھا -

ضروري تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے محترم چچا کي طلب پر وطن سے اوٗرنگ آباد گئے - پانچ سال ان کے زیر پرورش رہ کر تعلیم کي تکمیل کي - پھر وطن گئے اوٗر دو سال کے بعد دکن لوٹ آئے - نواب میر نظام علي خاں بہادر آصف جاہ ثاني والي دکن (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ہجري) کي خدمت میں بارباب ہوے اوٗر منصب اوٗر خطاب خاني پایا - بڑي عزت و آبرو سے زندگي بسر کي -

ذکا بڑے خوش گو شاعر تھے اوٗر بڑے ذہین و سخن فہم بھي - آزاد سے تلمذ تھا - تاریخ گوئي میں اچھي مہارت تھي - فارسي اوٗر ہِندي دونوں میں شعر لکھتے تھے -

اُن کے فارسي اشعار کا نمونہ یہ ھے :—

نام عالم آفریں سر حلقۂ عنوان ما
مد بسم اللہ خط پیشاني دیوان ما *

تمنا خاطر مجنون ہندوستاں ہمیں دارد
کہ لیلاے عرب آباد سازد محمل مارا *

معلوم شد کہ حسن بود مہربان عشق
ہر ذرّہ را بزور کشد در بر آفتاب *

پنجہ از شوخي بد امانت زدن دستور نیست
ورنہ دست ما ضعیفاں ایں قدر کمزور نیست *

ہر شمع کہ آمد بنظر چشم ترے داشت
سوز دل پروانہ قیامت اثرے داشت *

ہمیں خیال بہ دل بار بار مي آید
کہ بے تو زندگي من چہ کار مي آید *

ہزار مرتبہ کفارۂ گناہ دہد
بہ سہو گر گزرش بر مقام ما افتد *

گزشت آن تند خو مانند ناوک از کنار من
تہي گردید آخر چوں کماں حلقہ آغوشم *

ہندي اشعار کا نمونہ یہ ھے :—

فغاں سے ابکے دم تو باغ میں خاموش رہ بلبل
نہیں سنتي کہا ۔ کیا روز آیا ھے خرابي کا *

غم اب مختار ھے دل چھوڑ دیوے خواہ لے جاوے
پر اتنا چاھتا ھوں پھر خدا یہ دن نہ دکھلاوے *

رھا گر آستاں پر آکے میں حسن عقیدت سے
تکلف برطرف سرکار کا کیا اس میں نقصاں ھے *

لگے کیونکر نہ دل کنج قفس میں عندلیبوں کا
جہاں میں آج کل آباد گر کچھ ھے تو زنداں ھے *

ذکا کي رحلت کے متعلق بھي مختلف روايتيں ہيں - مؤلف 'محبوب الزمن' نے لکھا ھے کہ " آپ کي رحلت تيرھويں صدي ہجري کے اوائل ميں بہ اختلاف روايات سنہ ١٢٠٥ ہجري يا سنہ ١٢٠٨ ہجري ميں ھوي" - 'نتايج الافکار' کے مؤلف کہتے ہيں کہ ذکا تيرھويں صدي کے اوائل ميں فوت ھوے -

فصل سوم

فارسي گو شعرا جو دکن ميں پيدا هوے

سلطان محمود شاه بهمني

تخلص معلوم نهيں، شايد محمود هي هوگا - سال ولادت کا بهي پته نهيں چلا - (سلطان) محمود شاه بهمني نام - فرزند سلطان علاء الدين بهمني - اپنے بهائي داؤد شاه بهمني (سنه ۷۷۹ تا سنه ۷۸۰ هجري) کي شهادت کے بعد مسند آراے سلطنت دکن هوے - يه بادشاه نهايت عادل - نيک نفس - خوش خُلق - پابند شرع - متقي تها - انهوں نے گلبرگه شريف، بيدر، قندهار، ايلچپور، دولت آباد، جنيروابل اؤر شهروں ميں، يهاں تک که قصبات ميں بهي اپنے خرچ سے يتيموں کے لئے استاد مقرّر فرمائے - حديث شريف سے ذوق تها، محدثين کے لئے وظائف جاري کئے - نابيناؤں کي ماهواري تنخواهيں مقرر کيں اؤر اس ميں ايسي فياضي سے کام ليا که اکثر لوگ اندهے بنکر تنخواه لے جاتے تهے اؤر چشم پوشي کي جاتي تهي -

خود صاحب علم تهے - فارسي اؤر عربي ميں فصاحت کيساته گفتگو کرتے تهے - قرآن مجيد خوش الحاني سے پڑهتے تهے - خوش نويس تهے، اچهے شاعر تهے اؤر شعرا کے ايسے قدرداں که عجم و عرب کے شعرا آتے اؤر اُن کے خوان فيض سے سير هوکر جاتے تهے - چنانچه ايک عجمي شاعر مير فيض الله انجو، صدر دولت بهمنيه کي وساطت سے آستاں بوس شاهي هوا - اُس نے ايک قصيده پيش کيا - جس کے صلے ميں اُس کو ايک هزار تنکه (تنکه = ايک توله طلا) عطا فرمائے گئے - يهي عطيات تهے جن کي شهرت دور و نزديک پهيلي هوي تهي - غالباً ان هي کو سن کر خواجه حافظ شيرازي عليه الرحمه نے بهي دکن آنے کا قصد کيا، مگر بعض موانع ايسے پيش آے که نه آسکے - مير فيض الله انجو کو جب يه کيفيت معلوم هوي تو

انھوں نے خواجہ کو سفر خرچ بھیجا۔ وطن سے نکلے تو معلوم ھوا کہ ان کے ایک دوست کا مال لٹ گیا اور وہ مفلوک الحال ہیں۔ خواجہ کے پاس جو کچھ تھا وہ اُن کو دے دیا اور خود خواجہ زین العابدین ہمدانی اور خواجہ محمود کازرونی (جو بڑے تاجر تھے) کے ہمراہ دکن آنے کا قصد کیا۔ دونوں نے ان کے اخراجات کا بار اپنے ذمے لیا۔ یوں وہ بندر ہرموز پہنچے' جہاں سلطان محمود کی کشتیاں خواجہ حافظ کو لانے کے لئے آئی ہوی تھیں - کشتی تھوڑي ہي دور دریا میں گئي تھي کہ باد مخالف چلنے لگي - خواجہ سخت پریشان ھوے اور یہ بہانہ کرکے کہ "میں ہرموز کے چند دوستوں سے رخصت نہیں ھوا' ان سے مل لوں تو چلوں" کشتي کو کنارے لگوایا اور اتر کر پھر شیراز واپس چلے گئے اور ایک غزل لکھ کر اپنے کسي دوست کي معرفت میر انجو کو بھیج دي - جس کا مطلع یہ ھے :-

دمے باغم بسر بردن جہاں یکسر نمي ارزد
بہ مے بفروش دلق خود کزیں بہتر نمي ارزد *

میر فیض اللہ نے یہ غزل بادشاہ کي خدمت میں پیش کرکے تمام کیفیت عرض کردي - اب سلطان کي قدرداني اور قدر افزائي قابل دید ھے کہ انھوں نے فرمایا "جب خواجہ ھمارے پاس آنے کي غرض سے چل پڑے تھے تو ہم پر ان کي امداد واجب ھوگئي" ملا محمد قاسم مشہدي کو حکم دیا کہ ایک ہزار تنگہ طلائي لے کر ہندوستان کي نادر چیزیں خریدیں اور شیراز جاکر ہماري طرف سے خواجہ کو دے آئیں -

سلطان محمود شاہ کے کلام کا یہ نمونہ ھے :-

آنجا کہ لطف دوست دہد منصب مراد
بخت سیاہ و طالع میمون برابر است *
عافیت در سینہ کار خون فاسد مي کند
رخصتے اي دل کہ از الماس نشتر مي خورم *

خضر بد سوداست دربیع متاع عافیت *
می روم این جنس را از جاے دیگر می خرم *

اس بادشاہ عادل و باذل نے بتاریخ ۲۱ رجب سنہ ۷۹۹ ہجری بعارضۂ تپ محرقہ قضا کی -

فیروزي

فیروزي تخلص - فیروز خاں نام - خطاب فیروز شاہ بہمنی ' فرزند داؤد شاہ بہمني - سال ولادت سنہ ۷۷۳ ہجري - اپنے نامور باپ کي شہادت کے وقت جو سنہ ۷۸۰ ہجري میں واقع ہوي ' سات سال کے تھے - سنہ ۸۰۰ ہجري میں تاج و تخت دکن کے مالک ہوے - خاندان بہمنیہ میں شان و شوکت ' رعایا پروري ' غربا نوازي کے لحاظ سے سب بادشاہوں سے ممتاز تھے -

تخت نشیں ہوکر اپنے بھائي احمد خاں کو خان خاناں کا خطاب دے کر امیر الامرا بنایا - ان ہي کے عہد میں حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسیني گیسو دراز قدس سرہ العزیز دہلي سے تشریف فرماے کلبرگہ ہوے تھے - احمد خاں خان خاناں نے آپ کے لئے ایک خانقاہ بنوادي تھي - اسي میں آپ فروکش ہوے تھے - خان خاناں اکثر آپکي خدمت مبارک میں حاضر ہوا کرتے اور فیض ظاہري و باطني حاصل کرتے تھے - سنہ ۸۱۰ ہجری میں سلطان فیروز شاہ نے اپنے فرزند حسن خاں کو ولي عہد بناکر حضرت کي خدمت میں دعاے خیر کے لئے بھیجا - آپ نے کہلا بھیجا کہ "جب تم نے اس کو بادشاہي دے دي تو پھر فقیر کي دعا کي کیا حاجت ہے" سلطان کي طرف سے اصرار ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "عالم بالا سے یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ تمہارے بعد تمہارا بھائي تخت نشیں ہو - اس صورت میں کسي اور کے حق میں دعا کرني بیکار ہے" - چنانچہ حضرت کي پیشیں گوئي صادق آئي ' اور وہ اِس طرح کہ فیروز شاہ سخت علیل ہوے اور اپنے بھائي کو اپنا

جانشین بنادیا اور دس دن کے بعد جان بحق تسلیم ہوے - آخر خان خاناں ہی بادشاہ بنے -

فیروز شاہ بڑے عالم و فاضل، علم پرور، عادل، عاقل، مدبر، فیاض اور متشرع بادشاہ تھے - دن بھر میں جب فرصت پاتے، ایک ربع جز و کلام مجید لکھتے اور اُس کو فروخت کرکے بسر اوقات کرتے - ہر شب دو پہر رات تک علما، مشایخ، شعرا، قصہ خواں، افسانہ گو اور خوش طبع لوگوں سے ہمکلام رہتے اور ان سے مساویانہ اور برادرانہ سلوک کرتے تھے - اکثر ممالک کے اہل کمال ان کے یہاں جمع تھے اور ان کے خوان فیض سے بہرہ اندوز ہوا کرتے تھے - خود سلطان بہت سی زبانوں کے ماہر تھے - ہر ملک کے باشندوں سے ان ہی کی زبان میں گفتگو کرتے تھے - قوت حافظہ اس بلا کی تھی کہ جو بات ایک یا دو دفعہ سن لیتے پھر کبھی نہیں بھولتے تھے - اکثر علوم بالخصوص تفسیر، اصول، حکمت طبعی و نظری میں دستگاہ کامل حاصل تھی - ہر ہفتے میں تین دن سنیچر، پیر اور بدھ طلبا کو پڑھانے کے لئے مخصوص تھے - اگر دن میں فرصت نہ ملتی تو رات کو وقت نکالتے - حضرات صوفیۂ صافیہ کے اصطلاحات و مقامات و حالات سے خوب واقف تھے - بہت اچھے شاعر تھے - کبھی عروجی اور کبھی فیروزی تخلص کرتے تھے - طبیعت میں دقت پسندی اور مضمون آفرینی تھی، جیسا کہ ذیل کے چند اشعار سے معلوم ہوتا ہے :—

بداں مثابہ ز غم دہر بردلم تنگ است
کہ دل بہ لذت سودائے عشق در جنگ است *
گل امید شگفت از نسیم وعدہ ولے
ز آفتاب غم انتظار بیرنگ است *
بہ قطع راہ محبّت مخور فریب امید
کہ غایت ابدش ابتدائے فرسنگ است *
بجز سرود محبت نکرد زمزمہ نے
کہ ہرچہ خارج ایں پردہ ننگ آہنگ است *

دلے بہ سینہ لبا لب ز دوستي دارم
که پیش اهل جهاں بے بها تراز سنگ است *

دماغ طبع عروجي چه دلکشا چمني است
چمن نگوي که آں آسمانِ فرهنگ است *

کرشمه جنبش آموز است مژگان درازش را
ستم کرد است واجب هر زماں تعلیم نازش را *

محبت چاک بر دل مي زند هرکه که در بندي
بخود مخصوص مي بینم تغافل هاے نازش را *

مباد آسیب نقصان یا بد از سوز دلم تارے
بدل چوں ره دهم اندیشۀ زلف درازش را *

رباعي

در آتش هرزه فکر زائل نکني * اندیشه بهر خیال مائل نکني
ایں نقد خزینۀ دماغ است بگوش * تا صرف بجنس هاے باطل نکني

آخر سنه ۸۲۵ هجري میں ملک بقا کي راه لي -

وفائي

وفائي تخلص - اسمٰعیل عادل شاه نام - فرزند یوسف عادل شاه - کم سني میں باپ کے انتقال کے بعد تخت نشیں هوے - باپ کي وصیت کے موافق اور سلطنت کي نگراني کمال خاں دکني کے تفویض کي گئي - ابتدا میں اُس نے ریاست کي خیر خواهي کي - مگر کچھ دنوں کے بعد کمال نمک حرامي سے خود بادشاه بننے کي تدبیریں کرنے لگا - کم سن فرماں روا کي والده پونجي خاتون نے یه حال دیکھ کر اس کو یوسف ترک کے هاتھ سے قتل کرادیا - اس کے بعد اسمعیل عادل شاه نے طمانیت کے ساتھ حکمراني کي -

یه بادشاه بڑا حلیم و کریم و سخي تها - علماء فضلا اور شعرا کو همیشه اپني صحبت میں بلاتا اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرتا -

موسیقی اور شاعری میں ید طولیٰ رکھتا تھا - جیسا کہ اُس کے مندرجۂ ذیل اشعار سے ظاہر ہے :—

دل خوباں ز قید مہر آزاد است پنداری
مدار دلبری بر جور و بیداد است پنداری *
مرا صد محنت از عشق تو بر دل میرود ہردم
دل ویران عاشق محنت آباد است پنداری *
ز ہجرت آتشے دارم بہ دل کز بہر تسکینش
نصیحت ہای سرد زاہداں باد است پنداری *
ز عشق قامتت سرو سہی را ماند پادر گل
دلش صد پارہ و زبار دل آزاد است پنداری *
دل ریش وفائی آنچناں خو کردہ با تیرش
کہ پیکانش بجای مرہم افتاد است پنداری *

شب ہجر جز گریہ کارے ندارم * بجز دیدۂ اشکبارے ندارم
شبے نگزرد کز فراق تو چوں شمع * بر از اشک حسرت کنارے نہ دارم
من و عشق و رندی و کوی ملامت * براہ سلامت گزارے ندارم
ازاں باغمش خو گرفتم وفائی * کہ غیر از غمش غمگسارے ندارم
دل بہ زلفش حکایتے دارد * از شب غم شکایتے دارد
تا کے آزار اہل دل طلبی * بے وفائی نہایتے دارد
غم دل میخورم ز غصہ کہ یار * با رقیباں عنایتے دارد
دل سختش ز آہ من شد نرم * آہِ عاشق سرایتے دارد
اي وفائی منال از ستمش * کہ ستم نیز غایتے دارد

پچیس سال حکومت کرنے کے بعد سنہ ۹۴۱ ہجری میں احکم الحاکمین کا حکم آپہنچا اور انھوں نے حیات مستعار واپس سپرد کردی -

جمشید

جمشید تخلص - جمشید خاں نام - جمشید قطب شاہ خطاب شاہی - فرزند قطب الملک سلطان قلی قطب شاہ -

سنه ۹۵۰ ہجري میں جمشید نے میر محمود ہمداني کے هاتھ سے اپنے باپ کو قتل کرا دیا ـ واقعه یوں هے که ایک روز قطب الملک سلطان قلي قطب شاه (سنه ۹۱۸ تا سنه ۹۵۰ ہجري) قلعهٔ گولکنده کي جامع مسجد میں عصر کي نماز پڑھ رہا تھا ـ میر محمود نے عین حالت نماز میں قتل کر ڈالا ـ جمشید خاں اسیر تھا ـ اس کو فوراً رہا کر دیا ـ اس کے بعد بعض مفسدوں سے ساز باز کرکے قطب الملک کے بڑے بیٹے ملک زاده قطب الدین کو اندھا کرا دیا اور جمشید خاں تخت نشین ہوا ـ یه بادشاه صاحب علم و فضل اور شاعر تھا ـ یه دو شعر جمشید کے ہیں :—

کاکل و چین زلف و خال لبت
ہر یکے در کمال رعنائي *
جا سر زلف تو سوداے سیاهے دارم
این چه سود است که با زلف چو شام است مرا *

سنه ۹۵۷ ہجري میں سات سال اور چند ماه کي حکومت کے بعد مرض سرطان سے انتقال کیا اور اپنے ہي مقتول باپ کے مقبرے کے پاس سپرد خاک کیا گیا ـ

صادق

صادق تخلص ـ مرزا صادق نام ـ والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہیں ـ سلطنت نظام شاہي میں منجمله اور فضلا کے مرزا صادق بھي تھے ـ به لحاظ علم و دانش برگزیده اور فن انشا و شاعري میں چیده تھے ـ کلام کا نمونه ان رباعیوں سے معلوم ہوگا :—

رباعي

من مصحف اقدس مقدس کیشم
من ہیکل علوي قضا اندیشم *
خواہي ز زمانه چشم زخمت نه رسد
تعویذ تو ام ' جدا مکن از خویشم *
اے روشني چشم ز ہجراں بیدار
اي وصل تو مرهم درون افگار *

از ہجران تو بیقرار است دلم
یک لحظہ کنار خاطرم گیر قرار*

ایک نمک حرام مرزا خاں نامی نے بد خواہی اور خود غرضی سے میراں حسین نظام شاہ ثانی کو سنہ ۹۹۶ ہجری میں قتل کروایا - حبشیوں اور دکنیوں نے بسر کردگی جمال خاں اس کور نمک کا کام تمام کر دیا اور قلعے میں گھس کر اہل قلعہ کو تلوار کے گھاٹ اتارا - بے گناہ مقتولوں میں مرزا صادق بھی تھے -

فہیمی

فہیمی تخلص - ان کا نام و سال ولادت وغیرہ معلوم نہوسکا -

ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور کے عہد کے شاعر ہیں - خواجہ سعد الدین شیرازی، المخاطب بہ شہنواز خاں بادشاہ کے مقرب اور وکیل تھے - فہیمی پر ان کی بڑی عنایت تھی - فہیمی بھی ہمیشہ ان کی خیر مناتے رہتے تھے - سنہ ۱۰۱۰ ہجری میں شہنواز خاں کے بیٹا ہوا - علاء الدولہ اس کا نام رکھا گیا - فہیمی نے اس موقع پر ایک طولانی قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں :—

شگفتہ روئی ابن نو گل جہاں افروز
چمن چمن گل عشرت ببوستاں آورد *

ہزارو دہ بود از سال ہجرت نبوی
چنیں شمار حکیم حساب داں آورد *

مسافرے ز دیار جلال و جاہ رسید
کہ بخت و دولتش از بہر ارمغاں آورد *

ز بہر زائچۂ طالع ہما یونش
مہندس فلکی کلک درمیاں آورد *

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فہیمی سنہ ۱۰۱۰ ہجری تک زندہ تھے - سال وفات معلوم نہیں -

آفتاب

آفتاب تخلص ـ میر احمد خاں نام ـ نظام الدولہ ناصر جنگ خطاب ـ نواب آصف جاہ نظام الملک والي حیدر آباد کے دوسرے فرزند ـ سال ولادت معلوم نہیں ـ

سنہ ۱۱۶۱ ہجري میں اپنے والد کے انتقال کے بعد مسند نشیں ہوکر برہان پور سے اورنگ آباد تشریف فرما ہوے ـ یکایک احمد شاہ بادشاہ دہلي نے کسي امر سلطنت کے انتظام کے لئے آپ کو طلب فرمایا ـ اگرچہ ملک میں بعض باغیوں نے بے طرح سر اٹھایا تھا مگر حکم شاہي کے موافق آپ مع خدم و حشم روانہ ہوے ـ دریاے نربداہي تک پہنچنے پاے تھے کہ فرمان شاہي ملا کہ " آپ کے آنے کي ضرورت نہیں ھے " ـ اس لئے اورنگ آباد واپس ہوگئے ـ

ہدایت محي الدین خاں المخاطب بہ مظفر جنگ (دختر زادۂ نواب آصف جاہ) ناظم رائچور کي شورش کي خبریں آنے لگیں ـ حسین دوست خاں نایطي عرف چندا صاحب نے ہدایت محي الدین خاں کے ساتھ ساز باز کرکے ارکاٹ پر قبضہ کرلینے کا ارادہ کیا اور فراسیسوں کي مدد سے نواب سراج الدولہ انور الدین خاں بہادر شہامت جنگ پر، جو ناظم ارکاٹ تھے، حملہ آور ہوا ـ میدان جنگ میں نواب انور الدین خاں جوہر شجاعت دکھاکر شہید ہو گئے ـ اس واقعے کي اطلاع نواب ناصر جنگ کو ملي تو ان کے اور فراسیسوں کے درمیان جنگ چھڑ گئي ، نواب صاحب نے فتح پائي ـ ہدایت محي الدین خاں گرفتار ہوے ـ چونکہ فراسیسي خیرگي اور شورش پر اترے ہوے تھے، ان بد کیشوں کي تنبیہ کے لئے فوج کا ایک دستہ معین کرکے نواب ناصر جنگ ارکاٹ کي طرف روانہ ہوے ـ اسي اثنا میں فراسیسوں نے چنجي کا قلعہ فتح کرلیا ـ اس واقعے سے نواب ناصر جنگ کو سخت ملال ہوا اور با وجود کثرت بارش آپ نے چنجي کا رخ کیا ـ کرناٹک کے علاقے کے افغان سرداروں نے نمک خواري کا پاس نہ کرکے

ملک و مال کي حرص سے خفيه طور پر فرانسيسوں کي حمايت کي اور نواب کو شہيد کر ڈالا - لاش اورنگ آباد بھيجي گئي اور حضرت شاہ برہان الدين غريب قدس سرہ العزيز کے مزار مبارک کے پاس اپنے والد کي قبر کے پہلو ميں مدفون ہوے -

نواب ناصر جنگ اچھے شاعر تھے - فن شعر ميں آزاد بلگرامي سے تلمّذ تھا - ايک ضخيم ديوان آپ نے ياد کار چھوڑا - اشعار ذيل بطور نمونه ملاحظه ہوں :-

گر خضر کرد صرفه ز اسکندر آب خويش
خضر خط تو آب بقا مي دہد مرا *
دل به دست خال او دادن خطاست
سازم از زنگي نہاں آئينه را *
مي کند سحر در علاج دلم
نرگس يار گرچه بيمار است *
موسم پيري است مي بايد عصا
دست ما در گردن مينا خوش است *
در محفل سپہر نديديم امتياز
بر آفتاب و ماہ زحل را تقدم است *
اگر بوے آں گل صبا مي رساند
به زخم دل ما دوا مي رساند *
فلک گرچه دارد تلاشِ جدائي
بہم دوستاں را خدا مي رساند *
ابر دريا دل بدست گوہر افشاں مي رسد
اي صدف دامن کشا کارت به ساماں مي رسد *

نواب ناصر جنگ کي تاريخ شہادت مير آزاد بلگرامي نے يه لکھي ہے :-

نواب عدل گستر عالي جناب رفت
فرصت نه داد تيغ حوادث شتاب رفت *

در ہفدہم ز ماہ محرم شہید شد
تاریخ گفت نوحہ کرے " آفتاب رفت " *
۱۱۶۴ ہجری

رسا

رسا تخلص ۔ جان مرزا نام ۔ مرزا خاں خطاب ۔ فرزند سید میر جان ۔ حیدر آباد مولد ۔ سال ولادت معلوم نہیں ۔ رسا کے اجداد ہمدان کے رہنے والے اور سادات حسینی میں سے تھے ۔ ان کے اجداد میں سے ایک صاحب میر شاہ طاہر نام شہنشاہ اکبر (سنہ ۹۶۳ تا سنہ ۱۰۱۴ ھ) کے عہد میں ہندوستان آے ۔ بادشاہ نے بڑی عزت و توقیر کی اور چند مواضع بطور جاگیر عطا کئے ۔ پھر وہ دکن آے ۔ سلاطین دکن نے ان کی ایسی خاطر داشت کی کہ وہ یہیں کے ہو رہے ۔

رسا کے والد میر جان بھی زیور علم و فن سے آراستہ تھے ۔ شہنشاہ عالم گیر کے زمانے میں اُنھیں اچھے اچھے مناصب پر سرفراز کیا گیا اور انہوں نے بھی شایستہ خدمتیں کیں ۔

رسا کی ولادت بلدۂ حیدر آباد میں واقع ہوی ۔ نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ھ) کے لشکر میں تعلیم پائی ۔ اپنے والد ہی سے درسی کتابیں پڑھیں اور ایسی قابلیت حاصل کی کہ قلیل مدت میں نواب موصوف کے مصاحب ہوگئے اور آخر عہد میں دار الانشا کے میر منشی بھی مقرر کئے گئے ۔

بہت خوش خلق تھے ' اس لئے شہر بھر کے محبوب تھے ۔ نواب کے ہم رکاب دہلی ہو آئے تھے اور وہاں کے مشہور شعرا سے خوب ملاقاتیں رہی تھیں ۔ خود اچھے سخن سنج اور سخن فہم تھے ۔ اُن کے کلام کا انداز یہ ہے :-

از غم ہر کس بہ دل فریاد می آید مرا
شیشہ ہر جا بشکند دل یاد می آید مرا *

رحم کن اي باغبان گلدستهٔ پیش من میار
مجمع یاران رنگین یاد مي آید مرا *
در سرا پردهٔ دل ہر نفس آوازے ہست
که درین خانه نہاں خانه بر اندازے ہست *
خود راز تنگي قفس آزاد مي کنم
این مشت پر تواضع صیاد مي کنم *
نه رسم اگر به بزمش ز ہجوم نا رسائي
به خیال آستانش من و مشق جبہہ سائي *
که برد پیام مارا بحریم خوش نگاہاں
رقمے نمودہ آہم دو سه مصرع ہوائي *

سنه ۱۱۷۴ ہجري میں بمقام حیدر آباد وفات پائي آزاد بلگرامي نے تاریخ کہي :—

شیرازهٔ نظم میرزا خاں * ہم نثر به فکر او مباہي
تاریخ وفات او خرد گفت * پیوست برحمت الہي
۱۱۷۴ ھ

جرأت

جرأت تخلص - میر محمد هاشم نام - موسوي خاں اور معزالدوله خطاب - فرزند میر محمد شفیع - اورنگ آباد مولد - سال ولادت سنه ۱۰۸۸ ہجري هے -

ان کے والد اور دادا شہنشاہ عالم گیر کے عہد میں ہندوستان آئے - دونوں کو شاہي ملازمتیں مل گئیں - کچھ دنوں کے بعد بسلسلهٔ ملازمت اورنگ آباد تبدیل هوے - یہیں توطن اختیار کرلیا - اسي شہر میں جرأت پیدا هوے ' اپنے والد ہي سے تحصیل علم کی -

امیرالامرا سید حسین علي خاں کا عروج هوا تو اُن تک رسائي هوي اور انھوں نے دهارور ضلع اورنگ آباد کا قلعه دار مقرر کردیا - سنه ۱۱۳۱ ہجري میں امیرالامرا دہلي گئے تو جرأت بھي ہم رکاب

تھے - جب طبقۂ سادات کا زوال ہوا تو جرأت کی عمر ۱۰۵ برس کی تھی - اس کے بعد سے آخر عمر تک وہ نواب آصف جاہ اور آپ کے جانشینوں کی سرکار میں دار الانشا کی میر منشی کری اور دیگر معزز عہدوں پر ممتاز رہے - اسی اثنا میں معز الدولہ کا خطاب بھی پایا -

نظم و نثر میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ جب وہ آصف جاہ کے ہمرکاب محمد شاہی دربار میں باریاب ہوے تو نواب ممدوح نے ان الفاظ کے ساتھ اُن کی تقریب کی کہ "موسوی خاں اس زمانے کے ابو الفضل ہیں" -

زمانۂ قیام دہلی میں جرأت وہاں کے علما سے ملے اور اُن سے استفادہ کیا - ان کے کلام کا یہ نمونہ ہے :—

جاں از خیال حسن تو ہمدوش آفتاب
یادت بدل چو نور در آغوش آفتاب *
در یاد خدا باش کہ کارے بہ ازیں نیست
سیّاحی دل کن کہ دیارے بہ ازیں نیست *
بے بہار خلق شہرت با ہنر دمساز نیست
نکہت گل بے شگفتن قابل پرواز نیست *
شب کہ در بزم چمن ساز طرب آمادہ بود
دانۂ انگور قندیل چراغ بادہ بود *
فارغ از ہر دو جہاں بندۂ احسان توام
سرو آزادم و پابند گلستانِ توام *
خط دمید است ز لعل نمکینش عجب است
کز نمک زار نہ رست است گیاہے گاہے *

سنہ ۱۱۷۵ ہجری میں بمقام اورنگ آباد انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوے - آزاد بلگرامی نے تاریخ رحلت کہی :—

موسوی خاں ز کلک دوہر بار * آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد * کرد جرأت وداع دنیا را
۱۱۷۵ ھ

مولانا سید قمر الدین

سید قمر الدین نام - تخلص معلوم نه هوا - غالباً تخلص رکھا ہي نہيں - فرزند سید منیب الله - اورنگ آباد مولد - سنه ۱۱۲۳ ہجري میں پیدا هوے -

آپ کے آباے کرام خجند کے سادات سے تھے - ان میں سے ایک صاحب ' سید ظہیر الدین نام سب سے پہلے خجند سے ہندوستان وارد هوے اؤر امین آباد مضافات لاهور میں سکونت اختیار کي - اُن کے پوتے سید محمد فرزند سید عنایت الله امین آباد سے دکن آئے اؤر شیخ مظفر برهانپوري کے هاتھ پر بیعت کي (شیخ مظفر شیخ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثاني رحمة الله علیه کے مریدوں میں سے تھے اؤر طریقۂ نقشبندیه رکھتے تھے) اس طریقے میں آپ نے اتني ترقي کي که آپ کا شمار اولیاء الله میں هوتا هے - اس نواح میں آکر آپ بالاپور علاقۂ برار میں مقیم هوے اؤر طالبان حق کي رہ نمائي فرمائي - آپ نے سنه ۱۱۱۷ ہجري میں وفات پائي - تاریخ وصال ' شمع بہشت ' هے -

۱۱ هـ ۱۷

سید محمد صاحب کے فرزند سید منیب الله صاحب ہیں - آپ اپنے والد ماجد کے سجادہ نشیں هوے اؤر بالاپور سے اورنگ آباد منتقل هو آئے اؤر وهیں سنه ۱۱۶۱ هـ میں انتقال فرمایا - تاریخ وفات ' متوجه بہشت ' هے -

۱۱ هـ ۶۱

مولانا سید قمر الدین صاحب نے کم سني ہي میں قرآن مجید حفظ کیا اؤر علماے اورنگ آباد کي خدمت میں درسي کتابیں پڑھیں - اپني خدا داد ذکاوت سے مختلف علوم خصوصاً حکمت و تصوف میں بڑا کمال پیدا کیا - آپ کي تصنیف ' مظہر النور ' جو مسئلۂ واجب الوجود پر سنه ۱۱۶۴ هـ میں لکھي تھي ' آپ کے علم و کمال کي شاہد هے - زهد و تقوي اؤر معرفت الہي میں اپنے فضل و کمال سے کچھ

زیادہ ہي تھے - طریقۂ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت رکھتے تھے -

سنہ ۱۱۵۵ ہجري میں دہلي گئے اور وہاں کے علما و مشائخ سے ملاقات کي - چودہ مہینوں کے بعد حضرت مجدد الف ثاني رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کي زیارت کے لئے سر ہند گئے اور وہاں سے لاہور - ہر جگہ مشائخ و علما سے مل کر پھر دہلي آئے اور کچھہ روز وہاں مقیم رہکر اورنگ آباد واپس آ گئے - ۱۱۷۳ ہجري میں حرمین شریفین روانہ ہوے - پہلے مدینۂ طیبہ میں حاضر ہوے - پھر بیت اللہ شریف گئے اور حج سے مشرف ہوے - مدینۂ طیبہ اور مکۂ معظمہ کے سر بر آوردہ لوگوں نے آپ کي بڑي تعظیم و تکریم کي - سنہ ۱۱۷۵ ھ میں اورنگ آباد مراجعت فرمائي -

صاحب 'خزانۂ عامرہ' نے لکھا ھے کہ آپ کي طبیعت موزوں تھي - اس لئے کبھي کبھي شعر کہہ لیا کرتے تھے - لیکن آپ کي شان شاعري سے بہت ارفع تھي -

کلام کا نمونہ یہ ھے :-

لقمۂ دوناں رساند در گلوے خویشتن
شست اول ہر کہ دست از آبروے خویشتن *
مشت خاکم دست و دامانِ تو شد
گر نیفشاني فتد بر پاے تو *
دنیا زن است و طالب آں ہم مؤنث است
زین وجہ روز مرد خدا در قفا کند *

آپ نے اپنے حج کي یہ تاریخ کہي :-

احرام حرم ز ہند بستم * گشتم ز طواف کعبہ مسرور
بخشید بمن ہزار نعمت * این خانہ ہمیشہ باد معمور
از دولت روضۂ مقدس * دل یافت سرور و دیدہ ها نور
حج مبرور سعي مشکور * وارد شدہ در دعاے ماثور
۱۱۷۵ ھ
نیرند اگر دو جیم تشدید * تاریخ شود دعاے مذکور

آپ کي رحلت کا سال معلوم نہوا - چونکہ حج سے فارغ هوکر آپ سنہ ۱۱۷۵ ہجري میں اورنگ آباد واپس هوے، اس سے ظاہر هوتا هے کہ آپ اس (سنہ ۱۱۷۵ ہجري) تک زندہ تھے - یہي وجہ هے کہ ہم نے ان کا ذکر جرأت (المتوفي سنہ ۱۱۷۵ ھ) کے بعد کیا هے -

صارم

صارم تخلص - میر عبد الحي نام - صمصام الدولہ، صمصام الملک خطاب - فرزند نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں شہید - اورنگ آباد مولد - سنہ ۱۱۴۲ ہجري سال تولد هے -

ان کے والد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ والي حیدر آباد دکن (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ھ) کے دیوان تھے اؤر سنہ ۱۱۷۱ ہجري میں شہید هوے -

صارم نے فضلاے عصر سے عربي اؤر فارسي تحصیل کي - پھر ملازم هوگئے - سنہ ۱۱۶۲ ھ میں خطاب خاني اؤر منصب نیز صوبۂ برار کي دیواني عطا هوي - رفتہ رفتہ اورنگ آباد کي نظامت اؤر دولت آباد کي قلعہ داري پر سرفراز هوے اؤر صمصام الدولہ کا خطاب مرحمت هوا - نواب میر نظام علي خاں والي دکن (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ھ) کے عہد میں خطاب صمصام الملک اؤر دکن کي دیواني پائي -

صارم زبردست شاعر تھے - طبیعت میں مضمون آفریني تھي - پہلے وقار تخلص کرتے تھے، بعد کو 'صارم' اختیار کیا - فارسي اؤر ہندي دونوں میں شعر کہتے تھے -

اُن کے چند فارسي اشعار یہ ہیں :-

به سیر باغ چو آں مي پرست برخیزد
گل از چمن کدہ ساغر بدست برخیزد *

سخن بقدر ضرورت بود بزرگاں را
کہ جز جواب نگردد صدا ز کوہ بلند *

بر خاطر تو راز دو عالم شود عیاں
پیش نگاہ تست اگر دوربین دل *
بہ گلشنے کہ تو سر منشأ طرب باشي
چہ لازم است کہ چوں غنچہ بستہ لب باشي *
بہ انتظار تو آراستیم خانۂ چشم
چہ میشود اگر آئي و چند شب باشي *

ہندي اشعار ملاحظہ ہوں :-

فلک گرتا ' زمین پھٹتي ' چمن سے رنگ اتر جاتا
اگر میں اپنے دل کا حال اي ظالم بیاں کرتا *
سجن ! تجھ زلف میں ہل چل رہا ھے
ہمارے ھاتھہ میں کب دل رہا ھے *
نہیں کھلتا بہار و باغ سوں دل
یہي عقدہ مجھے مشکل رہا ھے *

سنہ ۱۱۹۶ ہجري میں قلعۂ کولاس کے اطراف میں انتقال کیا۔ چند روز وھیں سپرد خاک کئے گئے ۔ بعد کو حیدر آباد دکن لے جاکر یاقوت پورہ کے باہر دفن کیا گیا ۔ میر غلام علي آزاد نے رحلت کي تاریخ کہي :-

افسوس کہ رفت امیر عالي گوھر
دیوان رکن و صاحب فضل و ھنر *
تاریخ وفات ایں امیر دانا
' صمصام الملک عقل کُل کرد سفر ' *
سنہ ۱۱۹۶ ہجري

شفیق

شفیق تخلص ۔ لچھمي نارایں نام ۔ فرزند منسارام کھتري ۔ اورنگ آباد مولد ۔ سنہ ۱۱۵۸ ھ سال ولادت ۔ آپ کے دادا بھواني داس عالمگیري لشکر کے ہمراہ دکن آئے اور اورنگ آباد میں قیام کرکے بذریعۂ ملازمت عزت و آبرو کے ساتھہ زندگي بسر کي ۔

شفیق کے والد منسارام اپنے والد کے انتقال کے وقت دو برس کے تھے - ان کے ہم قوم لالہ جسونت راي ان کي پرورش اور تعلیم کے متکفل ہوے - انھوں نے بڑي قابلیت پیدا کي - نواب آصف جاہ والي حیدر آباد کے عہد میں دکن کے چھ صوبوں کي صدارت کي پیشکاري پائي اور قریباً چالیس سال اس خدمت کے فرایض نہایت خوبي سے انجام دئے - نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں وزیر دکن نے انھیں بڑا منصب عطا فرمایا -

شفیق کو ہوش سنبھالتے ہي علم کا شوق پیدا ہوا - شروع سے آخر تک میر آزاد بلگرامي کے فیض جاري سے مستفیض ہوتے رہے - بہت اچھے شاعر تھے - کلام میں چستي و فصاحت تھي - فارسي اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے - دونوں زبانوں کے دو ضخیم دیوان غیر مطبوعہ موجود ہیں - تاریخ نویسي میں مہارت تامہ تھي - مآثر آصفي - مآثر حیدري وغیرہ ان کے تصانیف ہیں - شاعروں کے دو تذکرے لکھے - ایک 'گل رعنا' جس میں شعراے ہند کے حالات ہیں اور دوسرا 'شام غریباں' جس میں ان شعراے ولایت کا ذکر ہے' جو ہند میں وارد ہوے -

شفیق نواب عالي جاہ فرزند نواب نظام علي خاں آصف جاہ ثاني (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ھ) کي سرکار میں ملازم تھے - منصب اور خطاب دولي چند سے بھي سرفراز تھے -

کلام کا نمونہ یہ ہے :—

مصرع ابروے او بسم اللہ دیوان ما
مصحف رخسارۂ او دین ما ایمان ما *

بسکہ از گفتار ماریزند یاراں رنگ ھا
گردۂ صورت گراں شد صفحۂ دیوان ما *

بر دل ما التفاتے ہست چشم یار را
الفت بسیار با مینا بود مي خوار را *

چشم او بر ما نگاهے گر ندارد عیب نیست
می شود پرهیز لازم مردم بیمار را *
گرچه ای دوست ندیدم چمن روے ترا
دایم از باد صبا می شنوم بوے ترا *
ہر کہ آں جا برود باز نگردد ہرگز
ہست خاصیّت گلزار ارم کوے ترا *
بر زمین آمده از دور زمیں بوس کند
ماه نو گر نگرد گوشۂ ابروے ترا *
سنبل تازه و ترددہ شود در چشمم
گر نه بینم به چمن سنبل گیسوے ترا *
خواہد از گوشۂ چشمت نگہ لطف شفیق
آرزوے به ازیں نیست دعا گوے ترا *
شکست توبۂ مارا بہار شد باعث
ہزار بار نواے ہزار شد باعث *
خدا گواه که می را به لب نیا لودم
براي مستي من چشم یار شد باعث *
شفیق نے ۱۲۰۱ ہجري میں انتقال کیا ۔

رفیع

رفیع تخلص' غلام رفاعي نام ۔ محمد رفیع الدین عرف ۔ فرزند محمد شمس الدین قادري دکني ۔ قندھار علاقۂ دکن مولد ۔ ۱۹ جمادي الاخري سنه ۱۱٦۴ ہجري تاریخ ولادت ھے ۔

جناب رفیع نے ایک تذکره بنام ' انوار القندھار' لکھا ھے ۔ اس میں اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ :— " فقیر کے والد بزرگوار جو مرد صالح تھے ایک موقع پر حضرت حاجي سیّاح سرور سعید الرفاعي قدس سره العزیز کي خانقاه کي مسجد میں معتکف تھے ۔ حضرت حاجي صاحب نے خواب میں ایک صحنک کھانے کي بھري ھوي دي اور فرمایا کہ تمھارے

ایک لڑکا پیدا ھوگا - اس کو میرے نام سے موسوم کرنا - چنانچہ میں پیدا ھوا تو میرا نام والد نے غلام رفاعی رکھا اور عرف محمد رفیع الدین" -

غرض جناب رفیع نے اورنگ آباد میں حضرت قمر الدین رحمہ اللہ مذکور الصدر کی خدمت میں تمام علوم عقلی و نقلی حاصل کئے - حضرت خواجہ رحمۃ اللہ قدس سرہ کے مرید ھوے اور آپ ہی سے خرقۂ خلافت پایا - چند بار مرشد کی زیارت کے لئے نلور گئے اور آپ ہی کے حکم سے حرمین شریفین حاضر ھوے اور متعدد حج کرکے قندھار واپس آگئے - اچھے شاعر تھے - یہ دو شعر آپ کے کلام کا نمونہ ہیں :-

زروی لطف بکس بوسہ دادۂ شاید
کہ ہمچو شبنم گل نقش بر دہن باقی است *
یار در بر دارم و مشتاق دیدارم ہنوز
محو از خود گشتہ ام محتاج تکرارم ہنوز *

سنہ ۱۲۴۱ ہجری میں بمقام قندھار وصال ھوا - آپ کے شاگرد 'والا' نے (جن کا حال اسی تذکرے میں ملے گا) تاریخ رحلت کہی :-

پیوستہ برحمت حق
۱۲۴۱ ھ

جذب

جذب تخلص - میر اکرام علی نام - فرزند میر لطف اللہ خاں بہادر - حیدر آباد مولد - سال ولادت سنہ ۱۲۵۰ ھ ہے -

جذب' سید فتح اللہ بہادر عالم گیری کی اولاد میں سے تھے -

سات ہی سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا - اپنے حقیقی ماموں محمد فخر الدین حیدر خاں کے زیر نگرانی پرورش پائی - عربی صرف و نحو اور فارسی کی چند درسی کتابیں میر تفضل حسین عطا سے پڑھیں - فارسی اور ہندی اشعار کی اصلاح بھی اُن ہی سے لیتے رہے - جناب شمس الدین فیض رحمہ اللہ سے اس فن میں فیض حاصل کیا -

سنه ۱۲٦۸ ہجري میں سیاحت کي غرض سے مدراس آئے اوٗر چونکه نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ ہجري) کي والدۂ محترمه کے عزیزوں میں سے تھے' لہذا نواب موصوف کي سرکار میں بھي باریاب ہوے - ذکي الطبع اوٗر روشن دماغ تھے - کلام کا یه نمونه ہے :—

به جاناں از تب و تاب دلم بنوشته ام نامه
بجا باشد شود گر نامه بر مرغ کباب این جا *
دلم از ہر خم گیسوش به بند دگر است
یک اسیر است گرفتار به زندانے چند *
ماتم اي دل که برفت از کف من دامن یار
اي جنوں مژده که دستم به گریباں آمد *
ناله بر داشت صد علم آنجا
سپر انداخت ہر کجا محشر *
اي چشم پُر آب در چه فکري
شد خانه خراب در چه فکري *

رباعي

افسوس که از وطن جدا افتادم
زاں ساں که ز فردوس جُدا شد آدم *
آدم جو خورده ترک فردوس نمود
من ترک وطن در طلب جو دادم *

جذب کي تاریخ وفات معلوم نہوي -

فصل چہارم

وہ فارسي گو ایراني شعرا جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے

سخن

سخن تخلص - سید محمد نام - سید محمد خاں بہادر خطاب - اصفہان وطن - سال ولادت معلوم نہ ہوا - سنّ شعور کو پہنچنے کے بعد وطن سے مچھلي بندر اور وہاں سے مدراس آئے - مدتوں یہاں تجارت کرتے رهے - پھر نواب امیرالامراء بہادر' فرزند دوم نواب والاجاہ فرمانرواے کرناٹک کے ملازم ہوے اور خاں کا خطاب پایا - نواب امیرالامراء کا جب انتقال ہو گیا تو اُن کے بعد نواب والاجاہ کي سرکار سے بہادر کا خطاب اور دیوان خانے کي داروغگي مرحمت ہوي -

شاعري میں دستگاہ کامل رکھتے تھے - ایک چھوٹاسا دیوان جس میں قصائد اور غزلیں ہیں' اپني یادگار چھوڑا -

کلام کا نمونہ یہ هے :—

به دل خارے ز عشق گلعذارے کردہ ام پیدا
ازیں خواري به عالم اعتبارے کردہ ام پیدا *
فصل بہار گل مرا بوے زیار مي دہد
غنچه نشانے از لب لعل نگار مي دہد *
شکوہ از دست تو ہرجانه توانم کردن
زاري من به سر کوے تو دیدن دارد *
آنچه خوں از غم ہجرانِ تو خوردم عمرے
ایں زماں از مژہ آہنگ چکیدن دارد *
دست بر چاک گریباں زدي و دانستم
صبح امید من امروز دمیدن دارد *

سنه ۱۲۱۶ ہجري میں وفات پائي -

وفا

وفا تخلص - مرزا حکیم عبد الباقي الشریف الرضوي نام - فرزند مرزا محمد شفیع خاں - اسلاف کا وطن عراق و خراسان و اصفہان - بغداد شریف مولد - سال ولادت سنہ ۱۲۰۴ ہجري ہے -

بتیس سال کي عمر تک اپنے والد سے تعلیم پاتے رہے - اُن کے انتقال کے بعد علم معقول اور طب حاصل کرنے کي غرض سے اصفہان پہنچے - وہاں جاکے ان علوم کو حاصل کیا - نو برس کے بعد ایران کے بعض شہروں کي سیاحت کرتے ہوے ہندوستان آئے اور حیدر آباد میں سکونت اختیار کي - عرصۂ دراز تک منیر الملک بہادر دیوان دکن کي صحبت میں عزت اور احترام کے ساتھ رہے - رفتہ رفتہ نواب ناصر الدولہ بہادر والي دکن (سنہ ۱۲۴۴ تا سنہ ۱۲۷۳ ھ) کے دربار میں باریاب ہوکر مصاحب اور طبیب سرکار مقرر ہوے - سنہ ۱۲۴۷ ہجري میں مدراس پہنچے اور یہاں مقیم ہوگئے - پھر سرکار انگریزي کے ایجنٹ کے میر منشي ہوے اور خوب شہرت پائي - ایک مرتبہ اپنے محکمے کے لوگوں سے اَن بَن ہوگئي تو استعفاء دیا - مگر ان کي کاردانی اور حسن خدمات کي وجہ سے منظور نہ ہوا -

فن خطاطي میں وفا کو ید طولیٰ حاصل تھا - خوشنویس ہفت قلم کہلاتے تھے -

جب ایران میں تھے تو محمد کاظم والہ اور فتح علي خان صبا ملک الشعراے ایران سے شاعري خصوصاً قصیدہ گوئي میں اصلاح لي - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۰ ہجري) نے بزم مشاعرہ بنام 'مشاعرۂ اعظم' ترتیب دي تو اُس کے رکن بھي رہے اور طرحي وغیر طرحي غزل خوب کہتے تھے -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے :-

خورشید را بہ حسن تو سنجیدہ ایم صبح
دیدیم چوں ستارۂ مقرون آفتاب *

چو مرغے کز قفس بیند بحسرت آشیان خود
ز چاک سینه دارد دل نظر برزلف جانانش *

ز وصل یار جدا اوفتاده مي گریم
سر نیاز به ہر در نهاده مي گریم *

ہر نکتهٔ که بود نہاں در دلم ز عشق
یک یک سر شک بر رخ من جسته جسته گفت *

وفا کا سال انتقال معلوم نہوا ۔ البته 'گلزار اعظم' کي تالیف کے وقت یعني سنه ۱۲٦۹ ہجري تک زنده تھے ۔

فصل پنجم

فارسي گو ہندوستاني شعرا جو دوسرے شہروں سے کرناٹک آئے -

قربي

قربي تخلص - سید شاہ ابو الحسن نام - فرزند حضرت سید عبد اللطیف نقوي قدس سرهما - بیجاپور مولد - سال ولادت سنه ۱۱۱۷ ھ -

قربي چار سال کي عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ سفر کے لئے نکلے - شانور میں دو سال اور ارکاٹ میں چھ سال قیام رہا - پھر رونق افروز ویلور ہوے اور وهیں سکونت اختیار فرمائي -

فارسي کتابیں محمد حسین صاحب بیجاپوري سے ' کتب تصوف مثلاً مخزن اسرار و مثنوي شریف محمد فخر الدین نایطي سے اور عربي صرف ونحو محمد ساقي صاحب سے پڑھیں - ذہن کي رسائي اور کثرت مطالعه کي برکت سے تصوف کي معتبر کتب ' مثلاً فتوح الغیب ' فتوحات مکیه اور فصوص الحکم وغیرہ پر قادر ہوگئے - عربي نثر نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ لکھتے تھے - اس پر آپ کے چند خطبات جمعه شاہد ہیں - جناب مولانا باقر آگاہ نے اپني کتاب 'تحفة الاحسن في مناقب السید ابي الحسن' میں ان خطبوں کا ذکر آپ کے حالات و کرامات کے ضمن میں کیا ھے - اس سے معلوم ہوتا ھے کہ آپ نے پہلے محمد فخر الدین نایطي کے ھاتھ پر بیعت کي اور طریقۂ قادریه میں اُن ہي سے خرقۂ خلافت حاصل کیا - اس کے بعد تمام سلسلوں میں سید علي محمد قدس سرہ سے اجازت بیعت پائي - اس کے بعد جناب خواجه رحمت الله رحمه الله سے سلسله ھاے قادریه و نقشبندیه و چشتیه و رفاعیه کي اجازت بھي ملي - شیخ محمد مخدوم ساوي قدس سرہ سے بھي اذکار و اشغال کي اجازت تھي - مختصر یه ھے کہ آپ مرشد اور عارف کامل تھے - ہزاروں طالبان حق آپ کي ہدایت سے راہ مستقیم پر پہنچ گئے -

طبیعت خوب موزوں تھي - کبھي کبھي فارسي غزل ' قصیدہ اؤر مثنوي کہتے تھے اؤر اُن میں حقایق و معارف کے مضامین باندھتے تھے - ذیل کے اشعار تبرکاً درج ہیں :—

اي آہ برق سیرم بگذر زھرزہ گردي
از حالِ دل خبردہ یک بار جان مارا *
ز زلف او پس از چندیں شب تار
بدست خویش تارے دارم امشب *
قربي حشم آہ تو با نالہ رواں شد
رسم است کہ ہر قافلۂ بے جرسے نیست *
نیست فوّارہ اي پري پیکر
آب بر خاست بہر تعظیمت *

آپ سنہ ۱۱۸۳ ہجري میں بمقام ویلور واصل معبود ہوے اؤر وھیں سپرد خاک کئے گئے - آپ کے مرید مولانا آگاہ نے ذیل کا قطعۂ تاریخ کہا :—

بوالحسن آنکہ از نم فیضش
چمن دیں چو باغ خلد شگفت *
قرطۂ گوش عرشیاں گردید
آں گہرھا کہ در معارف رفت *
با نہانش عیاں نکردہ ظہور
با عیانش نہاں نماند نہفت *
از پئے واردان مشہد غیب
خس و خاشاک غیر از دل رفت *
کرد زیں طاق تنگ عزم رحیل
تا شود با جہاں مطلق جفت *
در حریم بقا بہ شاہد قدس
دوش بر دوش شاد و خنداں خفت *
بود جان جہاں ' ازیں معني
از سفر کردنش جہاں آشفت *

فکر تاریخ رحلتش کردم
'غاب قطب البلاد' ہاتف گفت *
۱۱۸۲ ہجری

محفوظ

محفوظ تخلص - محمد محفوظ خاں نام - شہامت جنگ بہادر خطاب - فرزند دویم نواب سراج الدولہ انور الدین خاں بہادر شہید - گوپامئو (اودھ) مولد - سال ولادت معلوم نہ ہوا -

اپنے زمانے کے مشہور علما و فضلا سے فارسی اور عربی پڑھی - علوم عقلیہ و نقلیہ میں خاصی مہارت تھی - طالب علموں کو ہمیشہ اپنے خوان علم سے فیض یاب فرمایا کرتے تھے - بڑے متقی اور متشرع تھے - آپ کے وفور علم کا ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک روز اورنگ آباد میں نواب آصف جاہ والی حیدر آباد (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجری) کے دربار میں علما حاضر تھے - مولوی قمر الدین المخاطب بہ سلطان العلماء صدر بھی موجود تھے - محمد محفوظ خاں بہادر مع اپنے والد کے حاضر تھے - اتفاقاً کسی مشکل فقہی مسئلے کے متعلق استفسار کیا گیا - تمام علما جواب شافی دینے سے قاصر رہے - آپ کے والد نے اپنے فرزند کے اصرار پر بندگان عالی کے حضور میں عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو فدوی زادہ اس مسئلے پر کچھ عرض کرے - سب کو حیرت ہوی کہ جب سب کے سب علما اس مسئلے میں عاجز رہے تو ایک طالب علم کیا کہہ سکےگا؟ اجازت مل گئی تو محفوظ خاں نے بڑی صراحت کے ساتھ تقریر کرکے مسئلے کو حل کر دیا - علما نے تعریف کی - نواب آصف جاہ نے محظوظ ہو کر فرمایا کہ 'اس وقت جو مانگو عطا کیا جائیگا' - محفوظ نے برجستہ عرض کیا کہ 'دینی خدمت کے مقابلے میں فدوی کو دنیوی فائدہ مدّ نظر نہیں ہے - مگر فرمان والا کی تعمیل بھی فدوی پر فرض ہے' لہذا استدعا ہے کہ فدوی کو سرکاری کتب خانے سے جو پسند کروں کتابیں عطا فرمادی جائیں' فوراً داروغۂ کتب خانہ کو حکم دیا گیا کہ محفوظ کو دو ہزار کتابیں ان کے پسند کی دے دی جائیں -

سنہ ۱۱۶۱ ہجری میں نواب انور الدین خان بہادر شہید ہوے تو آپ کے فرزند سویم نواب والاجاہ کو نواب ناصر جنگ والي دکن (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجری) خلف نواب آصف جاہ کي سرکار سے آبائي منصب، جاگیر، خطاب اور ارکاٹ کي حکومت ملي - محفوظ اپنے بھائي نواب والاجاہ کے ہمراہ کرناٹک آئے اور مدراس میں سکونت اختیار کي - نواب موصوف نے آپ کو ترناولي کا ناظم مقرر فرمایا - برسوں اس خدمت پر مامور رھے -

نثر میں آپ کي یادگار ایک کتاب موسومۂ 'قرۃ العینین في فضائل رسول الثقلین' ھے -

آپ کے اشعار میں سلاست اور لطافت ھوتي تھي، جیسا کہ کلام ذیل سے معلوم ھوگا :—

کرد عکس رخ ملیح کسے
نمکے در شراب من امشب *
زینت ما از گداز دل بود مانند شمع
کز سر شک خویشتن عقد گھر پوشیم ما *
خسرو اقلیم عشقم، افسرم از گل کنید
گوھر تا جم ز اشک دیدۂ بلبل کنید *
بر نتا بد دوش جانم خلعت زیبائے زھد
تار و پود کسوت عشقم، ز موج مل کنید *
ہزار شکر کہ در دل نشست ہمچو خدنگ
اگرچہ تیر نگاہ تو آسماني بود *
کنارہ گیر بہ پیري ز وصل مہ رویان
کہ پردہ دار حریفان شب جواني بود *

سنہ ۱۱۹۳ ہجری میں دارالبقا کا راستہ لیا - نواب والاجاہ نے آپ کي وصیت کے موافق آپ کي نعش حیدرآباد بھیج دي اور وھاں اپنے والد نواب انور الدین خاں شہید کے پہلو میں سپرد خاک کردئیے گئے -

تجمّل

تجمّل تخلص - عظیم الدین خاں نام - لکھنؤ مولد - والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہوے -

اپنے وطن میں علم حاصل کیا - سنہ ۱۲۱۲ ہجری میں مدراس آئے اور علوم تفسیر و اصول فقہ و حدیث جناب ملک العلماء بحر العلوم علامہ عبد العلي قدس سرہ سے حاصل کئے - علم طب میں بھي اچھي دسترس رکھتے تھے - کچھہ دنوں حکومت کي طرف سے ترچناپلي کے علاقے میں مفتي بھي رھے -

کلام کا نمونہ ملاحظہ ھو :—

بسکہ لبریز انا الحق بود اندیشۂ ما
خون منصور تراود ز رگ ریشۂ ما
دل تہ خاک مي تپد ہم نفساں خداي را
تا بہ مزارم آورید آں مہ دلرباي را *
بہ سبزۂ نوخطش رفتہ دل خدا حافظ
شب است تیرۂ و رہ تنگ و چاہ در پیش است *
خواہم کہ ساقي پیش من جام مئ ناب آورد
زآں پیش کین صبح اجل در دیدہ ام خواب آورد *

سنہ ۱۲۳۰ ہجري میں انتقال کیا - مصطفي علي خاں خوشدل نے (جن کا ذکر اس تذکرے میں ھے) 'تجمّل از جہاں رفت' تاریخ رحلت کہی -
۱۲۳۰ ہجري

جودت

جودت تخلص - غلام حسین نام - فرزند محمد یار خاں نایطي - مولد اور سال ولادت معلوم نہوا - ترچناپلي میں سکونت پذیر تھے - اکثر اساتذہ سے تحصیل علم کیا -

اخیر عمر میں اہل دنیا کے لباس کو ترک کرکے جاہ پرستوں کي صحبت سے کنارہ کش ھوگئے تھے - ذہن و ذکاوت میں مشہور تھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

بسکہ از نازک مزاجي بے دماغم کردہ اند
مي برد از خویش موج چین پیشاني مرا *
گریہ ام از دلم کدورت برد
آب پاشیدم و غبار نشست *
نالہ ام فاختۂ سر و قبا پوش کسے
داغ دل آئینۂ حسرت آغوش کسے *
جودت از شوخئ تقریر خجالت دارم
نکتۂ یافتہ ام از لب خاموش کسے *

سنہ ۱۲۳۳ ہجري میں وفات پائي -

امین

امین تخلص - شیخ محمد امین نام - وطن اؤر سال ولادت معلوم نہوے -

مرزا بیدل کے شاگرد تھے - سنہ ۱۱۲۱ ہجري میں ہندوستان سے ارکات پہنچے - راي دکني رام دیوان کي وساطت سے نواب سعادت اللہ خاں بہادر کي خدمت میں عزت باریابي حاصل هوي - نواب موصوف نے بڑے مشاہرے پر دارالانشا میں خدمت عطا فرمائي اؤر اپني مصاحبت کي بھي عزّت بخشي - امین کو راے دکني رام اؤر ان کے فرزند راے بدھ چند سے زیادہ خلوص تھا - حقیقت یہ ھے کہ امین نظم سے نثر اچھي لکھتے تھے - چنانچہ فن انشا میں دو کتابیں ایک 'گلشن سعادت' اؤر دوسري 'مجمع الانشا' تالیف کیں - ایک دیوان بھي اپني یادگار چھوڑا -

چند اشعار یہ ہیں :—

اي امین بسکہ گنہ دوست برد رحمت دوست
گر ز عصیاں گزري عین گنا ہست این جا *
نجابت ہر کرا چوں مہر با رفعت قریں باشد
اگر بر چرخ چارم رفت چشمش برزمیں باشد *

انوار

انوار تخلص ۔ حافظ شاہ انوار الحق نقشبندي نام ۔ فرزند نور الحق گوپاموي ۔ گوپامئو مولد ۔ سال ولادت سنه ۱۲۰۱ ہجري ۔

نواب والاجاہ ؑ جنت آرام گاہ ؑ فرماں رواے کرناٹک (سنه ۱۱۶۴ تا سنه ۱۲۱۰ ہجري) کے بني اعمام کي اولاد سے ہیں ۔

سنّ شعور کو پہنچنے کے بعد انوار علم سے منور ہوے اور مولوي شاہ عبد الرحمٰن خلیفۂ حضرت مرزا جان جاناں قدس اسرارهما سے خلافت پائي ۔ ہمیشه ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے ۔ بارہا اپنے وطن سے مدراس تشریف لائے اور ہر مرتبه عرصۂ دراز تک مقیم رہے ۔

طبیعت بہت موزوں تھي ۔ شعر اچھے نکالتے تھے ۔ یوں ہي ایک چھوٹا سا دیوان مرتب ہوگیا ۔

کلام کا نمونه یه ہے :—

رفتم از خود بدوست پیوستم
مرگ یا بد کجا نشان مرا *
در شوق تو گه ناله کند گاہ خموشد
چوں ساعت مصنوع فرنگ است دل ما
به پیریتم چو زلیخا رسانده بود فراق
به مژدهاے وصال تو نوجواں کردند *
چو خورشید ہر چند باشي به پیشم
چه سازم که من تاب دیدن ندارم *

فصل ششم

فارسي گو ہندوستاني شعرا جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے ۔

حاجي

حاجي تخلص ۔ عبد الہادي نام ۔ فرزند حکیم عبد الکریم خاں نقوي ۔ وطن اؤر سال ولادت معلوم نہوا ۔

حج سے مشرف ہونے کے بعد اپنا تخلص 'حاجي' رکھا ۔ اس مبارک سفر سے واپس ہوکر مدراس پہنچے اؤر یہیں توطن اختیار کیا ۔

اِس سے زیادہ ان کے حالات کا پتا نہیں چلتا اؤر یہ بھي نہ معلوم ہو سکا کہ حج سے پہلے کیا تخلص تھا ۔

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

لالہ ساں ہر دو بہم دوختہ خیاط ازل
کسوت ماتمي و پیرہنِ شادي ما *
گرہِ کار فنا بود سر ہستي ما
حلّ ایں عُقدہ بجز ناخن شمشیر نہ شد *
نہ پنداري بہ غفلت ہم ز کار خویش بیکارم
کہ من در عین مستي ہمچو چشم یار ہشیارم *

'نتایج الافکار' سے حاجي کي وفات کا سنہ ۱۲۰۰ ہجري معلوم ہوتا ھے ۔

گوھر

گوھر تخلص ۔ محمد باقر خاں نام ۔ فرزند نور الدین علي خاں ۔ وطن اؤر سال پیدائش معلوم نہ ھوا ۔ عمائد اہل نوائط میں سے تھے ۔ نواب والاجاہ فرماں روائے کرناٹک (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجري) کے دربار میں ان کي بڑي آؤ بھگت ہوتي تھي ۔ ایک دفعہ گوھر نے نواب موصوف کي خدمت میں ایک قصیدہ پیش کیا اؤر اُس میں جاگیر

کي استدعا کي - فیّاض نواب نے از راہ قدر افزائي کاوري پاک کے علاقے میں ایک موضع عطا فرمایا -

نوّاب حیدر علي خاں فرماں روائے میسور کے زمانے میں گوھر نلور کي فوجداري پر مامور تھے - تھوڑي مُدّت بعد معزول ھوکر مدراس آئے -

اُن کے چند اشعار یہ ہیں :—

آشفتۂ جلوہ ات اداھا
سر گشتۂ قامتت بلاھا *

ہمیشہ زخم دلم لب بہ خندہ وادارد
کہ ناوک تو بہ دل الفت رسا دارد *

چہ طرفہ رسم در اقلیم بے نیازي ھاست
کہ شاہ بر در درویش التجا دارد *

آوارۂ عروج و نزولم براہ دوست
چوں گرد باد سر بہ ہوا سینہ بر زمیں *

معزولي کے بعد مدراس آنے کے چند ماہ کے اندر بقول 'تذکرۂ محبوب الزمن' سنہ ١٢٠٠ ہجري میں انتقال کیا اور آقا مقیم کي مسجد واقع میلاپور کے احاطے میں دفن ھوے -

مہربان

مہربان تخلص - سید عبد القادر نام - فرزند مولوي سید محمد شریف المخاطب بہ شریف الدین خان - اورنگ آباد مولد - سال ولادت میں اختلاف ھے - 'گلزار اعظم' میں سنہ ١١٤٣ ہجري لکھا ھے - مؤلف 'محبوب الزمن' لکھتے ہیں کہ "مہربان کي ولادت سنہ ١١٥١ ہجري میں ھوي - تاریخ ولادت 'ولادت عبد القادر مہربان' ھے - بعض اصحاب نے جو سنہ ١١٤٣ ہجري لکھا ھے لا اصل ھے' کیونکہ خود مہربان نے اپني تالیف میں سنہ ١١٥١ ہجري بیان کیا ھے" -

ہمارے نزدیک 'محبوب الزمن' کا قول معتبر معلوم ھوتا ھے' کیونکہ ان کے مندرجۂ بالا دلائل بہت قوي ہیں -

اپنی والدۂ محترمہ کے فیض سے سات سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا اور نو برس کی عمر میں حفظ کرلیا ۔ مولوی فخرالدین نایطی اور شیخ الاسلام خاں سے فارسی اور عربی پڑھی اور حدیث شریف میر غلام علی صاحب آزاد مرحوم سے ۔

پہلے اپنے ماموں مولوی فخرالدین کے ہاتھ پر بیعت کی اور خرقۂ خلافت پایا ۔ اس کے بعد سید شاہ فخرالدین ترمذی اورنگ آبادی کی صحبت میں حقایق و معارف تصوف حاصل کئے ۔ چنانچہ تصوف میں سبحات ۔ اصل الاصول ۔ کحل الجواہر اور مفتاح المعارف آپ کی تصنیف ہیں ۔ مدت العمر شریعت اور طریقت کی تعلیم دیتے رہے ۔ آپ کے سیکڑوں مرید تھے ۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد روضۂ خلد آباد کے قاضی مقرر ہوے اور تین سال تک اس خدمت کے فرایض خوب ادا کئے ۔ نواب والاجاہ فرماں روائے کرناٹک نے آپ کو مدراس بلالیا بڑی قدر و منزلت کی اور جاگیر بھی مرحمت فرمائی ۔ دوران قیام مدراس میں آپ میلاپور میں سکونت پذیر رہے ۔

فن شعر میں آپ کو میر غلام علی آزاد سے تلمذ تھا ۔ اُن ہی نے آپ کا تخلص مہربان قرار دیا ۔ مگر اس سے آپ چنداں خوش نہ تھے ۔ آخر فخری تخلص اختیار کیا ۔

چند اشعار یہ ہیں :—

خلل در فضل احمد کے ز تقدیم رسل آید
که موسم آخر ہنگام باراں است نیساں را *
در و دیوار فیض صبح را مانع نمی گردد
فروغ افتد بروں از پردہ نور حسن کامل را *
زیر گردوں گر یکے شاد است می سوزد دگر
عید بلبل گشت صبح و مرگ شد پروانه را *
ہمدم دیرینه می باشد موافق با مزاج
در سبوی کہنه طبعی آب می ماند بجا *

معالج دل بیمار نرگس یار است
کجا امید شفا خود طبیب بیمار است *
قاصد از تفصیل پیغامش دل ما شاد کن
خندۂ داري بلب چیزے مگر فرمودہ است *
باز گشت کفر و دیں آخر بسوي وحدت است
ہر دو دست آید بہم اما ظہور یک صدا است *
مرد را باشد خطر چوں عزتش برتر شود
خالي از سفتن نباشد قطرہ چوں گوہر شود *

سنہ ۱۲۰۳ ہجري میں آپ کا وصال ہوا - مولانا آگاہ نے یہ تاریخ رحلت کہي :-

فخري کہ در مشایخ دوراں عدیل او
ہرگز نکرد جلوہ در آئینۂ شہود *
از سرد مہري تن افسردہ گشتہ تنگ
در سیر اوج جاں پر پرواز وا کشود *
بودم بفکر رحلت او کز صریر کلک
خورد ایں فغاں بگوش دلم "لا نظیر بود"
۱۲۰۳ ہجري

یکدل

یکدل تخلص - میر علي مردان نام - فرزند سید محمد موسوي والہ - حیدر آباد مولد - سال ولادت معلوم نہوا - فارسي اور عربي اپنے والد سے پڑھي - نوّاب حیدر علي خاں والي میسور کے عہد میں بالا گھاٹ گئے - وہاں اُن کي خوب خاطر داشت ہوي - وہیں ملازم ہو گئے - چونکہ یکدل نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کے محل خاص کے عزیز تھے٭ اس لئے نواب موصوف نے ان کو پایاں گھاٹ طلب فرماکر اپنے فرزند سیف الملک بہادر مختار کي معلمي کي خدمت عطا فرمائي -

یکدل نے اپنے قصائد و غزلیات کا دیوان مرتب کیا - اُن کے کلام کا یہ نمونہ ھے :-

کے بہ مہد چشم آساید ز بے تابي ہجر
طفل اشکم از ازل با دامنم خو کردہ است *
گر خضر قصہ از سر زلف تو سر کند
تا روز حشر نیز بہ پایاں نمي رسد *
کے تواں دید بسوے دگرے کز ہجرش
موج اشکم شدہ زنجیر بہ پاے نگہم *

یکدل نے سنہ ۱۲۰۶ ہجري میں وفات پائي -

خلوص

خلوص تخلص - سید محمد چشتي نام - فرزند خواجہ حسن چشتي - اودگیر مولد - سنہ ۱۱۸۶ ہجري سال ولادت - وطن میں اپنے والد ہي سے چند درسي کتابیں پڑہ کر مدراس پہنچے - باقي کتابیں جناب مولوي سید شاہ عبد القادر مہربان و فخري قدس سرہ کي خدمت میں ختم کیں - فن شعر میں بھي آپ ہي سے تلمذ تھا - عربي میں چونکہ کافي استعداد نہ تھي، میر آزاد بلگرامي کے چند قصائد پڑہ کر اُس زبان میں بھي نظم و نثر لکھنے کي قدرت پیدا کرلي - نہایت ذہین تھے - طبیعت میں بلا کي تیزي تھي -

ان کے کلام کا نمونہ یہ ھے :-

من و صد آہ و افغاں وے و صد بوسۂ لعلش
ہزاراں پیچ و تابم داد ایں قلیاں کشیدنہا *
بے لخت دل نگشت رواں سیل اشک من
افگندہ ام خلوص بہ دریا سفینۂ *
خواہم ہمہ تن محو سرا پاے تو باشم
چشمے شوم و وقف تماشاے تو باشم *

نمودي ذبح و شد سنجاف تو رنگیں ز خون من
ہمیں بود آرزوي دل که دامانِ تو نگذارم *
غمزه ات با دل پر خوں سرو کارے دارد
کے ہراساں است بلے مرد سپاهي از خوں *
آخر از سفله شود ہمت دوني ظاہر
خشک چوں گشت نمایاں است سیاہي از خوں *

'خلوص' ملک جہاں خاں (عرف دھونڈیه) کے ہم عصر ہیں - اِنھوں نے محض اسلام کي حمایت کے خیال سے اپنے بڑے بھائي کے ساتھ سنه ۱۲۱۵ ہجري میں شربت شہادت نوش کیا -

خرد

خرد تخلص - مکھن لال نام - راجه مکھن لال بہادر خطاب - فرزند راے دولت رام منشي - ونکٹ گري مولد - سنه ۱۱۷۷ ھ سال ولادت -

سنّ شعور کو پہنچنے کے بعد اپني شادي کي تقریب سے حیدر آباد گئے اور وهاں کے اساتذه سے فارسي کي درسي کتابیں پڑھیں - سیاق ' ہیئت ' نجوم اور ہندسه میں بھي لیاقت پیدا کي - وهیں خوش نویسي اور شاعري کي مشق کي - پھر حسب الطلب نواب امیر الامرا (فرزند دوم نواب والاجاه جنت آرام گاه) مدراس آئے اور نواب والاجاه کے ملازمین کے زمرے میں داخل هوے - شده شده راے کا خطاب اور منشي گري کي خدمت پر فایز هوے - نواب عظیم الدوله بہادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۱۶ تا سنه ۱۲۳۴ ہجري) کے عہد میں راجه بہادر کا خطاب ملا -

خرد نے ملک العلما مولانا عبد العلي اور مولوي شرف الملک بہادر رحمہما الله سے شرح ملا جامي تک پڑھي -

اشعار کا نمونه یه هے :—

دو نیم کرد دل عاشقاں حیران را
نمود معجزۀ حسن آشکار انگشت *

حشر شورے است که از سینۂ نالاں برخاست
بحر موجے است که از دیدۂ گریاں برخاست *
گر سحر مست بگلشن گزری از سر ناز
گل ز حسرت بزمیں بر فگند ساغر ناز *
علم تعریف شد از گردش چشمت پیدا
فتنۂ دہر بود مشتق ازیں مصدر ناز *
خال ابروے تو در اوج بکیواں ماند
طرفه جاکرد به بیت شرف ایں اختر ناز *
زلف و ابرو و نگه تیر و کمند است و کماں
مي سزد مملکت حسن ترا قیصر ناز *

فن تاریخ گوئي میں مہارت تامه رکھتے تھے - چنانچه مسجد والاجاهي واقع ترملکھري مدراس کي بنا کي یه بے نظیر تاریخیں کہیں :-

امیر الہند والاجاه فرمود * بنا ایں مسجد فرخنده منظر
ز دل از بہر تاریخ بنایش * ندا آمد که "ذکر الله اکبر"
۱۲۰۹ هجری

ساخت طاعت گه اسلام شه دیں پرور
آنکه فرماں بر او ہست ز مه تا ماهي *
سال تاریخ بنایش بخرد هاتف گفت
نام فرخندۂ وي مسجد والاجاهي *
۱۰ ہجري ۱۲

خرد کے انتقال کا سال معلوم نہوا - اتنا تو یقین هے که آپ سنه ۱۲۱۲ ہجري تک زنده تھے' کیونکه اسي سال نواب عظیم الدوله بہادر مسند نشین هوے تھے اور ان کے عہد میں 'خرد' کو راجه بہادر کا خطاب ملا هے -

آشکار

آشکار تخلص - محمد عبد الله خاں نام - قادر نواز خاں بہادر بہرام جنگ خطاب - فرزند قاضي شیخ محمد تلمساني - نجیب آباد ضلع بجنور واقع صوبۂ متحده آگره و اودھ مولد - سال تولد معلوم نہوا -

کم سنی ہی میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آگئے - یہاں کے اساتذہ سے درسی کتابیں پڑھیں - قسمت کی یاوری سے نواب والاجاہ جنت آرام گاہ فرماں روائے کرناٹک کی سرکار میں ملازم ہوگئے اور خان بہادر خطاب پایا - نواب عمدۃ الامرا بہادر فرماں روائے کرناٹک (سنہ ۱۲۱۰ تا سنہ ۱۲۱۶ ہجری) کے عہد میں بہرام جنگ کا خطاب اور جاگیر مرحمت ہوی -

چونکہ طبیعت کو شاعری سے مناسبت تھی ' شعر خوب کہتے تھے - نمونۂ کلام یہ ہے :-

من شیفتۂ جذبۂ مستانۂ خویشم
چوں آئینہ حیران پری خانۂ خویشم *
دل باختگاں را خبر از ہر دو جہاں نیست
از بسکہ شدم محو تو دیوانۂ خویشم *
کے وارہم از قید محبت کہ چو مجنوں
خود جلوۂ لیلایم و دیوانۂ خویشم *
واعظ چہ دہی درد سرم ایں ہمہ از وعظ
خاموش کہ من گوش بر افسانۂ خویشم *
تا لمعۂ حُسنش ز دلم نور فشان است
شمع شب یلدایم و پروانۂ خویشم *

سنہ ۱۲۱۹ ہجری میں راہی ملک بقا ہوے -

طالب

طالب تخلص - شاہ وجیہ اللہ نام - فرزند محمد حبیب اللہ - عظیم آباد مولد - سال ولادت معلوم نہوا - ان کے والد بڑے تاجروں میں سے تھے - اُن ہی سے علم حاصل کیا - اس سے فارغ ہو کر حضرت شاہ منعم دہلوی قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت کی - والد کے انتقال کے بعد اپنا مال و اسباب اللہ کی راہ میں صرف کرکے حرمین شریفین جانے کے قصد سے مدراس آئے - کچھہ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ

بارہ برس تک یہیں قیام کرنا پڑا - پھر کہیں جاکر یہ سفر مبارک پیش آیا - حج و زیارت سے مشرف ہوکر ترچناپلي پہنچے - چند روز وھاں تھیرکر دوبارہ حجاز گئے اؤر وھیں سکونت گزیں ہوے - نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجري) نے آپ کو واپس بلاکر اپنے فرزند ارجمند نواب اعظم جاہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۵۱ ہجري) کي تعلیم کے لئے مقرر فرمایا - آپ عالي فکر شاعر تھے جیسا کہ ذیل کے اشعار سے معلوم ہوتا ھے :—

بیہودہ بہ سیر گل و گلزار مگر دید
در گلشن دل باغ و بہار است بہ بینید *
بے فائدہ در گلشن گیتي نبود ہیچ
ہر سبزہ دریں باغ بکار است بہ بینید *
دست از حنا مساز نگاریں نگار من !
آتش مزن بجان و دل بیقرار من *
بے اختیار مي کشدم دل بسوي تو
در عشق تو کجاست بہ کف اختیار من *

طالب نے سنہ ۱۲۲۹ ہجري میں انتقال کیا -

اظفري

اظفري تخلص - محمد ظہیر الدین میرزا علي بخت نام - فرزند میرزا محمد ولي بیگ - دہلي مولد - سال ولادت معلوم نہوا - آپ کے والد شہنشاہ عالم گیر (سنہ ۱۰۶۹ تا سنہ ۱۱۱۸ ہجري) کي پوتي عفت آرا بیگم کے پوتے تھے -

سنہ ۱۲۱۲ ہجري میں دہلي سے فایز مدراس ہوے اؤر یہیں سکونت اختیار کي - نواب عمدۃ الامراء بہادر اؤر نواب عظیم الدولہ بہادر، اظفري کي بڑي تعظیم کرتے تھے - جب کبھي دار الامارہ میں آتے تو دروازے تک استقبال کرتے تھے اؤر اپني مسند پر بٹھاکر خود ان کے پہلو میں بیٹھتے تھے -

اظفري علاوه فارسي و ريختة کے ترکي خوب جانتے تھے - فارسي اؤر ريختة دونوں میں شعر کھتے تھے -

(۱) لغات ترکي چغتائي (۲) محبوب القلوب اؤر تنگري تاري (ترکي اؤر ہندي لغت کا مجموعه) (۳) سانحات اظفري (۴) واقعات اظفري (۵) رسالۂ عروض و قافيه (۶) ديوان اشعار ہندي - آپ کي يادگار ہیں [۱] -

اُن کے فارسي اشعار کا نمونه يه هے :—

اظفري نيست داغ سينۂ ما
اين چراغ است بر دفينۂ ما *

کربه عزم سفر آں يار ز جا بر خيزد
لشکر دل شد گاں ہم به قفا بر خيزد *

برقع از ماه رخ خويش ميفگن چندے
نيک داني که دراں فتنه چها بر خيزد *

شود خورشيد چوں طالع من ازروي تو انديشم
ہلالم گر نظر آيد ز ابروي تو انديشم *

اردو اشعار کا نمونه يه هے :—

شکر و حمد ايزدي آرايش عنواں هوا
نعت و وصف احمدي ديباچۂ ديواں هوا *

يه شاعر راست شاگرد خدا ہیں
کہا هے شعر میں راز نہاں کو *

تمہارا اظفري هے شعر کچھ بھي
زيادہ لن‌ترانی اب نه هانکو *

باغ کيا جس میں که برگ و ثمر و تاک نہیں
جس زمیں میں نہیں یه چھاؤں وهاں خاک نہیں *

مار کر قهر سے کر لطف جلا ليتا هے
هے مسيحا بھي مرا يار وه سفاک نہیں *

---

۱ واقعات اظفري ، اور ديوان اظفري مدراس يونيورسٹی کے ذريعه زير طبع هيں -

یارو هے اظفري اردو کي زباں کا وارث
اہل دہلي هے وہ باشندۂ مدراس نہیں *
اُس کي صورت کو دیکھکر بھولے
هاے ہم بھولے سر بسر بھولے *
منہہ کا میٹھا تھا پیٹ کا کھوٹا
جھوٹي میٹھي سي بات پر بھولے *
اس کے عشاق ھو گئے وحشي
سب یہ خانہ خراب گھر بھولے *
دیکھو اس میرے یار کو اور وہ
مجھہ پہ کرتا نہیں نظر بھولے *
سوز شمع ہجر سے شب جل گئے
ڈھلتے ڈھلتے آنسو ہم خود ڈھل گئے *
کل کا وعدہ کیا رقیبوں سے کیا
کرتے آج آپس میں کچھہ کل کل گئے *
شرط تھي مانوں گا جو مانگوگے تم
نام بوسہ سنتے ہي کچھہ ٹل گئے *
غنچۂ دل اظفري تقریب سیر
گلرخاں پامال کر مل دل گئے *
آئي یاد اور نقد اشک امڈے چلے
ایسي ور خرچي نے گھر چوپٹ کیا *
کون کہتا هے کہ تونے ہمیں ہٹ کر مارا
دل جھپٹ آنکھہ لڑا نظروں سے ڈٹ کر مارا *
فن کشتي میں تو کچھہ تم سے ہم اگلے نکلے
یار جي ہم نے ہي آخر تمھیں پٹ کر مارا *
اظفري نے سنہ ۱۲۳۴ ہجري میں ملک بقا کي راہ لي -

خوشدل

خوشدل تخلص - احمد مجتبی نام - مصطفی علي خان بهادر خطاب - گوپامؤ مولد - سنه ۱۱۷۳ ہجري سال ولادت - آپ کا نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت ناصرالدین عبد الله بن خلیفهٔ ثاني امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضي الله تعالي عنهما تک پهنچتا هے - حضرت ناصرالدین عبد الله حضرت امام حسن علي جده و علیه التحیة والثنا کے نواسے تھے -

خوشدل نے فارسي درسي کتابیں پڑھنے کے بعد مولوي رحیم الدین گوپاموي ' مولوي غلام طیب بهاري اؤر مولانا حیدر علي سندیلوي سے علوم عربي پڑھے - قرآن مجید بھي حفظ کیا - سید شاه غلام پیر ابن سید شاه یٰسین بلگرامي قدس اسرارهما سے بیعت کي اؤر آپ کے فرزند مولوي سید شاه غلام نصیر الدین سعدي قدس سره سے خرقهٔ خلافت پایا -

سنه ۱۲۰۰ ہجري میں فایز مدراس ہوے اؤر نواب والاجاه فرماں رواے کرناٹک کي سرکار میں ملازم هوگئے - نواب ممدوح نے مصطفی علي خاں بهادر خطاب دیا اؤر سرکاري مدرسه واقع گوپامؤ میں مدرسي کي خدمت عطا فرماکر وهاں بهیجدیا - نواب موصوف کي زندگي تک خوشدل اُسي عهدے پر مامور رهے - نواب عمدة الامراء بهادر فرماں رواے کرناٹک کي مسند نشیني کے بعد سنه ۱۲۱۴ ہجري میں دوباره مدراس آئے - چند روز یہاں قیام کرکے گوپامؤ واپس چلے گئے - سنه ۱۲۱۶ ہجري میں نواب موصوف کي رحلت کے بعد تیسري مرتبه وارد مدراس ہوے اؤر سال بهر یہاں مقیم رهے - اِس اثنا میں اہل حکومت نے آپ کو ترچناپلي کے اطراف کا قاضي مقرر کردیا - چند سال کے بعد ممالک محروسهٔ صوبهٔ مدراس کے قاضي القضاة مقرر ہوے -

اُن کے اشعار کا نمونه یه هے :—

بوسم من بے برگ و نوا برگ حنا را
تا بوسه به پیغام دہم آں کف پا را *

کردہ از خون جگر ناوک او را سیراب
اہل دل شاد نمایند دل مہماں را *
پردۂ عالم دریدي تا نمودي جلوۂ
حیرتے دارم، ہنوز از شرم مستوري چرا *
کشتي صبر عجب نیست کہ روگر شکند
دیدۂ زار چو دریا بہ خروش است امشب *
دلم ز جور تو ترسان و دیدہ محو جمال
میان دیدہ و دل طرفہ ماجراے ہست *
خاکے شدم وگوشۂ داماں نگرفتم
ز اوارگیم گرد بیاباں گلہ دارد *

سنہ ۱۲۳۴ ہجري میں اس دار ناپایدار سے رخت اقامت اٹھا لیا - مسجد متیال پیٹ کے صحن میں سپرد خاک کئے گئے - آپ کے فرزند افضل العلماء مولوي ارتضا علي خاں بہادر نے والد ماجد کے انتقال کي تاریخ کہي "خوشدل مرحوم"
۱۲۳۴ ھ

فایق

فایق تخلص - سید خیر الدین نام - فرزند سید معصوم خاں امامي - اُدگیر مولد - سال ولادت سنہ ۱۱۸۸ ہجري "محمد خیر الدین خان فایق" تاریخ ولادت ھے - فارسي کتابیں اُدگیر میں پڑھنے کے بعد مدراس
۱۱۸۸ ھ
آئے - ملک العلما مولوي علاء الدین اور دوسرے عالموں سے عربي پڑھي -

سنہ ۱۲۳۲ ہجري میں حیدر آباد گئے - راجہ چندو لعل کے یہاں پانچ سو ماہوار پر مدرسي کي خدمت ملي - شاعري میں مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا - کلام کا نمونہ یہ ھے :—

الٰہي نغمہ سنجي بخش چوں بلبل زبانم را
برنگ گل بہار آراے محفل کن بیانم را *
عجب نبود اگر فرزند بہتر از پدر باشد
کہ عطر صندل افزوں تر ز صندل مي دہد بو را *

فوج طفلان سرشکت است روان از رہ چشم
مگر از سینہ بروں شد دل دیوانۂ ما *
موسم پیری من صبح امید است مرا
پنبۂ داغ کہنہ موی سفید است مرا *
سیاہ رو شود آں کس کہ عیب بیں گردد
چو خامہ بر سخن ہیچ کس مدار انگشت *
سرخی چشم من از گریہ نباشد فایق
آفتابے ز نظر رفت و شفق باقی ماند *
ماجرائے ابر دل زارم گذشت از آب اشک
مشت خاکے بود آں ہم رفت در سیلاب اشک *
من بے چارہ دریں راہ نیازے دارم
گر تو اے زاہد خود بیں بہ نماز آمدۂ *
مرحبا باد صبا بوے خوشے آوردی
مگر از ساحت گلزار حجاز آمدۂ *

سنہ ۱۲۴۲ ہجری میں دار فنا چھوڑ کر دار بقا کا راستہ لیا۔

نامی

نامی تخلص۔ مولوی تراب علی نام۔ شیخ نصرت اللہ عباسی کے فرزند۔ خیر آباد (اودھ) مولد۔ سنہ ۱۱۹۱ ہجری سال ولادت۔

اپنے زمانے کے اساتذہ سے فارسی اور عربی علوم کی تحصیل کی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد شاعری کی طرف توجہ کی اور مرزا قتیل سے تلمذ اختیار کیا۔ آخر تلاش معاش میں کلکتے گئے اور بہ تقریب ملازمت اہل فرنگ چند سال وہیں مقیم رہے۔ حسن اتفاق کہ سنہ ۱۲۲۵ ہجری میں ایک یوروپین افسر کی معیت میں ایران گئے اور اصفہان، شیراز و عراق عرب کی سیر کر کے دو سال کے بعد کلکتے واپس آگئے۔ سفر ایران کے بعض حالات فارسی زبان میں بہ محاورۂ ایرانیان لکھے۔ سنہ ۱۲۲۹ ہجری میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے مدرسے میں

مدرّس ہوکر مدراس آئے - بہت سے طالب علم آپ کے فیض تعلیم سے فارغ التحصیل ہوے - ان میں سے بعضوں کو اضلاع میں مفتي اور قاضي کي خدمتیں ملیں -

آپ نے کئي تالیفات اپني یادگار چھوڑیں ' چنانچہ منطق میں درالمنظوم اور نحو میں وسیط النحو - ان کے علاوہ منطق کي بعض کتابوں پر حواشي بھي لکھے ہیں -

آپ کے اشعار کا یہ نمونہ ہے :—

با دل بسمل چو دیدم ربط چسپاں آہ را
ساختم عنوان دیواں لفظ بسم الله را *
بسکہ مي ترسم از جدائي ها
توبہ کردم ز آشنائي ها *
ہر کس کہ سر زلف شما داشتہ باشد
بس سلسلہ ها بر سرپا داشتہ باشد *
از من اي گل رو چہ پرسي باعث تاخیر اشک
خار مژگاں مي شود ہر لحظہ دامنگیر اشک *
من بہ دل جاے بت حور سرشتے دارم
بخدا طرفہ بہشتے و کنشتے دارم *
از بخت سیہ شکوہ ندارم کہ رسانید
زلف سیہ یار بدیں روز سیاہم *

سنہ ۱۲۴۱ ہجري میں حرمین شریفین زاد هما الله شرفاً و تعظیما کي زیارت کے لئے روانہ ہوے - واپسي کے وقت راستے میں پیچش ہو گئي - مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کي - سري رنگ پٹن میں بتاریخ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۴۴ ہجري وفات پائي - ٹیپو سلطان شہید کے گنبد کے چبوترے پر دفن ہوے -

شایق

شایق تخلص - غلام محي الدین نام - شایق علي خاں خطاب - فرزند شاہ احمد ابو تراب - شایق کے اسلاف کا وطن بیدر تھا ' لیکن آپ کے

جد امجد نے اُدگیر میں سکونت اختیار کرلی تھی - چنانچہ آپ سنہ ۱۲۰۳ ہجری میں اُدگیر ہی میں پیدا ہوے - آپ کے اجداد عالی خاندان تھے - ان کے نسب کا سلسلہ تین واسطوں سے جناب قدوۃ العلما زبدۃ الاولیا مولوی محمد حسین شہید المعروف بہ امام صاحب (قدس سرہ) تک منتہی ہوتا ہے -

اس خاندان کے اکثر حضرات شراب معرفت کے متوالے تھے - چنانچہ حضرت قاضی محمود اور جناب مولانا حبیب اللہ کے فضائل و کرامات مشہور آفاق ہیں -

شایق کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ کچھ دنوں کالسٹری میں مقیم رہے - پھر مدراس پہنچے اور یہیں کے ہو رہے - عربی و فارسی درسی کتابیں اِس زمانے کے مشہور اساتذہ سے پڑھیں - اپنے حقیقی ماموں سید شاہ منصور قادری سے بیعت کی -

سنہ ۱۲۲۰ ہجری میں اپنی شادی کی تقریب سے اُدگیر گئے اور نواب اعظم جاہ نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجری) کی ریاست کے اخیر زمانے میں مدراس واپس آ گئے، نواب موصوف کی سرکار میں ملازم ہوے اور شایق علی خاں خطاب پایا - پھر سرکاری مدرسے میں فارسی کے مدرس ہو گئے -

فارسی اشعار کی اصلاح فایق اور والا سے لیتے تھے - ریختہ گوئی میں اظفری اور میر شاہ حسین حقیقت سے تلمذ تھا - نظم اس قدر جلد کہتے تھے کہ جس کو بدیہہ گوئی کہنا چاہئے - چنانچہ نواب اعظم جاہ بہادر کی فرمایش پر صرف تیرہ دن میں ۳۷ نعتیہ اور منقبتیہ غزلیں کہہ کر پیش کیں - نظم سے زیادہ نثر پر قدرت تھی - حسب ذیل کتابیں تصنیف کیں :—

(۱) مرج البحرین نعتیہ اور منقبتیہ غزلوں کا مجموعہ (۲) روضۃ قدسیان در احوال بندگان دین (۳) مثنوی ہندی مسمّٰی بہ رشک بہشت (۴) دیوان فارسی و ہندی -

اُن کے چند اشعار یہ ہیں :—

الہي رنگ روي گل رخاں دہ داستانم را
به رنگ کاکل مشکیں مسلسل کن بیانم را *

وقت پیري دل ز آہ سرد آخر وا شود
مي کند فیض نسیم صبح خنداں غنچہ را *

عشق عاشق دردل معشوق آخر جا کند
گل گریباں چاک دارد از ولاے عندلیب *

طالعم برگشتہ از سوداے زلف طبر است
سطرها کے راست آید چوں کجي در مسطر است *

مگر ز خاک نشاں سوار میجوید
وگر نہ چیست زمیں کندن فرس بدو دست *

احساں غنیمت است دریں باغ برسنم
حرفے کہ در شروع گلستاں است منت است *

قاتلم کاش رخ طفل سرشکم مي دید
تا کہ در کشتن من پاس یتیماں مي کرد *

در حیرتم ز خال رخ دلستان او
یا رب چساں بہ شعلہ قرار سپند شد *

سنہ ۱۲۴۹ ہجري میں اس دار فنا کو خیر باد کہا - آپ کے چھوٹے بھائي مولوي واقف نے یہ قطعۂ تاریخ لکھا :—

بیدل عصر حضرت شایق * قدس اللہ سرہ السامي
کام دل جست چوں بقرب اللہ * کہ جہان است جاے نا کامي
ہاتفم سال رحلتش فرمود * "رفتہ ہیہات ہمدم جامي"
۱۲۴۹ھ

مجرم

مجرم تخلص - حضرت سید شاہ حسین قادري نام - فرزند حضرت سید شاہ عبد القادر قادري - بیجاپور وطن آبائي - ناور مولد - سال ولادت

سنه ۱۱۸۰ ہجري - "ذي عشق" تاريخ ولادت - آپ کا سلسلۂ نسب
۱۱۸۰
والد ماجد کي طرف سے حضرت امام جعفر صادق رضي الله تعالي عنه تک اور والدۂ ماجده کي جانب سے حضرت سلطان الاوليا محبوب سبحاني غوث اعظم سيدنا سيد عبد القادر الحسني الحسيني جعفري الجيلاني رضي الله تعالي عنه تک پہنچتا هے - آپ کے جد امجد حضرت الحاج سيد حبيب الله قادري بيجاپور چهوڑ کر مدت تک حيدر آباد ميں اوْر چندے مچهلي بندر ميں سکونت پذير هوے - پهر کرناٹک تشريف لاکر نلور ميں مقيم هوے -

حضرت ممدوح قدس سره جب سنّ شعور کو پہنچے تو عربي نحو ميں کافيه تک مطالعه کيا اور فارسي کتابيں اپنے چچا حضرت سيد ميراں قادري مرحوم قدس سره مدرس مدرسۂ نلور سے پڑهيں - اپنے بڑے بهائي حضرت مولوي سيد محمد قادري قدس سره سے بهي علمي استفاده فرمايا - والد ماجد کے دست حق پرست پر بيعت کي اوْر خرقۂ خلافت بهي آپ ہي سے پايا -

سنه ۱۲۱٦ ہجري ميں تشريف فرماے مدراس هوے - مسجد جامع ميلاپور کے قريب ايک مکان ليکر قيام فرمايا - سنه ۱۲۲۵ ہجري ميں بالکل گوشه نشيني اختيار فرمائي - بقية العمر کبهي مسجد کے دروازے سے باہر قدم نہيں نکالا - ہميشه طالب علموں کي تعليم اوْر مريدوں کي ہدايت فرماتے رهے - آپ کے مريدين و معتقدين کا حلقه نہايت وسيع تها -

آپ عاجز راقم (گوهر) کے پير و مرشد حضرت زبدة العارفين سراج السالکين مولانا الحاج مولوي سيد شاه حسين قادري الشطاري قدس سره العزيز کے حقيقي دادا اوْر دادا پير تهے - آپ مدراس کے ممتاز مشايخ ميں شمار هوتے تهے - آپ کا کچه کلام تيمناً ذيل ميں درج هے :-

رويد ہزار لاله ز سنگ مزار ما
تا سر زند نشاں ز دل داغ دار ما *

صد روضۂ بہشت بود فرش راہ او
مہجرم مرو ز کوچۂ این گل عذار ما *
ساغر صہبائے وحدت میدہد از شوق دل
مست ساقي مہجرم سر کردۂ رندان ما *
پیرو روشن دلاں یابد طمانیت مدام
در پس آئینہ آرامے بود سیماب را *
چوں بامید قُدومت زندہ در گوریم ما
زینہار از مشہد ما دامن خود را مکش *
ناز و کرشمۂ تو دل قدسیاں ربود
از ما بہ بُرد صبر و تحمل علي الخصوص *
سنہ ۱۲۵۰ ہجري میں وصال ھوا - کسي نے "نیا حسین کا غم"
تاریخ کہي - ۱۲۵۰ ہجري

حسن

حسن تخلص - محمد علي حسن نام - فرزند شیخ نوازش علي - جونپور مولد - سال ولادت معلوم نہوا - ان کے جد اعلي شاہ فتح اللہ انصاري ولد عبد اللہ انصاري تغلق شاہ بادشاہ دہلي کے عہد حکومت میں اپنے وطن سے فایز دہلي ھوے - کچھہ دن وھاں ٹھہر کر بہ طریق سیاحت جون پور گئے ' جو اُس زمانے میں شاھان شرقیہ کا دارالحکومت تھا - اُن کے اوصاف حمیدہ کي شہرت ھوي تو وھاں کے بادشاہ نے اُن سے جامع مسجد میں ملاقات کي اور جون پور کے پرگنۂ ماہل میں چند مواضع بطور جاگیر عطا کئے - اُن ہي کي اولاد اس جاگیر میں سکونت پذیر ھوگئي - بعضوں نے معلّمي اختیار کي اور بعض شاھان دہلي کے یہاں اعلي عہدوں پر فایز ھوے -

حسن نے کم سني میں وطن سے بنارس پہنچکر فارسي درسي کتابیں ملا محمد عمر (شاگرد سراج الدین علي خاں آرزو) اور شیخ علي

حزیں سے پڑھیں - پچیس برس کے سن میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہوکر ملک بنگالہ چلے گئے - وھاں چندے درس دیتے رھے - سنہ ۱۲۳۲ ہجری میں ارباب حکومت کی طلب پر مدراس آئے اور سرکار کمپنی کے مدرسے میں مدرس مقرر ھوے - چند سال کے بعد صدر مفتی کے عہدے پر ترقی پائی -

آپ حلیم الطبع - کریم الاخلاق اور متواضع تھے - فارسی کی تمام کتابیں پڑھانے میں کامل دسترس رکھتے تھے - علم ریاضی میں آپ کی قابلیت بہت بڑھی ھوی تھی - یہ چند کتابیں آپ کی تالیفات میں سے ہیں :—

(۱) تبصرة الحکمت (طبیعیات و الہیات میں) -

(۲) منتخب التحریر (علم ریاضی میں) -

علم تکسیر و جفر و رمل میں بھی چند رسالے ہیں -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

از بسکہ وحشی است دل بیقرار ما
رم می کند ز سایۂ مردم غبار ما *
در بر نہال قامت او تا نشاندہ ایم
گل کرد صد بہار ز باغ کنار ما *
بر روی زرد ماست عیاں اشک لالہ گوں
یک جا بہم شد است خزان و بہار ما *
دوش چوں بے رحمی ظالم دل من یاد کرد
من جدا فریاد کردم دل جدا فریاد کرد *
چشم تو دوست دارم اگر می طپم بجاست
بیمار دار از غم بیمار می طپد *

سنہ ۱۲۵۸ ہجری میں اس دار فانی سے ہمیشہ کے لئے روپوش ھوگئے -

والا

والا تخلص - سیّد ابو سعید نام - سید ابو طیّب خاں خطاب - فرزند سید ابو طیب خاں - رحمت آباد مولد - سنه ۱۱۹۰ ہجري سال ولادت -

والا کے دادا سید زین العابدین امامي نواب والاجاه کے دیوان محمد عاصم خاں بہادر مبارز جنگ کے حقیقي چچا تھے -

والا عربي کي ابتدائي کتابیں اؤر فارسي کي درسي کتابیں اساتذۂ عصر سے پڑھکر مدراس پہنچے اؤر فن شاعري میں مولانا آگاه کے شاگرد ھوے - حضرت آگاه ہي نے آپ کا تخلص والا مقرر کیا اؤر از راه عنایت یه شعر بھي موزوں فرمایا :—

حظ وافر ببر از سیر چو بلبل والا
اولیں جوش بہار است گلستان ترا *

استاد کے انتقال کے بعد آپ اپنے قریے کو گئے جو رحمت آباد کے قریب ھے - ایک مدت وهاں ٹھیرے اؤر جناب مولوي شاه رفیع الدین قندهاري دکني رحمة الله کے دست مبارک پر بیعت کي - سنه ۱۲۵۲ ہجري میں آپ کے چھوٹے فرزند نے انتقال کیا اؤر آپ کو اتنا صدمه ھوا که وطن کا قیام دوبھر ھوگیا - آخر سفر کي ٹھاني اؤر دوباره مدراس آئے - حافظ یار جنگ کي وساطت سے سرکاري ملازم ھوکر نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۱ ہجري) کے استاد مقرر ھوے اؤر سید ابو طیب خان خطاب ملا -

آپ نے خطاطي اؤر تاریخ داني میں کمال حاصل کیا - قادر الکلام اؤر پُر گو شعرا میں آپ کا شمار تھا - دو مثنویاں 'بحر غم اؤر آیۂ رحمت اؤر ایک دیوان (مشتمل بر قصائد و غزلیات وغیره) آپ کے افکار آبدار کا نتیجه ھے - نثار بھي اعلي درجے کے تھے - چنانچه حضرت خواجه رحمت الله قدس سره کے حالات میں ایک رساله بنام 'بحر رحمت' لکھا -

ان کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

الٰہي ساز روشن چوں ید بیضا بیانم را
کلیم طور سینائے تجلي کن زبانم را *
سیہ پوش است یارب در غم تو حرف حرف من
کرامت کن اثر چوں بیت خود ہر بیت دیواں را *
اسیر عشق مژگانش شدم از شوق زلف او
بلے ہر خار صیاد است مرغ رشتہ بر پارا *
نرم خوئي سبب امن بود از ظالم
نہ شود زخم نمایاں چوزني تیر در آب *
عالمے را مي تواں از خُلق خود تسخیر کرد
بوے گل زنجیر مي گردد بہ پاے عندلیب *
دلم ز راحت یاراں ہمیشہ خورسند است
کہ ربط من بہ عزیزاں چو شاخ پیوند است *
اہل بصیرت از سخنے رنج مي برند
مو درمیان دیدہ کم از نوک خار نیست *
اشکم از شوق لبش قطرہ زناں مي آید
ہمچو طفلے کہ پئے قند دواں مي آید *
گشت حسن از پردہ ظاہر، صورت جانا نہ شد
عشق در جوش و خروش آمد دل دیوانہ شد *
کامل شود چو مرد نگردد بخانہ بند
آرد چو باز پر نشود آشیانہ بند *
از بازي دغاے سپہر کینہ دوست
ہستم بسان مہرۂ ششدر بخانہ بند *
جز سیاست نبود کار ریاست جاري
نشود خامہ رواں تانزني آنرا قط *

آید بسائل از لب ممسک جواب خشک
از جیب خشک سال بر آید سحاب خشک *
عشق فایز کند آخر بحقیقت ز مجاز
میر سد شبنم افتادہ بمہر از بر گل *

والا نے صفر سنہ ۱۲۶۴ ہجری کو بعارضۂ فالج انتقال کیا ۔ مسجد معمور واقع مقیال پیٹ کے صحن میں اپنے چچا کے پہلو میں سپرد خاک ہوے ۔ جناب خوشنود نے تاریخ رحلت " العاقبۃ للمتقین " کہی ۔
۱۲ ھ ۶۴

عاشق

عاشق تخلص ۔ (مولوی) سید عبد الودود نقوی نام ۔ چوکھریہ (من قصبات ضلع بردوان ' بنگالہ) مولد ۔ سال ولادت معلوم نہوا ۔

ان کے اجداد قصبہ کڑہ ضلع الہ آباد کے رہنے والے تھے ۔ ان میں سے ایک صاحب وطن سے بردوان گئے اور وہیں مقیم ہوکر تعلیم و تدریس دین میں مشغول ہوے ۔ ان کے اکثر اسلاف صاحبانِ فضل و کمال تھے اور اپنے خوان علم سے طلبہ کو نعمت علم عطا کرتے رہے ۔ عاشق کے والد بھی کلکتہ کے مدرسۂ عالیہ میں مدرس تھے ۔

عاشق نے مولوی امین اللہ سے تمام درسی کتابیں پڑھیں ۔ فارغ التعلیم ہوکر سنہ ۱۲۲۲ ہجری میں مدراس آئے اور ضلع گنٹور کے مفتی مقرر ہوے ۔ پھر ترچناپلی کے علاقے میں قاضی کے عُہدے پر مامور ہوے ۔ اس کے بعد صدر عدالت کے مفتی بنائے گئے ۔ پچیس برس تک اس عہدۂ عالیہ کے فرایض انجام دینے کے بعد ضلع چنگل پیٹ میں صدر امین کئے گئے ۔

کلام کا نمونہ یہ ہے :—

آتش انتظار سوخت مرا
چہ بلاے است آشنائی ہا *

از مساس مصحف رویش گنه ننوشته اند
دست از جان شسته در عشقش وضوداریم ما *
ازیں چیں ها که دارم بر جبیں وقت کهن سالي
بصد لب مي کنم تفسیر رنج ضعف پیري را *
نکند صبر ایں دل ناداں
کار با سخت جاهل افتاد است *
چوں سینهٔ من کلبهٔ اخگر شده از عشق
هر ذرهٔ آهم چو شرار است به بینید *
سخن را آب و تاب از اشک دل سوزے چناں دارم -
بگوش هر که مي افتد کم از گوهر نمي داند -

سنه ۱۲۲۸ هجري میں انتقال هوا - شاه راه میلاپور میں دلیر جنگ بهادر کے مقبرے کے روبرو سپرد خاک کئے گئے -

خوشنود

خوشنود تخلص - (مولوي) ارتضا علي نام - ارتضا علي خاں بهادر خطاب - فرزند مولوي مصطفی علي خاں بهادر خوشدل - قصبهٔ گوپامئو میں سنه ۱۱۹۸ هجري میں پیدا هوے -

پندره سال کي عمر میں اپنے والد سے فارسي کي چند کتابیں اور عربي میں کافیه تک پڑهنے کے بعد لکهنئو گئے اور به حیثیت طالب علم برسوں وهاں قیام پذیر رهے - وهاں سے سندیلے پہنچے اور مولانا حیدر علي سندیلوي کي خدمت میں، جو مشهور علماء میں سے تهے، علوم معقول و منقول حاصل کئے پهر بلگرام میں سات سال تک مقیم ره کر مولوي محمد ابراهیم ملیباري سے باقي کتابیں پڑهیں - فارغ التحصیل هونے کے بعد جناب مولوي شاه غلام نصیر الدین سعدي بلگرامي رحمه الله سے بیعت کا شرف اور خرقهٔ خلافت پایا -

سنه ۱۲۲۵ هجري کے شروع میں اپنے والد سے ملنے کے لئے مدراس آئے - پانچ سال بعد نواب عظیم الدوله بهادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۱۶ تا

سنہ ۱۲۳۴ ہجری) کی سرکار میں ملازم ہوے اور محکمۂ عالیہ کے مفتی مقرر ہوے - سنہ ۱۲۳۵ ہجری میں کسی وجہ سے مستعفی ہو گئے اور چندے متوکلانہ زندگی بسر کی - بعض اہل حکومت کی خواہش پر دوبارہ قاضی کا عہدہ قبول کیا اور چتور کے علاقے میں مقرر کئے گئے - کچھ دنوں بعد صدر مفتی ہوے - سنہ ۱۲۴۴ ہجری میں صوبۂ مدراس کے قاضی القضاۃ بنائے گئے -

چوبیس سال تک اپنے فرائض نہایت خوبی کے ساتھ انجام دینے کے بعد سنہ ۱۲۶۸ ہجری میں وظیفہ لے کر اپنی خدمت سے سبکدوش ہوے اور مع اہل و عیال حرمین شریفین زاد ھما اللہ تعالی شرفاً و تعظیماً تشریف لے گئے -

نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجری) آپ کے شاگرد تھے - سیکڑوں طلبہ نے آپ کے خوان تعلیم سے بہرۂ وافی حاصل کیا - آپ نے بہت سی عربی کتابوں کی شرحیں اور حاشیے لکھے - اُن کے علاوہ ذیل کی کتابیں آپ کی تالیف ہیں :-

(۱) نقود الحساب (۲) فرائض ارتضیہ (۳) شرح فارسی قصیدہ بردہ (۴) تنبیہ الغفول فی اثبات ایمان آباء الرسول (۵) شرح اسماء الحسنی عربی -

آپ کے فارسی کلام کا یہ رنگ ہے :-

چشم آہو با ہمہ شوخی شکار چشم تست
نرگس شہلا بہ مستی شرمسار چشم تست *

کے نظر افتد بران گل چہرۂ نازک بدن
ہستی موہوم تو خوشنود خار چشم تست *

دانۂ سبحہ مگر دان زاہد
انما اللہ الہ واحد *

چہ بلا سوز درونم اثرے پیدا کرد
ریخت اشکے کہ ز چشمم شورے پیدا کرد *

شد چلاں سینه مشبّک ز خدنگت تو که دل
بهر نظاره زهر رخنه درے پیدا کرد *
تا تواز مي کده رفتي بهوايت ز حباب
مے به مینا همه تن چشم ترے پیدا کرد *
قصد صید دل مابود که صیاد ازل
چوں تو نازک بدنے خوش کمرے پیدا کرد *
نیست 'خوشنود' سزاوار ملامت ناصح
دل و جاں باخت بعشق و هنرے پیدا کرد *
خواهي که نماز عشق خواني
از خون دو دیده با وضو باش *
از خستهٔ خود یاد نیاري عجب از تو
کشتي و بخاکش نه سپاري عجب از تو *
خوشنود از انجا بچه کار آمده بودي
مغفول دریں جا بچه کاري عجب از تو *
چرخ زن گرد نقطهٔ وحدت
همچو پرکار باش تا باشي *

رباعي

آدم آئینهٔ جمال تو بود * عالم همه مظهر کمال تو بود
آں کس که نکرد نفس خود را ادراک * کے محرم محفل وصال تو بود

خوشنود کا سال رحلت معلوم نهوا - اتنا پته چلتا هے که تذکرهٔ گلزار اعظم کي تالیف یعني سنه ۱۲۶۹ هجري تک زنده تهے -

شفیع

شفیع تخلص - میر محمد شفیع نام - فرزند میر عسکري باقري استر آبادي - نلور مولد - سنه ۱۲۲۸ هجري سال ولادت - سلطان ابوالحسن قطب شاه عرف تانا شاه والي حیدر آباد دکن (سنه ۱۰۸۳ تا سنه ۱۰۹۸ هجري) نے شفیع کے اجداد میں سے ایک صاحب

میر حسن اسفر آبادي کي بڑي قدر افزائي فرمائي اؤر مضافات حیدر آباد میں مري کنڈہ کي جاگیر عطا کي - شفیع کے والد پہلے تو مچھلي بندر میں تجارت کرتے تھے - بعد کو ملازمت کي اؤر ضلع نلور کے ایک محکمے میں منشي مقرر ہوے -

شفیع نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے والد اؤر دوسرے اساتذہ سے فارسي اؤر عربي پڑھي - نیز علم حساب میں بھي مہارت پیدا کي - عرصۂ دراز تک مختلف شہروں کي سیاحت کرتے رہے - باپ کے انتقال کے بعد اُن ہي کي خدمت پر مامور ہوے - پھر محکمۂ صدر امین نلور کے دیواني دفاتر کي سر رشتہ داري پر تقرر ہوا - زبان تلنگي وغیرہ سے بھي خوب واقف تھے اؤر بہت جلد ترجمہ کرتے تھے - فن شعر میں میر محمد حسن غریب اؤر میرزا عبد الباقي وفا سے تلمذ تھا - ہندي اؤر فارسي شعر کہتے تھے - مختلف فنون میں ان کي نظم و نثر موجود ھے - جس کا شمار ساٹھہ ہزار بیت سے زیادہ ہوتا ھے -

نمونۂ کلام فارسي یہ ھے :—

خال بر عین صنم بس بہ ہزار انداز است
الف کرد است نگر حسن الف قامت را *

مرد مک دست تہي شد ز در و لعل سرشک
لعل خنداں مددے گوھرے دنداں مددے *

نرگس و غنچہ و گل چشم و دھان و رخ تست
حاش للہ روم جانب بستان کسے *

شفیع کے انتقال کا سال معلوم نہوا - لیکن وہ تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف (سنہ ۱۲۶۹ ہجري) کے وقت تک زندہ تھے -

قدرت

قدرت تخلص - محمد قدرت اللہ نام - محمد قدرت اللہ خاں خطاب - فرزند محمد کامل - گوپامؤ مولد - سنہ ۱۱۹۹ ہجري سال ولادت -

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت قاسم بن محمد بن حضرت سیدنا امیرالمؤمنین ابوبکر صدیق رضي الله تعالی عنه تک پہنچتا هے - یه حضرت قاسم وهي ہیں جو مدینۂ منورہ کے فقہاے سبعه میں سے تھے -

یه نہیں معلوم هوسکا که قدرت کے اسلاف عرب سے ہند میں کس راسته سے آئے - بہر حال قنوج میں سکونت گزیں هوے - ان میں سے ایک صاحب سلطنت غوریه کے اخیر زمانے میں گوپامؤ سے اٹھ آئے - وهاں کے حکام وقت نے ان کي صلاحیت اور امانت کا لحاظ کرکے ان کو نائب صدر مقرر کردیا - اس عہدے کي تنخواہ بہت معقول تھي - سلطنت تیموریه کے اختتام تک ان کي اولاد میں یه خدمت باقي اور تنخواہ برابر جاري رهي -

قدرت نے صرف و نحو عربي اور فارسي درسي کتابیں اساتذۂ وقت سے پڑھیں - سنه ۱۲۲۷ ہجري میں مدراس پہنچے - جناب ارتضا علي خان بہادر خوشنود سے علم فرایض و حساب پڑھا - نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناٹک (سنه ۱۲۳۴ تا سنه ۱۲۴۱ هہ) کے دربار سے خان کا خطاب اور نواب عظیم الدوله بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (سنه ۱۲۱۶ تا سنه ۱۲۳۴ ہجري) کے مقبرے کي تولیت مرحمت هوي - جب نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ ہجري) نے محفل مشاعرۂ اعظم قایم فرمائي ' اس کے دو حَکَم مقرر فرماے گئے - اُن میں ایک قدرت تھے - آپ زاہد شب زندہ دار اور عابد و پرهیزگار تھے -

ایک ضخیم دیوان اور ایک تذکرۂ شعراء مسمّٰي به ' نتایج الافکار ' یادگار چھوڑا - یه تذکرہ نواب کرناٹک کي طرف سے سرکاري مطبع میں طبع هوا تھا -

اُن کا کچھ مُنتخب کلام یه هے :—

چشمم نشود ملتفت غیر ز سویت
کز قبله نگرداند کسے قبله نما را ॥

از راستي تير، كماں راست نگردد
من چوں ز عصا راست كنم پشت دو تارا *
منزلت در دل و دل بستهٔ زلف
زلف مشكن كه شكست من و تست *
اشك من راز سينه افشا كرد
طفل هرگز نه معتمد باشد *
برباد مكن وفاے ديريں
من خاك شدم غبار تا چند *

قدرت كي رحلت كا سال معلوم نهيں، مگر وه تذكرهٔ گلزار اعظم كي تاليف (سنه ۱۲۶۹ هجري) كے وقت زنده تهے -

مختار

مختار تخلص - باقر حسين نام - حسن علي خاں خطاب - فرزند حسن علي خاں - سريرنگ پٹن مولد - سنه ۱۲۱۰ هجري سال ولادت -

پانچ سال كي عمر ميں اپنے والد كے همراه وارد محمد پور (اركاٹ) هوے - اساتذهٔ عصر سے فارسي پڑهي - سنه ۱۲۳۰ هجري ميں مدراس آئے اوْر يهيں مقيم هوگئے - نواب اعظم جاه بهادر رضوان مآب نواب كرناٹك (سنه ۱۲۳۴ تا سنه ۱۲۴۱ هجري) كے عهد رياست ميں 'حسن علي خاں' كا خطاب ملا - آخر عمر ميں مجلس مشاعرهٔ اعظم ميں، جسكو نواب غلام محمد غوث خاں بهادر اعظم نے قايم كيا تها، داخل هوے -

فارسي شعر كم اوْر هندي شعر خصوصاً مرثيه اكثر كهتے تهے - كلام كا نمونه يه هے :—

هر كه سازد سركشي همچوں حباب شوخ چشم
زود بيند از هواے خويش مدفن زير پا *
عيش و نشاط اهل جهاں را ثبات نيست
چوں دامن بهار كه آمد بدست و رفت *

ہمچو شمع محفل شب زندہ داراں طبع من
ہر زماں مختار روشن تر ز ترک خواب شد *
ہمچو پروانہ بر چراغ رخت
شمع فانوس آسماں سوزد *

مختار کي صحیح تاریخ وفات معلوم نہ هوي البتّہ تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف کے وقت زندہ تھے -

واقف

واقف تخلص - میراں محي الدین قادري نام - فرزند شاہ احمد ابو تراب قادري - أدگیر مولد - سنہ ۱۲۰۵ ہجري سال ولادت -

کم سني میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آئے اور یہیں مقیم ہوگئے - مولانا باقر آگاہ اور مولوي غلام محي الدین معجز سے فارسي پڑھي - عربي کي تحصیل ملک العلماء مولوي علاء الدین صاحب سے کي - اپنے حقیقي ماموں سید شاہ منصور قادری سے بیعت کي اور تمام سلسلوں میں خرقۂ خلافت پایا - شاعري میں مولوي سید خیر الدین فایق سے تلمذ تھا - بیعت ہونے سے پہلے بسمل تخلص کرتے تھے ' مرشد کے حکم سے واقف تخلص اختیار کیا - چنانچہ ایک اردو غزل کے مقطع میں کنایتاً اس کو یوں ظاہر کیا ھے :-

سرِّ مخفي سے انا الحق کے نہ تھا میں واقف
جب تلک شیخ مرا حضرت منصور نہ تھا *

مدراس میں ' شہر استاد ' کہلاتے تھے - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۵۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) نے ایک مدرسہ مدراس میں قایم فرمایا تھا جس کا نام مدرسۂ اعظم رکھا - نواب صاحب موصوف کے انتقال کے بعد اس مدرسے کو سرکار انگریزي نے اپنے اہتمام میں لے لیا - مدرسہ ابتک حضرت اعظم کے نام مبارک سے منسوب چلا آتا ھے اور بدستور سرکاري انتظام ھے - غرض واقف بھي اس مدرسہ کے مدرس مقرر کئے گئے - اور محفل مشاعرۂ اعظم کے ایک حکم بھي تھے -

پ کے کلام کا یہ رنگ ھے :-

از سر حرف انا الحق شد به دست من عصا
حضرت منصور واقف تا بود هادي مرا *
چوں مردمک ز ترک تردد تمام عمر
آسایشے به سایۂ مژگانم آرزو است *
بے سوز دل بناے عمل استوار نیست
دیوار خشت خام گہے پایدار نیست *
بے مشقت نه فتد گوهر مقصود بکف
مدّتے سنگ پئے لعل جگر سوخته است *
خاموشي است موجب سرسبزي دروں
صد بار ایں سخن بلب خویش پسته گفت *
مرد میداں نه کشد منت کس را واقف
بہر آب است کجا تیغ به باراں محتاج *
ہزاراں حیله انگیزد براے دادن نانے
مگر ہستم بخوانِ چرخ دوں نا خوانده مہمانے *

واقف - تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف کے وقت تک زنده تھے - مگر اُن کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہوا -

فصل هفتم

وہ فارسي شعراء جو کرناٹک میں پیدا ہوے

ابجدي

ابجدي تخلص ـ میر اسمعیل خاں نام ـ فرزند سید شاہ میر ـ بیجاپور وطن اسلاف ـ چنگل پیٹ علاقۂ مدراس مولد ـ سال ولادت معلوم نہوا ـ

ان کے والد ملا محمد ' مصنف تاریخ فرشتہ کے بہنوئي تھے ـ

ابجدي نے اپنے زمانے کے اساتذہ سے عربي اوٗر فارسي پڑھي ـ تحصیل علم سے فارغ ھونے کے بعد نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کي خدمت میں باریاب ھوے ـ آپ نے اپنے فرزندوں یعني نواب عمدۃ الامراء بہادر اوٗر نواب امیرالامراء بہادر کي تعلیم کے لئے ان کو مقرر فرمایا ـ

ابجدي کي طبیعت بہت موزوں واقع ھوي تھي ـ فارسي اوٗر ہندي شعر کہتے تھے ـ آپ نے ایک دیوان اوٗر پانچ مثنویاں تالیف کیں ـ نواب والاجاہ کے حکم سے مثنوي ' انور نامہ ' لکھي ـ نواب موصوف کو وہ مثنوي اتني پسند آئي کہ ابجدي کو چاندي میں تُلوا دیا ـ اس چاندي کي قیمت چھ ہزار سات سو روپیہ ھوي اوٗر چند خلعت بھي مرحمت فرماے ـ سنہ ۱۱۸۹ ہجري میں ملک الشعراء کا خطاب بھي عطا فرمایا ـ

آپ کے کلام کا یہ نمونہ ھے :ـــ

دستک بدر سینہ زند دل زطپیدن
شاید کہ در آید بت سیمیں بدن ما *

از سبک روحي چو بوي گل جھانے سر کنیم
با قدم ہرگز نگردد آشنا رفتار ما *

توبہ امشب بہ بزم یار شکست
عہد در موسم بہار شکست *

خوش است سوي زنخدانِ او نظر ليکن
به پاے خويش فتادن به چاه رسوائي است *

تا نه گردد دل دو پاره بر نيايد آرزو
ديده ام خورشيد در چاک گريبان صباح *

برنگ شيشهٔ ساعت دلم را بادلش بستم
که راز هر يکے بر يک دگر پنهاں نمي ماند *

دل را به دام زلف گره گير بسته اند
ديوانه را به حلقهٔ زنجير بسته اند *

براے رفع گزند حوادث دوراں
شد است داغ دلم ابجدي مرا تعويذ *

ابجدي نے سنه ۱۱۹۳ ہجري ميں قضا کي - جامع مسجد ميلاپور کے صحن ميں دفن ہوے -

ذوقي

ذوقي تخلص - سيد عبد اللطيف نام - غلام محي الدين عرف - فرزند حضرت سيد شاه ابو الحسن قربي قدس سره - بيجاپور وطن اسلاف - بيجاپور مولد - سال ولادت معلوم نہوا -

اپنے والد ماجد سے ابتدائي فارسي کتابيں پڑھيں - پھر عظيم الدين داماد محمد جعفر طالب علم ويلوري سے صرف ونحو عربي اور علم معقول کے چند رسالے پڑھے - ذہن و ذکاوت خدا داد تھي - اتني ہي تعليم سے معقول و منقول کي مستند کتابوں کے مطالعه کي استعداد پيدا کرلي - حقايق و معارف کے علوم سے بھي خوب واقفيت بہم پہنچالي -

حضرت ذوقي کے مزاج ميں بڑي بے تکلفي تھي - ظاہري لباس و آرايش کا خيال نه تها - اميروں اور تونگروں کي بالکل پروا نکرتے تھے - وقت آخر تک طالبان حق کي تعليم اور راه نمائي ميں مصروف رهے -

آپ کو تصنيف و تاليف کي طرف توجه هوي تو علم فرائض - حساب - بيان - منطق - تصوف وغيره ميں بہت سے رسائل لکھ ڈالے -

قصائد کے دو کثیر الحجم دیوان، غزلوں اور رباعیوں کا دیوان اور پانچ مثنویاں و مثنوی معجزۂ مصطفی آپ کے افکار آبدار کا نتیجہ ہیں - فصیح اللسان شاعر تھے - قدیم شعراء کی طرز پر کہتے تھے - آپ کی زود فکری غیر معمولی تھی - مولانا باقر آگاہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت ذوقی نے میرے رو برو سات سو شعر موزوں کئے اور فرمایا کہ بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ مجھے ایک دن میں ہزار ہزار شعر کہنے پڑے ہیں -

علاوہ ان مثنویوں کے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، آپ نے ایک مثنوی بنام 'دُرّ بے بہا' تصنیف فرمائی - اس مثنوی میں اُس جنگ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں جو نواب عمدۃ الامراء بہادر اور تنجاوریوں میں ہوی تھی - اسی مثنوی کے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، جن سے آپ کے کلام کا اندازہ ہو سکے گا :-[1]

راندہ بارہ بسوی آں بارہ * آمد اندر خروش نقارہ
تیغ ہا درمیان تیرہ غبار * روز روشن نمود در شب تار
بارش گولہ از حضیض زمیں * ہمچو باراں ز اوج چرخ بریں
چرخ را چرخ سر در افگندہ * کرگس آسماں سر افگندہ
برگ بید اندراں سواد ستم * خصم را گشتہ برگ راہ عدم
آشکارا شد از میانۂ فوج * شعلہ بر شعلہ موج اندر موج
توپ ہا دود بر سر آوردہ * و ز سراں دود ہا بر آوردہ
بسکہ پیکاں تیر دل می سُفت * الامان الامان اجل می گفت
ریکلہ فتنہ ہا بپا کردہ * کُلہ از فرق مہ جدا کردہ
تا برد چہرہ دستیش بعدو * خورد پستول داروی نیرو
رفتہ برباد فتنہ چوں پریاں * از زمیں بر فلک تجاوریاں

سنہ ۱۱۹۴ ہجری میں آپ کا وصال ہوا - قلعۂ ویلور کی خندق پر اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن کئے گئے -

آگاہ

آگاہ تخلص - محمد باقر نام (نایطی و شافعی) - فرزند محمد مرتضی المعروف بہ محمد صاحب - بیجاپور وطن اسلاف - ویلور مولد - سنہ ۱۱۵۸ ہجری سال ولادت -

وطن میں فارسي اؤر عربي كي چند كتابيں پڑھیں - پھر طلب علم كي غرض سے ترچناپلي گئے اؤر ذهانت خدا داد سے پندرہ سال كي عمر میں نظم و نثر لكھنے پر قادر ھوگئے - انیس سال كي عمر میں حضرت سید شاہ ابو الحسن قدس سرہ سے بیعت كي اؤر آپ ہي سے اشعار كي اصلاح لیتے رھے - نعت و منقبت میں بہت سے قصائد و غزلیات اؤر مثنویاں لكھیں - اس وقت آپ نے اپنا كوئي تخلص قرار نہیں دیا تھا - پیر و مرشد كے انتقال كے بعد اپنے تمام اشعار غرق آب كردئے - شاعري سے كنارہ كش ھوگئے اؤر ترچناپلي سے چلے آئے - ایک دفعه پھر ترچناپلي گئے اؤر نواب والاجاہ فرماں رواي كرناٹک (سنه ۱۱۸۴ تا سنه ۱۲۱۰ ہجري) نے بڑے ادب اؤر تعظیم كے ساتھ ملاقات كي اؤر اپنے دوسرے فرزند نواب امیر الامراء بہادر كا اتالیق مقرر كركے دو سو روپیه ماھوار كا وظیفه عطا كیا - كچھ روز بعد اللور كي جاگیر' جس كي سالانه آمدني بارہ سو ھوں تھي' مرحمت فرمائي - جب نواب امیر الامرا بہادر مدراس آنے لگے تو آگاہ بھي ہم ركاب آگئے اؤر یہیں سكونت اختیار كي - مدراس پہنچ كر پھر شعر گوئي شروع كردي - نواب والاجاہ بہادر كے جو خطوط اہل حجاز كے نام جاتے تھے وہ سب آگاہ ہي لكھتے تھے - جب پہلا خط وھاں پہنچا' تو فصحاے وقت نے آپ كي انشا بہت پسند كركے نواب والاجاہ كو محرر كي بہت تعریف لكھي - نواب صاحب اس سے ایسے خوش ھوے كه اپنے فرزندوں نواب عمدۃ الامراء اؤر نواب امیر الامراء كو ایک سونے كے گھوارے كے ساتھ مولانا آگاہ كي خدمت میں روانه كیا اؤر دونوں صاحب زادوں سے كہا كه مولوي صاحب كو اس میں بٹھلاكر جُھلائیں - مولانا نے بڑے اصرار كے بعد یه تحفه تو قبول فرما لیا مگر جُھلائے جانے سے انكار كردیا -

آپ كے بہت سے شاگرد تھے - ان میں سے نواب تاج الامراء بہادر ماجد فرزند نواب عمدۃ الامراء بہادر اؤر اعزالدین خاں نامي نے بڑي

شہرت پائي ' جيسا كه ان دونوں كے حالات سے ظاہر ہوگا ' جو اس كتاب ميں درج ہيں -

عربي فارسي اور ہندي ميں آپ كي بہت سي تصانيف موجود ہيں - ان كے اشعار كي تعداد پچاس ہزار سے بهي زيادہ هے -
آپ كے كلام كا يه رنگ هے :—

الٰہي مطلع صبح تجلي كن دل مارا
چمن زار گل وادي ايمن كن گِل مارا *
غم فراق تو از بسكه كاست جان مرا
عصا ز آه بود جسم ناتوان مرا *
بستم به طرۂ تو دل زار خويش را
آخر فگنده ام به سرت بار خويش را *
شگافے در دل از تير نگاهے كرده ام پيدا
بسوي آں وفا بيگانه راهے كرده ام پيدا *
ز رشك آں كه ساغر از لبش خورشيد تابان است
ہلال آسا كند قالب تہي ماه تمام امشب *
برنگ غنچۂ شاخ بريده دل تنگم
كه داغ آں گل رعنا به نو بہارم سوخت *
دور نبود شاخ رز گردد اگر مسواك شيخ
بسكه در دورِ نگاہت مي كشي دارد رواج *
گر نمي داشت اثر جذب محبت آگاه
شمع را بر سر پروانه چرا گرياں كرد *

رباعي

ايراں بقياس ہر سقيم الافكار
رجحاں دارد بهند جنت آثار *
نشنيد كه بر طبق احاديث آدم
در ہند فرود آمد و در ايران مار *

آگاہ سنۂ ۱۲۲۰ ہجري میں جنت نصیب ہوے - میلاپور کے راستے میں ہاتھي گنٹے کے پاس سپرد خاک کئے گئے -

معجز

معجز تخلص - غلام محي الدین نام - فرزند محمد ندیم الله نایطي - اسلاف کا وطن پہلے مدینۂ منورہ تھا، پھر پانڈا پونڈا اور اس کے بعد بیجاپور تھا - محمد پور (ارکاٹ) مولد - سنۂ ۱۱۷۳ ہجري سال ولادت ہے -

عربي میں قطبي اور میر تک اور فارسي درسي کتابیں اپنے زمانے کے استادوں سے پڑھیں - سترہ برس کي عمر میں مدراس آئے اور اپنے بزرگوں کے قدیم تعارف کي وجہ سے محمد محفوظ خان بہادر شہامت جنگ، برادر نواب والاجاہ فرمانرواي کرناٹک، کے مورد عنایت و عاطفت ہوے - نواب امیر الامراء بہادر فرزند دوم نواب والاجاہ بہادر نے اپنے فرزند نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنۂ ۱۲۱۶ تا سنۂ ۱۲۳۴ ہجري) کي تعلیم ان کے سپرد کردي - جب چند سال کے بعد نواب ممدوح کا انتقال ہوگیا تو نواب والاجاہ نے معجز کو اپنے ملازمین کے زمرے میں داخل فرما لیا اور اسي خدمت پر بحال رکھا اور اپنے فرزندوں اور دامادوں کو بھي بہ غرض تعلیم ان کے تفویض فرمایا -

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک نے اپنے عہد ریاست میں اپنے استاد کو مدار المہام بنانا چاہا لیکن معجز نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ "میں غلام محي الدین ہوں کسي اور کي بندگي نہیں کرونگا" اس پر نواب نے ایک سو چالیس روپیہ کا منصب جاري فرما دیا اور اپنے فرزند اکبر نواب اعظم جاہ بہادر کي تعلیم آپ کے سپرد کردي - نواب رحمت مآب اپنے استاد کي بڑي تعظیم و تکریم کرتے اور مرتے دم تک خلوص کے ساتھ شاگردي کے حقوق بجا لاتے رہے -

شاعري میں آپ کو مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا -

اشعار کا نمونہ یہ ہے :-

کند بے بال و پر تیر فلک را ترک چشم او
بہ تیر غمزہ چوں پیوند سازد قوس ابرو را *

صد مے کدہ چوں وقف ایاغ نگہ تست
یک دور کہ بے بادہ تباہ است دل ما *
عدم شخص خود نما شدن است
غنچہ را گل شدن فنا شدن است *
چشم عالي ہمتاں بالا نہ بیند از غرور
گرچہ اختر بر فلک باشد نگاہش بر زمیں است *
تکبیر اولیں است سلام وداع خویش
عشاق چوں نماز محبت ادا کنند *
ز پا افتادہ را عالي مقاماں پایہ مي بخشند
کند بر عالم بالا بہ جذب خود سفر شبنم *

آخر عمر میں معجز تمام کاموں سے دست بردار ہوکر گوشہ نشیں ہوگئے تھے - سنہ ۱۲۲۹ ہجري میں وفات پائي -

بیخود

بیخود تخلص - سید امین غوث نام - فرزند سید محي الدین بیجاپوري - محمد پور عرف ارکاٹ مولد - سنہ ۱۲۱۰ ہجري سال ولادت -

کم سني میں مدراس پہنچے - فارسی کي کتابیں حضرت سید شاہ حسین صاحب قادري مجرم قدس سرہ اور مولوي قادر بخش صاحب سے پڑھیں - عربي میں میبذي تک ملک العلماء مولوي علاء الدین صاحب سے مستفیض ہوے - سنہ ۱۲۳۵ ہجري میں حیدر آباد چلے گئے اور راجہ چندو لال کے شعراء کے زمرے میں داخل ہوے - کچھ دنوں بعد دہلي کا رخ کیا - پھر ان کا پتہ نہ چلا کہ کیا ہوے -

بڑے آزاد منش آدمي تھے - بدیہ گوئي میں اپنے ہم عصر شعراء میں ممتاز سمجھے جاتے تھے -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے :—

نیست در راہ طلب حاجت مشعل دگرم
ز آتش عشق سرا پاي من افروختہ است *

مصحف روي تو تفسير دگر مي خواهد
من چه گويم رخ زيباے تو ديدن دارد *
بدين اميد كه روزے بدامن تو رسم
غبار وار بكويت بسے گزر كردم *

بيخود كے انتقال كا سال نه معلوم هوا - بهرحال يه ثابت هے كه وه سنه ۱۲۳۵ هجري تك بقيد حيات تهے - اس لئے كه اِسي سن ميں حيدر آباد گئے تهے -

برهان

برهان تخلص - سيد برهان خاں هانڈي نام - فرزند سيد حسن هانڈي - بيجاپور وطن اسلاف - تنهر نگر (ترچناپلي) مولد - سال ولادت معلوم نهوا -

شرفاے اهل دكن ميں سے تهے - غلام حسين جودت كے فيض تعليم سے فارسي ميں اچهي استعداد حاصل كي - نظم و نثر كي اصلاح بهي ان هي سے ليتے تهے - فن انشاپردازي ميں ان كي بڑي شهرت هوي - ابتدا ميں شرفاے اهل نوايط كے يهاں منشي گري كرتے تهے - پهر نواب والاجاه فرمانرواے كرناٹك كے فرزند حسام الملك بهادر كي سركار ميں بمقام تنهر نگر ملازم هوے اور آپ كے حكم سے كتاب "تزك والاجاهي" تصنيف كي - چند روز كے بعد آپ كے همراه مدراس آئے اور يهيں سكونت اختيار كرلي - نعرۂ حيدري ' انشاء برهاني ' منشآت بے نظير اور طوطي نامۂ منظوم لكها -

كلام كا نمونه يه هے :—

فزود عزت عالي نژاد در پستي
دُرے است قطرہ كه رفت از سحاب در ته آب *
تپ دل در هوايش شعله جوش است
تمنا هر نفس محشر خروش است *

زدود عشق او ہر جا کہ داغ است
کدورت خانۂ جاں را چراغ است *
وای بر حال نا رسائي ها
زیستن بے تو سخت دشوار است *
برهاں بصد ہزار پریشاني زماں
از دامن تو دور نشد گر غبار شد *
سنہ ۱۲۳۸ ہجري میں جادہ پیماے ملک بقا ہوے -

رایق

رایق تخلص - غلام علي موسي رضا نام - حکیم باقر حسین خاں خطاب - فرزند حکیم رکن الدین حسین خاں نایطي - محمد پور (ارکات) مولد - سنہ ۱۱۸۰ ہجري سال ولادت - تذکرۂ محبوب الزمن میں رایق کا مولد ادگیر بتلایا ھے اور سال وفات سنہ ۱۲۴۷ ہجري لکھا ھے - گلزار اعظم نے ان کا مولد ارکاٹ اور سنہ ۱۲۴۸ ہجري سال وفات بتایا ھے - چونکہ رایق کو دربار کرناٹک سے گہرا تعلق تھا اور صاحب گلزار اعظم وھیں کے فرمانروا تھے اس لئے اُن ہي کا بیان زیادہ قابل وثوق ھے -

نواب حیدر علي خاں فرماں رواے میسور کي معرکہ آرائي کے زمانے میں ادگیر پہنچ کر وھاں کے جاگیردار سید عبد القادر خاں کے ملازم رھے - اُس کے بعد مدراس آے - مولانا باقر آگاہ کے فیض تعلیم سے فارسي نظم و نثر میں خاص مہارت پیدا کي - فن طب میں بھي بڑي شہرت پائي -

نواب عمدة الامراء بہادر فرماں رواي کرناٹک نے انھیں محمد پور میں منشي گري کي خدمت پر مامور فرمایا - نواب موصوف کي وفات کے بعد رایق دوبارہ مدراس آئے اور نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجري) کے زمرۂ اطبا میں داخل ہوئے اور نواب ممدوح نے حکیم باقر حسین خاں کا خطاب دیا -

اخیر زمانے میں نواب اعظم جاہ بہادر رضواں مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجري) کے مصاحبوں میں داخل ہوے -

شاعر ہونے کے علاوہ بہت بڑے ادیب و انشاپرداز بھي تھے - ایک تذکرہ گلدستۂ کرناٹک کے نام سے نہایت فصیح و بلیغ لکھا ھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

بیاقوت جگر کن دیدم اسم شاہ جیلاں را
به ایں اسم معظم تو اما دیدم چو ایماں را *

به راہ مرگ رفتن اغنیا را سخت دشوار است
که فربه کے به آساني نماید قطع منزل ها *

سر کرد در بساط زمیں بازي فلک
یکسر برات میر ز حکم غلام سوخت *

شعر نا خوبت کند رسواے عالم گوش دار
چوں پسر ابتر شود نفریں پدر را مي کنند *

ہر دم از سوداے عشق آں بت انور جبیں
ہمچو ہندو شمع مي مالد به خاکستر جبیں *

رایق نے بقول تذکرۂ اعظم سنہ ۱۲۴۸ ہجري میں قضا کي - جناب 'والا' نے اُن کي تاریخ رحلت حسب ذیل کہي ھے مگر اُس سے سنہ ۱۲۵۱ نکلتے ہیں :—

داروي اجل چو خورد رایق * با بدرقۂ گلاب ایماں
سالش ز سر بکا دلم گفت * حقا که ز دہر رفت لقماں

چونکه اس تاریخ میں "بکا" کے سر یعني ب کا تعمیه ھے ' اس لئے ب کے دو عدد مصرع تاریخ میں بڑھالے جائیں تو سنہ ۱۲۵۳ ہوتے ہیں - اس حساب سے تذکرۂ اعظم کے بیان اور قطعۂ تاریخ میں پانچ عدد کا فرق ھے -

بصارت

بصارت تخلص - غلام محي الدين نام - فرزند حکیم بدیع الدین ۔
ارکاٹ مولد - سنہ ۱۱۹۷ سال ولادت - ان کے والد نواب کرناٹک کي
سرکار میں ملازم تھے - مگر دادا حکیم محمود حسین اپنے وطن سے باہر
کہیں نہیں گئے - والد بہ ہمراہي نواب انورالدین خاں شہید ارکاٹ پہنچے -
بصارت نے علوم صرف ونحو عربي اور طب نظري و عملي حکیم شفائي
خاں سے پڑھي - فارسي نظم و نثر کي اصلاح سید منان حسیني بینا اور
دوسرے اساتذہ سے لیتے تھے - اپنے والد کے انتقال کے بعد ان ہي کي جگہ
سرکاري شفا خانے میں بہ عہدۂ طبابت مامور ہوے - رنگین مزاج ،
خوش تقریر اور چرب زبان تھے - اشعار کا یہ نمونہ ہے :—

گشت ویران دل من از ستم آہ و سرشک
خانۂ ہستي من کرد خراب آتش و آب *
آب گردیدہ ام از جوش گداز تب عشق
ہست بیرون درونم چو کباب آتش و آب *
مي کند صد جا توقف تا بہ چشمم مي رسد
شاید افتاد از تب دل آبلہ در پائے اشک *
لب تشنہ و تفسیدہ دہاں مردہ ام اي ابر
بر خاکم اگر اشک نہ باري عجب از تو *

سنہ ۱۲۶۴ ہجري میں اس دار فاني سے عالم جاوداني کي طرف
سفر کیا - بینش نے جو شیعي تھے یہ تاریخي قطعہ کہا :—

دانشمندے نہاد چوں رو بعدم
نے نے کہ نجات یافت از بند الم *
تاریخ بحسب اعتقادش جستم
روحش گفتا : " غلام محي الدینم " *
۱۲ ھ ۶۴

افسر

افسر تخلص - رضا حسین خاں نام - رضا حسین خاں بہادر خطاب - فرزند سعید حسین خاں جدی - ویلور مولد - سنہ ۱۲۱۹ ہجری سال ولادت -

خطۂ کرناٹک کے سر بر آوردہ جاگیرداروں میں سے تھے - سترہ برس کی عمر میں مدراس آئے - فارسی کتابیں مولوی واقف اور عارف الدین خاں رونق سے اور عربی میں میبذی تک مولوی صادق نقشبندی اور افضل العلماء مولوی ارتضا علی خاں بہادر سے پڑھیں - فن شعر میں بھی واقف اور رونق کے شاگرد تھے -

منشآت افسری - تحفۃ الانشا اور مختصر سا دیوان اپنی یادگار چھوڑی - طبیعت میں بلا کی تیزی تھی - اتنے زود فکر تھے کہ ایک ہی جلسے میں غزل بلکہ قصیدہ کہہ اٹھتے تھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

دلم آسودۂ زلف تو منزن شانہ دگر
خار در سینہ زند ہر سر دندانہ مرا *
بسکہ در شیشۂ دل عشق تو افسوں دارد
ایں پری خانہ بود کعبۂ و بتخانہ مرا *
جہاں پا مال عشقش حسن روز افزوں تماشا کن
بنازم دلبرے را ہردم اعجاز مبیں دارد *
گرفتارم بدست خیرۂ یعنی دل شیدا
چگویم در بغل پیدا شد ایں دشمن خدا حافظ *
چو دیدم رنگ ھای عالم افسر
دلے می خواہم از ہستی رمیدہ *

آخر عمر میں امراض و افکار نے ان کے حواس مختل کردئے تھے - اگلی جودت و ذکاوت باقی نرھی تھی - سال وفات معلوم نہوا -

اتنا ضرور معلوم ھے کہ سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں گلزار اعظم کی تالیف کے زمانے تک زندہ تھے ۔

تمنا

تمنا تخلص ۔ سید محمد حسین نام ۔ فرزند سید امام ۔ وطن و مولد ترپاتور ۔ سنہ ۱۲۱۳ ہجری سال ولادت ۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد دس برس کی عمر میں چتور پہنچے ۔ وھاں کچھ فارسی پڑھی ۔ پھر مدراس آکر افضل العلماء مولوی ارتضا علی خاں بہادر سے عربی کی تکمیل کی ۔

سنہ ۱۲۵۰ ہجری میں حافظ یار جنگ بہادر کی وساطت سے نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم ھوے ۔ چندے تاریخ والاجاہی کی تصنیف میں لگے رھے ۔ سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں مدرسۂ اعظم کے فارسی مدرس مقرر ھوے ۔ شرح بوستان المعروف بہ عندلیب بوستاں ٬ بدیع الصرف ٬ بدیع الانشا ٬ رسالۂ مناسک الحج موسوم بہ ذخیرۃ العقبیٰ فارسی میں اور رسالۂ زیارت مصطفی (صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و سلم) ہندی میں تمنا کی یادگار ہیں ۔ شاعری میں جناب افضل العلماء موصوف سے تلمذ رکھتے تھے ۔

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

چشم ہر کس محو گلزار است و چشمم محو یار
ہر کسے مست شراب و من بہ ساقی پر خمار *
کشتۂ عشق تو گردید مباہی از خوں
بر سر خویش زدہ افسر شاہی از خوں *

تمنا کا سال وفات معلوم نہوا ۔ سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک تو زندہ رھے ۔

خالص

خالص تخلص ۔ سید محمد نام ۔ فرزند سید صفی اللہ قادری ۔ اُدگیر وطن و مولد ۔ سنہ ۱۲۳۷ ہجری سال پیدایش ۔ ان کے نسب کا

سلسله پندرہ واسطوں سے حضرت قطب ربّانی محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچتا ھے - ممالک دکن میں ان کی خاندانی شرافت مشہور ھے -

ھوش سنبھالنے کے بعد خالص مدراس آئے اور یہاں مولوی شیریں سخن خاں راقم سے تمام درسی کتابیں پڑھیں - مشق سخن بھی اُن ہی سے کی - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۶۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجری) کی بزم مشاعرہ میں باریاب ہوے - نیز اس محفل کی منشی گری اور کتب خانۂ سرکاری کی مہتممی پر نام زد کئے گئے - فہم سلیم اور طبع رسا رکھتے تھے -

ان کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

خم ز بار منّت عشقش بود گردن مرا
یک بدخشاں ریخت لعل از اشک در دامن مرا *
خلعت عریانی از شاہ جنونم حاصل است
نیست خالص ہمچو عیسی حاجت سوزن مرا *
ز شمع روشنی گل کرد بر من این سخن خالص
تواں دریافتن نور دل از بیداری شب ہا *
ریزد بجرم ہمسری مہ جبین من
جلاد آسمان شفق خون آفتاب *
در گریہ بوسۂ لب جانانم آرزو است
نوشیدن شراب بہ بارانم آرزو است *
جواں بہ مقصد خود میرسد ز صحبت پیر
رود ز فیض کماں بر سر نشانہ خدنگ *
تنگ می داری ز آغوشم چرا ای شعلہ رو
ماہ را زیب دگر حاصل شود از ہالۂ *

خالص کے انتقال کا سال معلوم نہوا - سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک وہ زندہ تھے -

منوّر

منور تخلص ۔ سید معین الدین نام ۔ منور رقم خاں خطاب ۔ فرزند سید عبد القادر خوشنویس ۔ چتور وطن و مولد ۔ سنہ ۱۲۱۷ ہجري سال ولادت ۔

آپ کے والد سرکار کرناٹک میں ملازم تھے ۔ منور کم سني میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آئے اور یہیں مقیم ہوگئے ۔ عربي اور فارسي کي ضروري تعلیم پائي ۔ فن خطاطي میں کمال پیدا کیا ۔ سنہ ۱۲۴۰ ہجري میں نواب کرناٹک کے دربار میں دار الانشا کے منشي مقرر ہوے ۔ اس کے بعد کچہري دیواني مال کے منشي مقرر کئے گئے ۔

اس سے زیادہ آپ کا کوئي حال معلوم نہوا ۔ آپ کے کلام کا یہ نمونہ ھے :—

بہ محفلے کہ رخش نور بخش انظار است
ہزار دیدہ چو آئینہ نقش دیوار است *
رو بروے جلوۂ رخسار آں خورشید رو
سر بسر آئینہ از خجلت در آب استادہ است *
مگر باشد ہواي شمع رویش در سرش ہردم
کہ آتش در جگر افتاد فانوس خیالي را *

سال وفات معلوم نہوا ۔ تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف (سنہ ۱۲۶۹ ہجري) کے زمانے میں وہ زندہ تھے ۔

آگاہ

آگاہ تخلص ۔ علي رضا خاں نام ۔ ضیاء الدولہ خطاب ۔ فرزند حسین دوست خاں بہادر شمس الدولہ عرف چندا صاحب ۔ ارکاٹ مولد ۔ سال ولادت معلوم نہوسکا ۔ شرفاے اہل نوایط میں سے تھے ۔ بڑے ذي مروت اور فیاض تھے ۔ جب اپني ریاست میں خلل پڑا اور تمام کار و بار درھم ہوگیا تو میسور گئے ۔ حیدر علي خاں والي میسور نے از راہ شرفا نوازي

بخشي گري کي خدمت عطا فرمائي - مدت تک اسي عهدے پر سرفراز اوْر میسور ہي میں مقیم تھے - ایک روز سواروں کا جایزہ لیتے ھوے ایک سوار سے کہا که "میں تجھکو یابو رکھنے کي اجازت نہیں دے سکتا" - سوارنے برجسته جواب دیا که "جب کوئي نواب اپنے رتبے سے گرکر بخشي ھونا منظور کرلے تو کوئي سوار اگر گھوڑے کے عوض یابو رکھ لے تو اُس پر کیوں اعتراض کیا جا سکتا ھے" یه فقره سنکر ان کے دل پر سخت چوٹ لگي - نوکري چھوڑکر مرھٹه واڑي کي طرف چل دئے - وھاں کے پیشواؤں میں سے بھاؤ نامي پیشوانے اُن کي مدد کي اوْر ان کي ضروریات کے موافق جاگیر دے دي - زمانۂ دراز تک وھاں ایسے پَیر باندھ کر بیٹھے که مرکر ہي اُٹھے -

آگاہ کے یه دو شعر بطور نمونه حاضر ہیں :—

از دہر آنچه حاصل اسباب کرده ایم
قصرے بلند بر رہ سیلاب کرده ایم *

به ہفتاد ودو ملت آشنا شد طبع آزادم
چراغم - محفلم - آئینه ام حسن پري زادم *

آگاہ کا سال رحلت معلوم نہوا -

جوھر

جوھر تخلص - قادر حسین نام - فرزند شیخ داؤد جوھري - ناگور شریف مولد - سنه ۱۲۳۳ ہجري سال ولادت ھے -

آپ میاں محمد قاسم عمدة التجار ناگوري کے بھانجے تھے - چھوٹي ہي عمر میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آگئے - جب ہوش سنبھالا تو شہر کے اہل علم و فضل سے فارسي درسي کتابیں پڑھیں - ان ہي حضرات سے مشق سخن بھي کي - شیریں سخن خاں راقم نے جوھر آپ کا تخلص تجویز فرمایا -

درسي کتابیں خوب از بر تھیں - جو کچھ اپنے استادوں سے سنا تھا، اسي طرح ان کتابوں کو اپنے شاگردوں کو پڑھاتے تھے -

نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک نے جو محفل مشاعرہ قایم فرمائي تھي' اُس میں اکثر جوھر بھي شامل ھوتے تھے - نواب ممدوح کي سرکار سے انھیں کچھ تنخواہ بھي ملتي تھي -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

دل پُر جوش من دانست شرح جوھر فردش
چو آمد در نظر رنگ مسي بالاے آں لب ھا *

برد حسن عارض دلدار خط   شد کسوف آفتاب یار خط *

بود جذوں زدۂ شوق ابروي تو از اں
ز جوھر است بزنجیر آب دریم تیغ *

ہلال وار شدہ جسم جوھر دلریش
ز بسکہ خورد ز دست تو زخم پیہم تیغ *

جوھر کا سال وفات معلوم نہوا - مؤلف عاصي کي بسم اللہ خواني یعني سنہ ۱۲۹۲ ہجري تک بقید حیات تھے -

فصل هشتم

فارسي گو شعراء جو مدراس میں پیدا هوے -

افصح

افصح تخلص - حسین علي نام - محمود علي خاں خطاب - فرزند حاجي محمود علي خاں نایطي - ان کا مولد مدراس هے - سال ولادت معلوم نه هوسکا -

افصح کے حقیقي چچا حسین محمد خاں چودهري نواب والاجاه بهادر فرماں رواي کرناٹک (سنه ۱۱۶۴ تا سنه ۱۲۱۰ هجري) کے مدار المهام تھے - افصح نے اساتذۀ وقت سے فیض تعلیم اٹھایا -

جب سنه ۱۲۱۰ هجري میں نواب عمدة الامراء بهادر المتخلص به ممتاز فرماں رواي کرناٹک هوے ' افصح نے حضرت ملک العلما بحر العلوم قدس سره کي وساطت سے نواب ممدوح کي خدمت میں باریاب هوکر اردو زبان میں[1] ایک قصیده پیش کیا جس کا یه مطلع هے :—

هر ذرۀ بے قدر کو خورشید بنانا
یه کام تو تیرا هي هے ممتاز زمانا *

اس کے صلے میں نواب موصوف نے افصح کو افصح الشعراء کا خطاب عطا فرمایا - فن شعر میں مولانا باقر آگاه سے تلمذ تھا - طبیعت میں تیزي ' شوخي اور ظرافت تھي -

کلام کا نمونه یه هے :—

از قتل دشمنان علي برمدار دست
بهر حمایت تو رسد صد هزار دست *
نیست سروے که لب جو پیدا ست
نخل آهے ز گلستان من است *
دلا از پر تو مهر علي خورشید گردیدم
بیک جام ولایش مرشد جمشید گردیدم *

مخمور خار آں پري زادم
مثل آئينه حيرت ايجادم *
جان من عشق مرتضيؑ دارد
محو او کشته حيدر آبادم *

انکي کي تاريخ وفات معلوم نه هوئي - سنه ۱۲۱۰ هجري ميں نواب عمدة الامراء بهادر کي مسند نشيني تک زنده تهے -

انور

انور تخلص - نورالدين محمد نام - نورالدين محمد خاں بهادر حشمت جنگ خطاب - فرزند ابو المعالي خاں گوپاموي - سنه ۱۱۶۰ ه سال ولادت -

آپ کے نانا نواب محمد محفوظ خاں بهادر شهامت جنگ نواب والاجاه فرماں رواے کرناٹک کے بڑے بهائي تهے - انور نے اپنے زمانے کے علماء سے عربي و فارسي کي ضروري درسي کتابيں پڑهيں - اس کے بعد نواب والاجاه جنت آرام گاه کے عهد ميں پهلے تنجاور کي خانساماني اور پهر نلور کي فوجداري پر مامور هوے - بعد کو ونکٹاچلم عامل نلور کے قتل کے جرم ميں چندرگيري کے قلعے ميں قيد هوے - قيد کے زمانے ميں چه مهينوں کي تهوڑي سي مدت ميں قرآن مجيد حفظ کرليا - نواب والاجاه بهادر کے حضور ميں اس واقعے کي اطلاع کے ساته معافي قصور کي عرضداشت پيش کي - اتفاق سے وه مهينا رمضان شريف کا تها - نواب صاحب نے حکم ديا که وه ختم شبينه سنائيں - انهوں نے تعميل حکم کي - نواب صاحب قرآن مجيد سنکر بهت خوش هوے اور انهيں دوباره نلور کي فوجداري مرحمت فرمائي اور پلنا ڈاورنگول کي فوجداري بهي اس کے ساته عطا فرمائي -

نواب عمدة الامراء بهادر فرماں رواي کرناٹک نے انور کو محمد پور عرف ارکاٹ کا نائب صوبه دار مقرر کيا اور حشمت جنگ کا خطاب بهي عطا هوا - ايک هي سال کے بعد معزول هوکر مدراس واپس آگئے -

انور شاعري میں مولانا باقر آگاہ کے شاگرد تھے۔ طبیعت بہت موزوں تھي اور حق یہ ھے کہ خوب کہتے تھے۔

نواب والاجاہ بہادر کي سترویں سالگرہ کے موقع پر انور نے یہ دو شعر مستزاد کے پیش کئے :—

از نقد بقاسے کہ عطا کرد ترا   رب الارباب
کردي ہفتاد صرف در راہ خدا   با صدق و صواب
از وعدۂ ایزدي کہ یک را بعوض   دہ مي بخشد
ہفصد حق تست بعد از ان لطف و عطا   و ھو الوھاب

دریا دل نکتہ رس نواب نے انور کا منھہ موتیوں سے بھردیا۔

انور کبھي کبھي دل بھي تخلص کرتے تھے۔ یہ ان کے اشعار کا نمونہ ھے :—

طپیدن ھاے دل مي آرد از عشرت نوید اینجا
مگر قرباں شدن باشد مبارکباد عید اینجا *

تو در صد پردہ و من سوختم از پر تو حسنت
مگر آئینۂ آتش شد از عکس تو حائل ھا *

گفتمش کردي قرار وصل گیسو شاہد است
گفت این باور نمي آید کہ ہندو شاہد است *

طرّہ اش امشب پریشانست اي دل نالۂ
لیلۃ القدر است اظہار تمنا کردن است *

گریہ ام چشم ترا جوش سرور افزاید
سیر در عالم مستي بلب آب خوش است *

صحبت ناراستاں نار است سازد مرد را
مي نماید چہرہ را مرآت نا ہموار کج *

مباد از نالہ ام چشمت شود بیدار مي ترسم
من از بیداري این فتنہ ھا بسیار مي ترسم *

سحر ز من گل و بلبل کند بگلشن عشق
یکے دریدن جیب و دگر کشیدن آہ *

انور نے سنہ ۱۲۱۲ ہجری، میں راہ دار البقا اختیار کی - میلاپور کے راستے میں حضرت شیخ محمد مخدوم ساوی قدس سرہ کے گنبد کے پائیں سپرد خاک کئے گئے -

ماجد

ماجد تخلص - محمد علی حسین نام - تاج الامراء امیر الملک ذو الفقار الدولہ محمد علی حسین خاں بہادر ظفر جنگ خطاب - فرزند نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روای کرناٹک (سنہ ۱۲۱۰ تا سنہ ۱۲۱٦ ھ) مدراس مولد - سنہ ۱۱۹۸ ہجری سال ولادت ہے -

نو سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کرکے فارسی کی چند رسمی کتابیں بھی پڑھ لیں - اسی میں کچھ شعر و شاعری کے طرف توجہ ہوگئی اور قصائد عرفی، دیوان ناصر علی، دیوان اسیر اور چند اساتذۂ قدیم کا کلام بغور مطالعہ فرمایا اور شعر کہنا شروع کردیا - یہاں تک کہ قریباً چار ہزار شعر کا ایک دیوان مرتب کرلیا - جب اس پر نظر کرنے بیٹھے تو کچھ سُقم نظر آئے - دوستوں کے مشورے اور ترغیب سے سارے دیوان کو غرقِ آب کردیا - اب اساتذۂ متاخرین کے دیوانوں اور تذکروں کا مطالعہ شروع کیا اور شعر میں اُن ہی کی تقلید کی - مولانا باقر آگاہ کو اپنا کلام دکھاتے اور اصلاح لیتے تھے - جب مشق سخن بڑھ گئی تو اپنے آپ سے اتنے مطمئن ہوے کہ بعض موقعوں پر استاد آگاہ کی اصلاح کو نا پسند کرکے اپنے ہی شعر کو بحالہ بحال رکھنے لگے - اس گستاخی کی اطلاع اُستاد کو پہنچی تو اُنھوں نے شاگرد کی اصلاح سے ھاتھ کھینچ لیا - نواب عمدۃ الامراء بہادر کو یہ کیفیت معلوم ہوی تو آپ بہ نفس نفیس صاحب زادے کو مولانا آگاہ کی خدمت میں لے گئے - اُن کی خطا معاف کرائی اور بدستور اصلاح جاری رکھنے پر اصرار کیا - مگر یا تو مولانا اپنے شاگرد سے صاف نہیں ہوے یا یہ امر واقعہ

تھا کہ آپ نے حضور نواب صاحب سے یہ عرض کیا کہ "صاحب زادے کو اب اصلاح کي ضرورت باقي نہيں رهي ' ورنہ ضرور تعميل حکم کرتا" ۔

اس واقعے کے بعد ماجد تبديل مذهب کرکے شيعہ هوگئے ۔ یہ اوٗر بهي سونے پر سہاگا هوا ۔ کچهہ اختلاف مذہب' کچهہ اپني قابليت کا غرّہ تها کہ مولانا آگاہ کي نسبت بے ادبانہ جو کچهہ چاهتے کہہ بیٹهتے ۔ اسي پر بس نہيں کيا بلکہ اُستاد کے ديوان پر جابجا اعتراضات کئے ۔ ایک قول یہ بهي هے کہ یہ فعل اُن کے کسي مصاحب کا تها ۔ بہر حال جب اُس کي اطلاع مولانا کو پہنچي تو اُنہيں اتنا صدمہ هوا کہ ماجد کے حق ميں بد دعا کي اوٗر فرمايا کہ "ديکهہ لينا عنقريب علي حسين نوجواني ميں دنيا سے ناشاد و نا مراد اٹهہ جائيگا" ۔ چنانچہ يهي هوا کہ وہ عين عنفوان شباب ميں کہ اٹهارہ برس کے تهے رحلت کرگئے ۔ اس کے علاوہ جب سنہ ۱۲۱۶ هجري ميں نواب عمدۃ الامراء بہادر کا انتقال هوا تو سرکار انگريزي نے ماجد کو نواب نہيں بنايا اوٗر خود براہ راست ملک کرناٹک کو اپنے قبضے ميں لے ليا اوٗر نواب عمدۃ الامراء بہادر کے حقيقي بهتيجے نواب عظيم الدولہ بہادر' (فرزند نواب امير الامراء بہادر) کو محض اعزازي نواب بنا ديا ۔

خاندان انوريہ ميں ماجد جيسا نازک خيال شاعر کوئي اوٗر پيدا نہيں هوا ۔ عجيب دماغ تها ۔ بلا کي طبيعت تهي ۔ نامور شاعروں اوٗر با کمال استادوں کے چاليس ديوان شروع سے آخر تک پڑهہ کر ان پر تنقيد کي ۔ کسي پر اعتراض کيا اوٗر کسي کو اصلاح دي ۔

قصائد کا ایک ديوان ' غزليات کے دو ديوان اوٗر ايک مثنوي ماجد کي بلند فکري اوٗر علوے تخيل کي نشانياں هيں ۔ ان ميں کہيں ماجد تخلص کيا هے اوٗر کہيں حسين ۔

اُن کے کلام کا یہ نمونہ هے :—

اگر راحت طلب باشي اسير رنج خواهي شد
کہ خفتن برق باشد خرمن عيش زليخا را *

در فراقت راحتم با رنج مي گردد بدل
بے تو ام مانند چراغ خانه چشم شیر را *

نیست در دیوان سودا ہمچو من بیتے که یار
بر سرم زد نقطه هاے انتخاب از سنگ ها *

ماجد از کف ہیچگه مگذار دامان وطن
از شکستن دور باشد تا بود گوهر در آب *

نبود عجب اگر ز پدر خوب شد پسر
ماجد ز سنگ شیشه و آئینه بهتر است *

کس به تقلید چوں بزرگ شود
کوه تصویر را گراني نیست *

جان من در طپش از درد دل زارے ہست
نیست آرام دراں خانه که بیمارے ہست *

محفل صاف دلاں نیست به ساماں محتاج
خانۂ آئینه نبود به چراغاں محتاج *

شبے که در کفم آں گیسوي زر افشاں بود
بکوچه هاے کف دست من چراغاں بود *

مسافران عدم را چه لذتے است بخواب
که ہر که چشم به پوشید گاه باز نکرد *

ز بس نازک دماغ است آں پري ' در محفل وصلش
به عرض حال چوں چشم بتاں گویاي خاموشم *

به پیشم آمدي وا کردم از خمیازه آغوشے
مکن ہرگز تغافل این اشارت را چو مي داني *

ماجد نے سنه ۱۲۱۶ ہجري میں وفات پائي - ' امیر الملک ماجد نو جوان رفت ' تاریخ وفات هوي -

مختار

مختار تخلص - محمد انور نام - سیف الملک انور الدوله محمد انور خاں بہادر حسام جنگ خطاب - فرزند سوم نواب والاجاہ فرماں روائے کرناٹک - سنہ ۱۱٦٦ سال پیدایش ھے - آپ بہت بڑے شاہ سوار تھے - عالي گوھر شاہ عالم ثاني بادشاہ دہلي نے آپ کو بذریعۂ فرمان منصب شش ہزاري ذات و شش ہزار سوار' خلعت ملبوسي خاص' جیغہ و سر پیچ مرصع' ماہي و مراتب' پالکي جھالردار اؤر خطابات مندرجۂ بالا سے سرفراز فرمایا تھا - سادات و فقرا سے آپ کو دلي عقیدت تھي اؤر ان کي خدمت کو اپني سعادت و فلاح دارین کا باعث جانتے تھے -

آپ نے فارسي کي درسي کتابیں میر اسمعیل ابجدي اؤر میر علي مردان یکدل سے پڑھي تھیں - بعد کو فن عروض و قافیہ' علم عقاید و فقہ اؤر طب میں بھي استعداد پیدا کي - خوش نویس بھي بہت اچھے تھے - شاعري میں ابجدي سے تلمذ تھا - ایک چھوٹا سا دیوان اپني یادگار چھوڑا -

کلام کا یہ رنگ ھے :-

آئین دلبري نبود بے حجاب را
جز رنگ بوے نیست گل آفتاب را *

از بوالہوس محبت قلبي طمع مدار
نتواں گرفت از گل کاغذ گلاب را *

بسکہ ضعف و ناتواني آشنایم گشتہ است
جادہ از بے طاقتي زنجیر پایم گشتہ است *

بہر قطع آرزوھاے جہاں از خاطرم
جنبش مژگان جاناں کار صد شمشیر کرد *

بہ نیم غمزہ تواني کہ قتل عام کني
نعوذ باللہ اگر غمزہ را تمام کني *

سنہ ۱۲۱۸ ہجري میں اس تنگناے عالم فاني سے فُسحت آباد عالم باقي کے طرف رحلت کي - نعش ترچناپلي بھیجي گئي اور نواب والاجاہ بہادر کے پائیں دفن کي گئي -

اسد

اسد تخلص - اسد الدین نام - اسد الدین خاں بہادر خطاب - فرزند علاء الدین خطیب مسجد میلاپور - مدراس مولد - سنہ ۱۱۷۷ ہجري سال ولادت -

اسد کے نسب کا سلسلہ حضرت خواجہ عثمان ہاروني ' پیر و مرشد حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ معین الدین چشتي اجمیري رضي اللہ تعالي عنہما تک پہنچتا ھے -

میر ابجدي سے عربي اور فارسي درسي کتابیں پڑھیں - پھر اور اساتذۂ عصر سے استفادہ کیا - اپنے زمانے کے فاضلوں میں شمار ہوتے تھے - اعلی درجے کے انشا پرداز تھے - فن خوش نویسي میں بھي کمال حاصل تھا -

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں رواے کرناٹک نے از راہ قدردانی اُن کو منشي گري کي خدمت مرحمت فرمائي - خان بہادر کا خطاب بھي دیا -

غزل ذیل اسد کے کلام کا نمونہ ھے :-

شمس یک قبۂ ایوان من است * ماہ یک شمع شبستان من است
صبح یک چاک گریبان من است * شام یک آہ پریشان من است
بسکہ از دردِ فراقش کریم * بحر یک قطرۂ طوفان من است
مہر با ایں ہمہ نور افشاني * پر تو ماہ درخشان من است
ہفت اوراق سپہر گرداں * فردے از دفتر عصیان من است
نیست بر چرخ بریں ابر سیاہ * گرد افشاندۂ دامان من است
اے اسد عشق علي مي دارم * بس ہمیں مایۂ ایمان من است

نواب عمدۃ الامراء بہادر کے انتقال کے بعد اسد بوجہ پیرانہ سري خانہ نشیں ہوگئے - سنہ ۱۲۳۴ ہجري میں آسایش دوامي کے لئے دنیا سے بلا لئے گئے -

(To be continued).

نامی

نامی تخلص: غلام اعزالدین نام۔ غلام اعزالدین خاں بہادر مستقیم جنگ خطاب فرزند حامد علی خاں گوپاموی۔ مدراس مولد ۱۱۸۱ھ ہجری سال ولادت (غلام علی ۱۱۸۱) آپ کا تاریخی نام ہے۔

عربی میں قطبی اور میر تک اور فارسی تمام درسی کتابیں مختلف اساتذۂ عصر سے پڑھیں۔ فن شعر میں مولانا آگاہ سے تلمذ تھے۔ استاد کے بڑے منظور نظر تھے۔ عربی، فارسی اور ریختہ میں شعر کہتے تھے۔ چنانچہ مثنوی خسرو و شیریں اور مثنوی لیلیٰ و مجنون ریختہ میں آپ کی تصنیف ہیں۔ بعض بزرگان دین کے کشف و کرامات و حالات بھی نظم کئے۔ کبھی نامی اور کبھی مستقیم تخلص کرتے تھے۔ ہمیشہ مذاہب باطلہ کی تردید فرماتے رہتے تھے۔

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرمان روائے کرناٹک کے زمانۂ دولت میں نامی کی قسمت ایسی چمکی کہ نواب بہادر نے ان کو ملک الشعراء کا خطاب مرحمت فرمایا۔

ان کے فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے:۔

بندۂ حسنیم و شد سرگشتگی عنوانِ ما　　　کاکلِ خوباں بود بسم اللہ دیوانِ ما

مگر از کشتۂ آں غنچہ لب حرفے بہ لب دارد　　　کہ خوں آلودہ دیدم ہمچو گل منقارِ بلبل را

نیست از جورِ عدو روشن ضمیراں را خلل　　　ایمن از آسیبِ گل گیر است شمعِ ماہتاب

بہ کاکلش نہ رسد زلف مہوشانِ دگر　　　کہ ہر شبے نہ بود ہمسرِ شبِ معراج

گر نیست سیر لالہ رخاں در سرِ طاؤس　　　پُر داغ چرا شد چو دلم پیکرِ طاؤس

چشم من ذرّہ بہ یاد رویش ریخت　　　می توان گفت، ہست دریا دل

ز شورِ حشر نتوساند اگر زاہد نہ می رنجم　　بہ عشقِ قندِ لعلش از مریدانِ شکر گنجم

نہ یابی حق بغیر از در دِ دل زیں سبحہ گردانی　　بہ از صد دانہ باشد دانۂ اشکے اگر داری

بجز عشقش نہ دارد ایں دلِ دیوانہ تقصیرے　　بغیر از زلف در پایش نہ باید کرد زنجیرے

نامی نے ۱۲۴۸ھ ہجری میں انتقال کیا۔

ناظر

ناظر تخلص۔ غلام عبدالقادر نام۔ قادر عظیم الدّین خاں بہادر خطاب۔ فرزند غلام محی الدین معجز۔ مدراس مولد ۱۲ ہجری سال ولادت ہے۔

فارسی اپنے والد اور میر جعفر علی سے اور چند عربی کتابیں اپنے زمانے کے اساتذہ سے پڑھیں۔

نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک نے اپنے ابتدائی زمانے میں ناظر کو دربار کا منشی اور کتب خانۂ سرکاری کا داروغہ مقرر کیا اور قادر عظیم الدّین خاں بہادر کا خطاب مرحمت فرمایا۔

جب نواب اعظم جاہ بہادر رضواں مآب اپنے زمانۂ ریاست میں حضرت قادر ولی اور حضرت نتھر ولی قدّس اسرارہما کی مزارات کی زیارات کے لئے تشریف لے گئے تو ناظر کو بھی ساتھ لیا اور ان کو روزانہ حالاتِ سفر قلم بند کرنے پر متعین فرمایا۔ واپسی کے بعد ناظر نے یہ سفر نامہ بنام "بہار اعظم جاہی" مرتّب کرکے نواب ممدوح کی خدمت میں پیش کیا۔

اس سفر نامے کے علاوہ شرح بوستان مسمّیٰ بہ "خلدستان" شرح یوسف زلیخا مسمّیٰ بہ "روضۂ دل کشا" اور شرح سکندر نامہ بھی لکھی۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے:

تیرِ مژگاں را ہدف کردی مہ من　　-　　حق ایں الطاف بر من مو بمو است

دیدۂ ناظرِ ما ابر صفت می گرید　　برق ساں می زند آں شوخ ستمگر چمک

چوں گشت یارِ من بہ خطِ سبز جلوہ گر　　بر خطِّ دل برانِ جہان خط کشیدہ ام

بستہ ام خاطرِ خود باز لفت　　مثل زنجیر مکن دربدرم

۱۲۴۳ھ ہجری میں ناظر نے وفات پائی۔

بینش

بینش تخلص۔ سید مرتضیٰ نام۔ فرزند میر صادق علی حسینی۔ مدراس مولد۔ ۱۲۲۶ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ نے فارسی کی تمام کتب متداولہ اور شرح ملّا جامی تک عربی کتابیں اساتذۂ عصر سے پڑھیں۔ آپ کی ذہانت، خوش تقریری اور حاضر جوابی مشہور ہے۔ فن شعر میں اپنے بھائی ثاقب اور مولوی واقف کے شاگرد تھے۔

نواب غلام محمد غوث خاں بہادر، نواب کرناٹک نے "مجلس مشاعرۂ اعظم" قائم فرمائی تو بینش حیدرآباد سے آکر میر مجلس کی اجازت سے اس میں شریک ہوئے۔ چند روز کے بعد نواب بہادر کی سرکار سے اُن کی کچھ تنخواہ بھی جاری ہوگئی۔

۱۲۶۵ھ میں بینش نے نجفِ اشرف، کربلاء معلّٰی اور کاظمین شریفین کی زیارات کے ارادے سے نواب ممدوح الشان سے تین سال کی رخصت لی۔ مشاعرے میں آکر آیندہ نہ حاضر ہو سکنے کا معذرت نامہ ۱۹ اشعار کا پڑھا اور روانہ ہوگئے۔ اثنائے سفر میں سخت بیمار ہوئے۔ اللہ اللہ کرکے کربلائے معلّٰی پہنچے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی روح نے اس قفس عنصری کو چھوڑ دیا۔ خوش قسمت ایسے تھے کہ

روضۂ مقدسہ کا صحن مدفن کے لئے نصیب ہوا۔ اور یوں اُن کے اِس شعر کا مضمون صادق آیا۔ جس کو وہ برسوں پہلے لکھ چکے تھے:

بینشؔ بہ کربلاست بہ یادِ تو یا حسینؑ ۔۔۔ پابند گرچہ ہست بہ ہندوستاں ہنوز

یہ بیان تذکرۂ گلزار اعظم سے ماخوذ ہے۔ لیکن تذکرۂ محبوب الزمن میں لکھا ہے کہ "بینشؔ ۱۲۶۵ھ میں مکۂ معظمہ گئے۔ حج و زیارت سے مشرف ہوکر ایک سال بعد مدراس واپس آئے اور وطن میں انتقال کیا۔" یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ بینشؔ نہ حرمین شریفین گئے نہ وہاں سے واپس آئے۔ بلکہ صحیح واقعہ یہ ہے کہ وہ عراق گئے تھے اور کربلائے معلّٰی میں انتقال ہوا۔ بینشؔ جناب نواب غلام محمدؐ غوث خاں بہادر کے درباری ملازم اور مدراسی الاصل تھے۔ لہٰذا گلزار اعظم کا بیان زیادہ معتبر ہو سکتا ہے۔

بینشؔ نے ایک تذکرہ بہ نام "اشارات بینشؔ" لکھا تھا جو نواب موصوف کے سرکاری مطبع میں طبع ہوا ہے۔

کلام ملاحظہ ہو:

تیرِ تو گزشت از لبِ من، زخم عیاں نیست ۔۔۔ کشتی بہ ادائے کہ خبر نیست قضا را

ز مشرق تا بہ مغرب سیر دارم ہمچو کوکب ۔۔۔ نہ سازد راہ گم روشن دل از تاریکیٔ شب

آزادۂ ز بندِ تو در روزگار نیست ۔۔۔ عنقاست طائرے کہ بہ دامت شکار نیست

نہ بوَد حسن خدا داد بہ ساماں محتاج ۔۔۔ کے بہ آرایشِ ظاہر شدہ قرآں محتاج

صبر از دل، دل ز من، من از دیارم جُدا ۔۔۔ کس مبادا در جہاں چوں من پریشاں روزگار

در صنعت ذو بحرین و ذو قافیتین می فرماید:

سپر شد از روئے تو بازارِ گل ۔۔۔ زرد شد از خوی تو رخسارِ گل

شمس

شمس تخلص۔ غلام عبدالقادر نام۔ شمس الدولہ غلام عبد القادر خاں بہادر اعتضاد جنگ خطاب۔ فرزند نوّاب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک مدراس مولد۔ ۱۲۳۱ھ سال ولادت ہے۔

آپ کو بہترین علمار عصر و فضلاء دہر سے تلمذ تھا۔ ظاہری وجاہت کے ساتھ حسنِ اخلاق سے بھی متّصف تھے۔ چہرے سے امارت کے آثار نمایاں اور بات چیت سے فراست کے اطوار عیاں تھے۔

ایک دفعہ بعض دوستوں کی ترغیب سے حیدر آباد گئے، مگر کچھ دن تکلیف اُٹھاکر واپس چلے آئے۔

فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں ایک مختصر سا دیوان اور (۱) انشار بہارِ اعظم (۲) انشائے شمسی آپ کی یادگار ہیں۔

کلام یہ ہے:

سیرِ سنبل نہ کند جمع دلم را ہرگز یادِ زلفِ تو مرا بس کہ پریشاں دارد

چو نبض آخر طبیبان را طپیدن می شود پیدا اگر بینند ایں حالِ پریشانے کہ من دارم

ہمچو سودازدگان حرف پریشان گویم کردہ آشفتہ زبس کاکلِ پیچانِ کسے

نصیبِ کیست یارب زاں بُتِ عیّار سرگوشی مگر آں حلقہ گوشش کند با یار سرگوشی

دانم عنانِ صبرم یکسر رود ز دستم ترکم نہاد اکنوں پا در رکاب نیمے

۱۲۶۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ مسجد والا جاہی ترپلکینیٹری مدراس کے صحن میں دفن ہوئے۔

علیم

علیم تخلص۔ محمد علیم اللہ نام۔ مفید الدولہ محمد علیم اللہ خان بہادر پیروز جنگ خطاب۔ فرزند نوّاب عظیم جاہ بہادر غفران مآب (اوّل پرنس آف آرکاٹ) مدراس مولد سنہ ۱۲۴۰ھ سال ولادت ہے۔

فارسی کی چند درسی کتابیں پڑھنے کے بعد ہی شعر گوی کی طرف طبیعت مائل ہوگئی۔ بینش سے تلمذ تھا۔ خط شکستہ بہت اچھا لکھتے تھے۔

آپ کا کلام منتشر تھا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے علاّتی بھائی۔ عمدۃ الدّولہ محمد نور اللہ خان بہادر جرأت جنگ نے مرتب کیا۔

نمونۂ کلام یہ ہے :۔

اگر طالع بود بیدار، غفلت کارہا دارد   کہ رہبر بہتر از خواب گران نبود زلیخا را

شوخیِ آن مژۂ بے پروا   طائرِ شوقِ مرا بال و پر است

بردار دل ز ہر دو جہان بایگانہ بند   چون تیر از دو خانہ نظر بر نشانہ بند

گر تو می خواہی کنی سیرِ عدم   محو دیدارِ میانِ یار باش

داغ ہائے دلِ من گلزار است   در خزان طرفہ بہارے دارم
رشکِ گل رنگ ز چشم ریزد   در نظر لالہ عذارے دارم

رباعی در تاریخ جلوس نواب غلام محمد غوث خان بہادر المتخلص بہ اعظم نواب کرناٹک :۔

بنشست بر اورنگِ شہ اعظم ما   فرخندہ شود از کرم رب مجید
تاریخ جلوس از سر آداب بدان   بر دوشِ ولایت قدمِ غوث رسید[1]
سنہ ۱۲۵۸ھ

---

[1] اس مصرعہ سے بہ طریقۂ ذیل تاریخ حاصل کی گئی ہے :
"دوشِ ولایت" = ۷۵۸
قدمِ غوث (یعنی ث) = ۵۰۰

سنہ ۱۲۶۶ھ میں انتقال کیا۔

حیران

حیران تخلص۔ محمد محی الدین نام۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۱۱ ہجری سال ولادت ہے۔

حیران کے دادا فقیر محمد کرنول کے باشندے اور نواب عمدۃ الامرا بہادر فرمان روائے کرناٹک کے داروغۂ مطبخ تھے۔ عربی و فارسی کی استعداد بہت اچھی تھی۔ شاعری میں منتقیم جنگ بہادر نامی نیز بعض دیگر اہلِ زبان حضرات سے مستفیض ہوئے۔ فارسی نحو اور محاورہ دانی میں انھیں کامل دستگاہ حاصل تھی چنانچہ اس فن میں آپ کی کتاب تحقیق القوانین اس کی زبردست شاہد ہے یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ زبان اردو کے دقایق کی تنقیح اور علم موسیقی میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔

ابتدا میں انگریزوں کے منشی تھے۔ اسی تقریب سے مختلف شہروں کی سیر کی چند روز حیدرآباد میں بھی قیام رہا۔ آخر مدراس واپس آئے۔

سنہ ۱۲۵۵ ہجری میں حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً) کی زیارت سے مشرف ہو کر وطن واپس ہوئے۔

کلام یہ ہے:

محوِ دیدن دیدہ ام چون دیدۂ تصویر شد اشتیاقِ دیدنت از بسکہ دامن گیر شد

کجاست بے تو قرارے بہ جانِ محزونم کہ یادِ لیلی زلفِ تو کرد مجنونم

ز آسایشِ عمر بیگانہ گشتہ ہر آں کس کہ شد آشنائے جوانی

گریزانم از اختلاطِ عزیزاں کشیدم ز بس رنج ہائے جدائی

سنہ ۱۲۶۷ ہجری میں وفات پائی۔

احقر

احقر تخلص. سیّد نظام الدین نام. فرزند سیّد عبد القادر خوش نویس. مدراس مولد اور ۱۲۰۰ہجری سال ولادت ہے۔

فارسی کی درسی کتابیں مولانا باقر آگاہ، معجز، مستقیم جنگ نامی اور اظفری جیسے نامور اساتذہ سے پڑھیں۔[1] فن شعر میں بھی ان ہی حضرات سے استفادہ کیا۔ خوش نویسی اور نقاشی کا فن اپنے والد سے حاصل کیا۔

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ہجری) نے از راہ قدردانی احقر کو محکمۂ عالیہ کی میر منشی گری عطا فرمائی اور اپنے خلف اکبر نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب کی مصاحبت پر بھی سرفراز فرمایا۔ بعض حاسدوں کی شرارت و پرخاش سے مجبور ہو کر ۱۲۳۴ہجری میں اپنی خدمتوں سے مستعفی ہو کر ملیبار چلے گئے۔ دہاں راجہ رام راج بہادر شمشیر جنگ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور میر منشی بنادیا۔ اس تقریب سے وہیں سکونت اختیار کرلی۔

فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ ایک چھوٹا سا دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ اِس کے علاوہ فن انشا میں ایک رسالہ بنام نظام الانشاد لکھا تھا۔

ان کی شاعری کا نمونہ یہ ہے:-

میل تقوےٰ کے شود ناصح منِ مستانہ را   خوشۂ انگور دانم سبحۂ صد دانہ را

در شگفتن شد برنگِ گل دلِ ما چاک چاک   با بہار آمد خزاں ہیہات در بستانِ ما

دلِ او سنگ و منم پنبہ و عشقش فولاد   چوں دریں وقت بود فرصتِ تدبیر مرا

---

[1] ان سب حضرات کا ذکر خیر اس تذکرے میں موجود ہے۔

مے پرستی زازل شغل دوام است مرا　　سرنوشتم بہ حقیقت خط جام است مرا

محتاج ناتواناں زورآورانِ دہراند　　تیرے رواں نہ گردد تا چلّہ باکماں نیست

رباعی

آحقر زجہاں وفا نہ جوئیم بجا است　　دست از ہوس وطمع نہ شوئیم خطا است
ایں ہستیِ ماراکہ چو نقش است برآب　　گر ہم نفسِ حباب گوئیم رواست

آحقر کا صحیح سال وفات معلوم نہ ہوا۔ مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف کے وقت ۱۲۶۹؁ہجری تک بقید حیات تھے۔

احمدی

احمدی تخلّص۔ غلام احمدی نام۔ منشی احمدی عرف۔ فرزند اسد الدّین خاں بہادر اسدؔ۔ مدراس مولد۔ ۱۲۱۵؁ہجری سالِ پیدائش ہے۔

فارسی کی درسی کتابیں اپنے والد نیز میر قطب الحسینی اور مولوی واقف سے پڑھیں۔ اُن کی ذہانت اُس واقعے سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک روز وہ زمانۂ طالب علمی میں اپنے والد سے خاقانی کی مثنوی تحفۃ العراقین پڑھ رہے تھے کہ نواب فخرالامرا اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناٹک کے عقد کی خبر سنی۔ احمدی نے با دنیٰ تامل کہا کہ "نکاح فخر الامراؔ" اس عقد کی تاریخ ہے۔ حاضرین سُن کر دنگ رہ گئے اور احمدی کی بہت تعریف کی۔ ۱۲۳۰

شروع میں "اہل بقایائے کرناٹک" کی کچہری میں وقائع نگاری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ پھر مدّتوں قوی جنگ بہادر (جو نواب کرناٹک کے عزیزوں میں سے تھے) کی وکالت کرتے رہے۔

۱۲۶۲؁ہجری میں مجلس مشاعرۂ اعظم میں داخل ہوئے۔ اور نواب اعظم کی سرکار میں ملازم رہے۔

احمدی نے فارسی اور ہندی کا ایک دیوان مرتب کیا تھا۔ اس کے علاوہ مثنوی بحر غم مصنفۂ جناب ابو طیب خاں والا کا ترجمہ بنام "غم نامہ" اردو میں کیا تھا۔

کلام ملاحظہ ہو:

در باغ تماشائے تو تخم دلم افتاد ۔۔۔ من چشم بہ راہم کہ چہ آخر ثمر آرد

بغیر سرزنش از سخت دل نہ یابی زر ۔۔۔ شرر چگونہ بر آید بجز شکستن سنگ

از تمنائے وصالش داغ حسرت رو نمود ۔۔۔ بر در دیر و حرم پیشانیٔ خود سودہ ام

احمدی کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہ ہوا۔ البتہ وہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف کے وقت سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک زندہ تھے۔

اظہر

اظہر تخلص۔ عبد القادر نام۔ فرزند منشی غلام حسین خان۔ مدراس مولد سنہ ۱۲۰۳ھ سال ولادت ہے۔

فارسی میں اپنے والد تیز خان عالم خان بہادر فاروق اور مولوی غلام محمد مفتی مچھلی بندر کے شاگرد تھے۔ عربی صرف و نحو کچھ تو ان ہی صاحبوں سے اور کچھ مولوی قادر بخش صاحب سے پڑھی۔

مولوی شجاع الدین حسین صاحب کے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔

یوروپین سرداروں کے پڑھانے پر مشاہرۂ پندرہ ہون (ساڑھے باون روپیہ) ماہوار پر ملازمت شروع کی۔ پھر کمشنر کی کچہری میں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پر میر منشی ہوئے۔ وہاں سے وجیانگر کے علاقے میں منصف ہو کر گئے۔ سنہ ۱۲۵۵ ہجری میں حج و زیارت کے لئے حرمین شریفین

گئے۔ واپس آنے پر تعلقۂ کلگیری کی منصفی پر تقرر ہوا۔
اشعار کا نمونہ یہ ہے۔

دل رامکن بہ صحبتِ اہلِ زمانہ بند   مثلِ حباب در بہ رخ از ہر کرانہ بند

بہ محرابِ دو ابروی تو دل در سجدہ می باشد   مبادا از مردمِ چشمت خلل اندر نماز افتد

صبح دم چون نالہ انگیزد دل شیدائے من   آسمان ریزد ز انجم اشک بر غوغائے من

دل را بہ نگاہے ز کفِ آسان بردی   حیف این جنس گران مایہ چہ ارزان بردی

اظہر کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہ ہوا۔ لیکن یہ ۱۲۶۹ھ ہجری تک زندہ تھے۔

بلیغ

بلیغ تخلص۔ شاہ محمد روح اللہ نام۔ فرزند شاہ محمد نور اللہ نقشبندی خوش نویس۔ مدراس مولد۔ ۱۲۳۰ھ سال ولادت ہے۔

بلیغ کے نسب کا سلسلہ چھ واسطوں سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز تک پہنچتا ہے۔ اِن کے والد نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم تھے۔

کم سنی ہی میں ابتدائی کتابیں اپنے ماموں سید قادر بادشاہ سے پڑھیں پھر کتبِ متداولہ مولوی حسن علی ماہلی اور حاجی محمد محی الدین حیران سے پڑھیں۔ ان ہی اساتذہ سے فن عروض و قافیہ، بیان و بدیع، نجوم و رمل و قانون حاصل کیا۔ مولوی شہاب الدین کی خدمت میں عربی پڑھی۔ اپنے والد سے خوش نویسی سیکھی۔ اور اُن ہی سے سلوک میں خرقۂ خلافت پایا۔

بہت ذہین، مہذب، چرب زبان اور فصیح اللسان تھے۔ نواب غلام محمد غوث خان بہادر نواب کرناٹک کے مشاعرے کے اراکین میں بھی شامل تھے۔

کلام کا اندازہ اشعار ذیل سے ہوتا ہے:

تا بہ بزمِ خود بہ رنگِ شیشہ جا دادی مرا — لب بہم ناید چو جام از خندۂ شادی مرا

از نگاہِ چشمِ مے گونت رہائی مشکل است — پا بہ زنجیر است شیدائے تو زین موجِ شراب

منت کجا بہ زخمِ دل از مشک تر گرفت — چون شانہ آن کہ خدمتِ زلفش بسر گرفت

تا گذشت روان قافلۂ اشک بہ کوشش — ہر نالہ کہ برخاست ز دل بانگِ جرس شد

بینم چہ گونہ صبح بنا گوشت اے نگار — از کاکلِ تو ہست شبے درمیان ہنوز

زخمِ روشن دل نہ گردد بہ ز درمانِ کسے — کے شود چاک سحر از سوزنِ عیسےٰ رفو

با من از دود مان دل سوزی — شمع ماند است رشتہ وار یکے

بلیغ ۱۲۶۹ھ ہجری تک زندہ تھے مگر سال وفات معلوم نہ ہوا۔

بہجت

بہجت تخلص۔ محمد تاج الدین نام۔ فرزندِ غیاث الدین خاں خوش نویس۔ مدراس مولد۔ ۱۲۱۴ھ سال ولادت ہے۔

بیس سال کی عمر عموماً تعلیم ختم کردینے کا زمانہ ہوتا ہے۔ مگر آپ نے اس سن میں تحصیل علم شروع کی اور بتیس سال کی عمر میں فارغ ہوئے فارسی زبان کی قابلیت اعلیٰ درجے کی تھی۔

۱۲۴۲ھ ہجری میں حکومت برطانیہ کی طرف سے دو سو روپیہ ماہوار کے مشاہرے پر اضلاع چنگل پیٹ، سیکاکول اور پالم کوٹہ میں مفتی مقرر ہوئے اور برسوں ان خدمات پر سرفراز رہے۔ آپ کے حسنِ مروّت اور خوش مزاجی کی شہرت تھی۔ طبیعت بھی بہت موزوں پائی تھی۔ فارسی اور ہندی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فنِ تاریخ گوئی میں خوب مہارت تھی۔ نواب غلام محمدؒ غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک کے ختنہ کا مصرعۂ تاریخ کہا:

ع۔ برآوردند گل از شمعِ کافور

۱۲ ۵ ۴۲

حسب ذیل کتابیں آپ کی تصنیفات سے ہیں:

(۱) رسالۂ فن صرف (۲) تاج القواعد (فارسی صرف و نحو) (۳) مجمع البحرین (فنِ عروض و قافیہ) (۴) چمنستان (شرحِ گلستانِ سعدیؒ) (۵) شرحِ مسلّم قاضیٔ مبارک پر عربی حاشیہ۔

کلام کا یہ نمونہ ہے:

تا خانہ کردہ است کمان ابروئے بہ دل — برتن بہ رنگِ تیر خلد مو بہ مو مرا

چرا اے سرو قد جوئی لب جو — بہ چشمِ من بیا جائے تو این است

درغمت یوسفؑ نہ کردے گریہ چشمِ او سپید — ہیچ تو می داشت گر یعقوبؑ فرزندے دگر

بہر رغبت مردمکِ اہلِ نظر کردہ ہجوم — طرفہ شورِ نمکستان است برین خوانِ نمک

بہجت ز تیرہ بختیِ خود دم زنم چسان — آن چشمِ سرمہ سا شدہ مُہرِ دہانِ من

رباعی

دل در پیٔ وصلِ تو بہ صد سوز و گداز — چون نے بہ نوائے نالہ باشد دمساز
یارب شبِ ہجر را نہ باشد پایان — ہم سلسلہ آمدہ بہ گیسوئے دراز

بہجت کا سال وفات معلوم نہ ہوا۔ لیکن ۱۲۶۹ھ ہجری تک زندہ تھے۔

حشمت

حشمت تخلص۔ انور حسین نام۔ نور الدین محمد خان بہادر حشمت جنگ خطاب۔ فرزند انور علی خاں بہادر۔ مدراس مولد۔ ۱۲۰۴ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ کے والد نواب سراج الدولہ محمد انور الدین خان بہادر شہید، صوبہ دار کرناٹک کے پوتے تھے۔ اور چونکہ یہ اپنے چچا، نور الدین محمد خان بہادر انور کے متبنیٰ تھے۔ اس لئے نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ ہجری) نے وہی خطاب آپ کو مرحمت فرمایا۔

درسی کتابیں اپنے زمانے کے استادوں سے پڑھیں۔ فارسی میں مرزا عبدالباقی وفا سے اور ریختہ میں مستقیم جنگ بہادر نامی سے اصلاح سخن لیتے اور دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

بے تعلق باش گرداری وصالِ وہوس — مانعِ رفتن شود آید چو دامن زیرِ پا

سودائے چرخ دور نہ شد گرچہ ہر سحر — سازد علاجِ خویش ز معجون آفتاب

افتد بہ خاک ہر کہ کشد سر بر آسمان — این نکتہ شمع سوختہ پیشم نشستہ گفت

احتیاطِ نیک و بد اندر جہان پیدا بود — خار را می پرورد گل از محبت در کنار

ہمت بر آبادی و ویرانہ یکسان فیضِ ابر — نیست عالی ہمتان را با کسے در دل غبار

گر تیرِ جگر دوزِ تو آید بہ تنِ من   از ہر لب زخمے سرِ پیکان تو بوسم

سنہ ١٦٦٩ ہجری میں وفات پائی۔

راغب

راغب تخلص۔ سیّد احمدؐ نام۔ میر مبارک اللہ خان بہادر خطاب۔ فرزند سیّد عاصم خان بہادر مبارز جنگ ۔ مدراس مولد۔ سنہ ١٢٠٣ھ سال ولادت ہے۔ لفظ "راغب" سے پیدایش کی تاریخ نکلتی ہے ١٢٠٣ھ

راغب کے دادا سیّد معصوم خان، عبداللہ خان (مصاحب نواب آصف جاہ) کے داماد تھے۔ وہ امام نامی قصبہ سے جو بلخ کے علاقے میں ہے حیدرآباد آئے۔ راغب کے باپ حیدرآباد سے مدراس پہنچکر نواب والا جاہ جنّت آرام گاہ، فرمان روائے کرناٹک کی سرکار میں بعہدۂ فوجداری ملازم ہوئے۔ شدہ شدہ مدار المہامی تک ترقی پائی ۔ خان بہادر اور جنگ کے خطاب سے بھی سرفراز ہوئے۔

راغب نے مولانا باقر آگاہ اور مولوی فایق کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ فن شاعری میں بھی ان ہی دونوں حضرات سے فیض پایا۔

بڑے عالی فکر اور روشن خیال شاعر تھے۔ آخر عمر میں بیماریوں کے سبب جسمانی طاقت بہت کچھ زائل ہوگئی تھی۔ اس لئے اگلی سی جودت و ذکاوت باقی نہ رہی۔

ایک فارسی دیوان اور دو مثنویاں، بنام ساقی نامہ و فراق نامہ لکھیں۔ اُن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام میں پختگی، رنگینی اور فصاحت ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے۔

آخر رسید زلفِ سیاہت بہ دادِ ما   زین لیلتہ المراد برآمد مرادِ ما

چون گل نرگس نمی آید بہم مژگانِ ما   در تلاشِ کیست یا رب دیدۂ حیرانِ ما

نوشتن نامہ سوی نے سوائے آرزو دارم — قلم سازید یاران بعد مُردن استخوانم را

گریۂ من پاک کرد آلودہ دامانِ مرا — پنبہ شد چشم سپیدم داغِ عصیان مرا

مصفا مشربان را بے کسی آبِ گہر بخشد — کہ شد گردِ یتیمی انتہائے وصفِ گوہرہا

گشتہ راغب صفحۂ دیوانِ من — نرگستان از ہجومِ صادہا

کے بجز زندانِ فانوس است جا پروانہ را — رشتۂ شمع است چون زنجیر پا پروانہ را

کے جدا می شود ز ما راغب — سایہ آسا سیاہ بختیٔ ما

دل از خیالِ خطِ او غبار آلود ہست — چگونہ اشک نہ ریزم کہ خانہ پُر دود است

سر در رہت نہادن و مردن گناہِ من — ناکردہ التفات گزشتن گناہِ کیست؟

مسکنم گشت نقش پائے کسے — جای گیرم بہ فلک پایان گھاٹ

ساقی بیا کہ بہرِ تو دستِ دعا مدام — از برگِ تاک بر لبِ انگور شد بلند

بہ زیرِ سایۂ زلفِ تو نیست آرامم — چو اہلِ بیتِ رسالت مسافرِ شامم

باقی است کار و بار بہا از غبارِ من — بیہودہ نیست رستنِ گل از مزارِ من

در شرحِ اشتیاق چہ حاجت بہ التماس — این جا چو خامہ است سخن باگریستن

اے لختِ دل تو گرم بہ مژگان رسیدۂ ‌‌‌‌‌‌‌‌‌ این جانشین بہ سایۂ دیوار اندکے

سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں راغب کو سفر آخرت بہشت آیا۔ میلا پور کے راستے میں حضرت شیخ محمد مخدوم ساوی قدس سرہٗ کی درگاہ کے متصل اپنے والد کے مقبرے میں ہمیشہ کے لئے محو خواب ہیں۔

راقم

راقم تخلص۔ محمد حسین قادری نام۔ افضل الشعراء شیریں سخن خان بہادر خطاب فرزند نجم الدین حسین قادری خوش نویس۔ ملازم سرکار نواب کرناٹک۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۳۲ ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ حضرت مولوی محمد حسین شہید المعروف بہ امام صاحب قدس سرہٗ کی اولاد میں سے تھے۔

عربی کی تمام تحصیلی کتابیں امام العلماء قاضی الاسلام قاضی الملک مرحوم اور افضل العلماء مولوی ارتضا علی خان بہادر خوشنود سے پڑھیں۔ فارسی میں اپنے حقیقی چچاؤں یعنے شایق علی خان شایق اور مولوی واقف کے شاگرد تھے۔ فن شعر میں پہلے شایق سے، پھر سید ابو طیب خان والا سے اصلاح لیتے تھے۔ جناب والا کے منظور نظر شاگردوں میں سے تھے۔ نواب غلام محمد غوث خان بہادر نواب کرناٹک کے ہم سبق ہونے کا بھی آپ کو فخر حاصل تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تذکرہ گلزار اعظم کی تالیف میں نواب صاحب موصوف نے راقم کو شامل رکھا۔ انھوں نے بھی اُس کی ترتیب میں سعی بلیغ کی۔ اور جب مجلس مشاعرہ قائم ہوی تو راقم کو اس کا میر مجلس بناکر افضل الشعرا شیریں سخن خان بہادر کے خطاب سے سرفراز کیا۔

راقم نے ذیل کی کتابیں تالیف کیں:

(۱) رسالۂ میزان الاشعار (۲) اعظم الصناعت شرح معمیات حدائق البلاغت (۳) مختصر دیوان بھی ترتیب دیا۔ کلام کا یہ رنگ ہے:

شود مانی رقم پرداز تصویر دهانت را ــ بدست آرد به جای خامه گر موی میانت را

زگفتگوی بد خصم دل نمی ترسد ــ خطر ز باد نه باشد چراغ آئینه را

لب کشاید به شکر شمشیرت ــ بارک الله زخم کاری ما!

زنهار به کف گوهر مقصود نیابی ــ تا دانه کنی همچو صدف دست دعا را

قانعش تا از تعلق داد آزادی مرا ــ شد به رنگ سرو یکسان ماتم و شادی مرا

شب یا سم سیه شیر است دندان می زند بر من
بیاض دیدهٔ آهو نماید صبح مطلب را

یافت ز شبنم نمک بر جگر خویش گل ــ قسمت خوبان بود غم مگر از خوان صبح

کشید هر که درین بحر سر ز پا افتاد ــ همین صدا ز شکست حباب می آید

رتبهٔ عالی نسب از عجز افزون تر شود ــ قطره از بالا به پستی چون اسد گوهر شود

برگ و بار درد از نخل وجودم گل کند ــ کز هوای آه و آب گریه ام شاداب شد

در بزم خلوت او چون باریاب گردید ــ والسنت راقم ما شد فتح باب نیمے

یقینم شد ز آئین حباب این امر وجدانی
که ترک خویشتن باشد دلیل قرب یزدانی

راقم کے انتقال کا سال معلوم نہ ہوا۔ لیکن ۱۲۶۹ھ تک زندہ تھے۔

رونق

رونق تخلص۔ غلام محی الدّین نام۔ عارف الدّین خان خطاب۔ فرزند حافظ محمدؐ معروف برہان پوری۔ مدراس مولد۔ اور ۱۱۹۲ھ سالِ ولادت ہے۔

آپ نے فارسی کتابیں غلام محی الدّین متجزسے پڑھیں۔ شاعری میں باقر آگاہ سے تلمذ اختیار کیا۔ مدّت تک محمدؐ صادق خان شیرازی متخلص بہ کوکب کی صحبت میں رہے۔ اور فارسی محاوروں کی تحقیق میں بڑی کوشش کی۔

بیس سال کی عمر میں نواب عمدۃ الامراء بہادر فرمان روائے کرناٹک کی سرکار میں ملازم ہوئے اور نوّاب موصوف کے فرزند امیر الملک ماجدؔ کے مصاحب مقرر کئے گئے۔ ماجدؔ کی وفات کے بعد برداشتہ خاطر ہوکر مدراس کو خیرباد کہا۔ کڑپہ، بلہاری، چتور وغیرہ میں منشی گری کی خدمت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ برسوں اِس خدمت کے تعلق سے سرتھامس منرو سابق گورنر مدراس کے ساتھ سفر میں رہے۔ اِس کے بعد حیدرآباد چلے گئے۔ زمانۂ دراز تک وہاں قیام رہا۔

۱۲۶۶ھ میں وطن واپس آئے۔ نوّاب غلام محمدؐ غوث خان بہادر نوّاب کرناٹک کی سرکار میں ملازم اور مشاعرۂ اعظم میں داخل ہوئے قادر الکلام شاعر تھے۔ ہر قسم کی نظم بہت اچھی کہتے تھے۔ افسوس ہے کہ بوجہ پیری وضعیفی دماغی طاقت بالکل جواب دے چکی تھی۔ اخیر عمر میں اکثر گوشہ نشین اور یادِ الٰہیٰ میں مشغول رہا کرتے تھے۔

کلام کا اندازہ ذیل کے اشعار سے ہوتا ہے:

صبحِ بہار جوش زند از فنائے ما چون گل شگفتگی است بہ چاکِ قبائے ما

طبع آزادان شود وارستہ از بندِ خطر — در گزشتن آتش و آب است یکسان سایہ را
می کند افتادگی آزاد از بندِ خطر — شیر با این رعب کے سازد ہراسان سایہ را

گر بہ محفل صفتِ تیشۂ فرہاد کنید — سینہ چاکان زسرِ ناخنِ ما یاد کنید

کریمان را عجب تسخیرِ دل ہا است — خطوطِ دستِ احسان دام کردند

کے بہ آسانی دہم از دست دامانِ فراق — بعد ازین دستِ من و چاکِ گریبانِ فراق

گرہ شود چو حبابِ شیر اشک در قطرہ ام — اگر بہ فرقتِ آن نَے سوار گریہ کنم

رونق کا سال وفات معلوم نہ ہوا۔ تالیف گلزار اعظم کے وقت تک زندہ تھے۔ تذکرۂ محبوب الزمن کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حیدر آباد میں اِن کا انتقال ہوا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ یہ واقعہ کب پیش آیا۔

فاروق

فاروق تخلص۔ محمدؐ معروف نام۔ خان عالم خان بہادر خطاب، فرزند محمدؐ جان جہان خان بہادر فاروقی۔ مدراس مولد۔ اور ۱۲۰۷ھ ہجری سال ولادت ہے۔

مختلف فنون اور متعدد زبانیں جانتے تھے۔ فارسی، عربی، ترکی، اور انگریزی میں ایسی مزاولت تھی کہ اِن زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ وفورِ ذہانت و ذکاوت اور کثرتِ مطالعہ کی بدولت بہت تھوڑی مدت میں یہ استعداد حاصل کرلی تھی۔

ریختہ میں اظفری سے اور فارسی میں اپنے خسر مستقیم یار جنگ بہادر نامی سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ ریاضی اور موسیقی میں بھی

ماہر تھے۔

۱۲۴۵ھ میں مولوی محمد علی صاحب واعظ رام پوری مدراس آئے تو فاروق ان کے ایسے معتقد ہوئے کہ ان سے بیعت کرلی اور ان کے خلیفہ ہوگئے۔

کلام کا نمونہ یہ ہے۔

دور از تو زیستن چہ بود آرزو مرا
دم ہمچو خنجرے گزرد از گلو مرا۔

عجب نبود پسر گر قبلۂ روئے پدر گردد
کہ دارد پیش یوسف پیر کنعان بر زمین ادا

سرشت بندہ ز خاک است و بازگشت نجات
روم ز خاک درت اے ابوتراب کجا!

ہر حبابش بہ گرہ عنبر سارا بندد
گر فتد پرتو آن زلف گرہ گیر در آب

مگر ندامت پروانہ سوختن دارد
کہ شمع می گزد از شعلہ بار بار انگشت

نہ رود دردِ سر ہندیس از مردن ہم
بر سر گور درین جا ست بہ صندل محتاج

رباعی در مدح چہار یار کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین

صدر شہ بیت دین عتیق بازین
فاروقؓ عروض و ابتدا ذوالنورینؓ
ضرب است بہادرے کہ تقطیع نمود
نظم اعدا بہ خیبر و بدر و حنین

فاروق نے ۱۲۷۱ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

اعظم

اعظم تخلص۔ محمد غوث نام۔ امیر الہند والا جاہ عمدۃ الامراء مختار الملک

عظیم الدّولہ، نواب محمدؐ غوث خان بہادر شہامت جنگ خطاب۔ فرزند امیر الہند، اعظم جاہ، فخر الامراء، مدار الملک، روشن الدّولہ نواب محمدؐ منور خان بہادر، بہادر جنگ سپہ سالار صوبۂ دار کرناٹک (۱۲۳۴ھ تا ۱۲۴۱ھ) مدراس مولد۔ اور ۱۲۳۹ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ کے آبائی نسب کا سلسلہ تیس۳۰ واسطوں سے خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ تک پہنچتا ہے۔ والدۂ ماجدہ نواب ضیاء الدولہ بہادر کی صاحب زادی اور نواب ضیاء الملک بہادر حیدر آبادی کی پوتی تھیں نانہالی سلسلہ چھبیس واسطوں سے سیّد الشہدا خامسِ آلِ عبا سیّدنا حضرت امام ہمام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السّلام تک پہنچتا ہے۔

تاریخ ولادت ۲۹، ذوالحجہ (۱۲۳۹ھ ہجری) روز چہارشنبہ دس بجے صبح ہے

اس دُرِ یتیم کا سِن پندرہ ہی مہینوں کا تھا کہ والد ماجد کو دار البقا کا ناگزیر سفر پیش آیا۔ چہلّم کے دوسرے ہی روز سرکار برطانیہ کی طرف سے آپ کرناٹک کے نواب اور آپ کے حقیقی چچا نواب عظیم جاہ بہادر سترہ سال تک کے لئے ریاست کے نایب مختار مقرر کئے گئے!

آپ کی تعلیم کا سلسلہ پانچ سال کی عمر سے شروع ہوا۔ حافظ محمدؐ مکی اور اُن کے فرزند حافظ عبد الولی سے قرآن مجید ختم کیا۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں غلام محی الدین خوشنویس اور اُن کے فرزند مولوی جلال الدّین حسین خاں سے پڑھیں۔ خطّاطی کی تعلیم خوشنویس موصوف اور عنایت حسین خاں خوش نویس سے پائی۔ پھر سیّد ابو طیب خاں والا آپ کی تعلیم پر مقرر ہوئے اور اُنھوں نے یہ کتابیں پڑھائیں:

(۱) بوستان (۲) انشاء خلیفہ (۳) زلیخا (۴) گلشن سعادت (۵) سہ نثر ظہوری (۶) پنج رقعہ (۷) مینا بازار (۸) رسائل طغرائے مشہدی (۹) انشاء بیدل (۱۰) انشاء نعمت خان عالی (۱۱) سکندر نامہ (۱۲) مثنوی راسخ (۱۳) اخلاق جلالی (۱۴) دیوانِ مظہر (۱۵) دیوان غنی (۱۶) دیوان ناصر علی۔

(۱۵۱) دیوانِ اسیر

عربی میں شرح ملا جامی تک مولوی جمال الدین احمد صاحب سے اور عقائد، فقہ، حدیث بہ قدرِ ضرورت قاضی الملک بہادر اور ارتضا علی خان بہادر سے پڑھیں۔ مولانا آزاد بلگرامی کا پہلا عربی دیوان بھی ان ہی سے پڑھا۔
۱۲۵۸ھ میں فارسی گو شعراء کا ایک مختصر تذکرہ موسومہ "صبح وطنِ اعظم" لکھا۔ ۱۲۶۵ ہجری میں ایک اور تذکرہ تالیف کیا۔ جس میں شعراء کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور اس کا تاریخی نام گلزارِ اعظم ہے۔
۱۲۶۰ ہجری میں ایک مجلس شعراء قائم فرمائی۔ راقم کو اُس کا میرِ مجلس بنایا۔ جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

آپ اہلِ کمال کے بڑے قدردان اور بہت درجے کے فیّاض تھے۔ مکہ معظمہ (زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً) میں اب تک آپ کی بنوائی ہوئی رُباطیں مشہور ہیں۔ مدرسۂ اعظم، کتب خانۂ عام اہلِ اسلام مدراس اور لنگرخانۂ مدراس آپ کی فیّاضی کی زندہ یادگاریں ہیں، جو اپنے بانی کے حق میں دعائے مغفرت کر رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی سچّی مدح کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

فنِ شاعری میں والا موصوف سے تلمذ تھا۔ آپ نے تھوڑے ہی عرصے میں ایک فارسی دیوان مرتب فرمایا۔ شاعری میں سیّد شاہ ناصر علی سرہندی (قدس سرہٗ) کی تقلید فرماتے اور اس فن میں اُن ہی کو اپنا پیشوا مانتے تھے۔ مولوی محمد مہدی واصف نے اپنے تذکرۂ معدن الجواہر میں جتنے اعتراضات شاہ صاحب پر کئے ہیں۔ اُن سب کے جوابات نواب اعظم نے اپنے تذکرے میں دیے ہیں۔

آپ بڑے ذہین و طبّاع تھے۔ گھنٹے دو گھنٹے کی فکر میں ایک غزل کہہ لینی معمولی بات تھی۔ ایک مرتبہ ایک ہی رات میں حضرت سیّد الشہداء امام ہمام حسین علی جدہ و علیہ السّلام کی منقبت میں ۷۴ شعر کا ایک قصیدہ موزوں فرمالیا۔

یوں تو آپ کے چشمۂ فیض سے ہر فن اور ہر مذاق کے لوگ سیراب ہوتے رہتے تھے، مگر شعراء کی بالخصوص بڑی قدر افزائی فرماتے تھے۔

آپ کے فارسی اور ریختہ اشعار کا ایک مختصر مجموعہ بہارستانِ اعظم کے نام سے انتقال کے بعد شائع ہوا ہے۔ ذیل کے اشعار اسی سے انتخاب کرکے پیش کئے جاتے ہیں:

کند غرقِ ندامت طبع صافِ من زلالی را   زند ناخن بہ دل ہر مصرعِ شوخم ہلالی را

بکن از بادۂ عشق کسے مملو دل خود را   نباشد پیش مستاں حرمتے مینائی خالی را

مے می شود بہ غیر تو گر ساغرے زنم   چوں دانۂ انار گرہ در گلو مرا

نمی دارد ثباتے نشۂ مے خانۂ دنیا   ز گل ساغر کباب از سنبل و مے شبنم است اینجا

نیست این چہرہ نمایاں ز پسِ برقع سرخ   آفتابے است کہ در زیرِ شفق پنہاں است

مکار تخم ہوای بہ دل چو پیر شدی   قدِ خمیدۂ تو داسِ کشتِ امید است

دوراں بہ سنگِ تفرقہ درہم کند وصال   بادام توام این سخنم دست بستہ گفت

غرور می کند آخر برائے نانِ محتاج   شنیدۂ کہ ہما شد بہ استخوان محتاج

دل رفت و طفلِ اشکم گردید بے محابا   عید است چون ز مکتب استاد رفتہ باشد

دی قلقلِ مے بے تو مرا بانگِ عسس شد   مے خوردم و چون شحنہ گلوگیر نفس شد

پیری رسید و مُرد دلِ از عشق باز آئے　　　سیماب کشتہ را نکند کشتہ باز کس

تا بہ سایم بر درت اے شافعِ محشر جبین　　　گشتہ جسم من بہ رنگ ماہ نو یکسر جبین

بے زبانم کرد آخر سرد مہری ہائے او　　　ہمچو اشکِ شمع زیرِ لب گرہ شد گفتگو

شود ز گریۂ مستانہ بختِ من بیدار　　　بلے ز آب شود ہوشیار خواب زدہ

۲۴ محرم الحرام سنہ ۱۲۷۲ ہجری (مطابق ۱۸۵۵ء) کو بعالم جوانی بتیس برس کی عمر میں دفعتاً ملک عدم کو سدھارے۔ اپنے دادا نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نوابِ کرناٹک (۱۲۱۶ تا ۱۲۳۴ ہجری) کے مقبرے میں جو مسجد والا جاہی ترلکھیڑی (مدراس کے احاطے میں واقع ہے) اپنی والدۂ ماجدہ کے مزار کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے "ہیر غیب" اور "مظلوم بمردی" آپ کی رحلت کے مشہور تاریخی مادّے ہیں۔[۵۱]

---

۵۱. تذکرے کے لئے اگر غیر متعلق نہ سمجھا جائے تو یہ قصۂ درد سننے کے قابل ہے کہ نواب بہادر مرحوم کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس لئے ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی کے عہد حکومت میں یہ طے ہوا کہ صلح نامہ ۱۸۰۱ء ذاتی تھا۔ اس کے شرائط نواب عظیم الدولہ بہادر کے جانشینوں تک رعایتاً جاری رہے۔ اب چونکہ کوئی وارث نہیں رہا ہے۔ اس لئے کرناٹک کی مسند نشینی کا خاتمہ کیا جائے۔ اور نواب عظیم جاہ بہادر (نواب مرحوم کے حقیقی چچا) اور دوسرے ارکین خاندان کے نام وظیفے مقرر کردیئے جائیں۔ چنانچہ کمپنی نے جنابہ نواب خیر النساء[ع۵] بیگم صاحبہ محل خاص

ع۵ حیدرآباد دکن کے امیر ضیاء الدولہ بہادر کی صاحبزادی تھیں۔ ۱۲۶۴ھ میں آپ کی شادی نواب مرحوم کے ساتھ ہوی۔

کی چھے ہزار روپیہ اور محل ثانی، جنابہ اعظم النساء بیگم صاحبہ کی چار ہزار روپیہ پنشن اور دیگر متعلقین اور ملازمین کی حسب مدارج تنخواہیں مقرر کردیں۔

نواب مرحوم کے قرضے کے لئے محل کا اسباب ایک معتمد کے تفویض کیا گیا۔ نواب مرحوم کی زمین اور عمارتوں کا نیلام عام کیا گیا۔ اور خود گورنمنٹ نے اِن سب کو ساڑھے پانچ لاکھ روپئے میں خرید لیا۔

نواب عظیم جاہ بہادر نے جن کا حال آگے آتا ہے، ملکۂ وکٹوریہ قیصرِ ہند کی بارگاہ میں ریاست کے لئے اپنا دعوےٰ پیش کیا۔ مقدمے کی پیروی کے لئے پارلیمنٹ میں اپنے وکیل مسٹر ڈاسن کو انگلستان بھیجا۔ پارلیمنٹ کے ممبروں میں بعض آپ کے حامی تھے اور بعض مخالف آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ کثرت رائے سے یہ طے پایا کہ ریاست کرناٹک کا خاتمہ کردیا جائے۔ نواب عظیم جاہ بہادر کی اشک شوئی کی گئی کہ (بتاریخ ۱۲ اپریل ۱۸۷۱ء مطابق محرم ۱۲۸۸ ہجری) لارڈ نیپیر گورنر مدراس نے اُن کو پرنس آف آرکاٹ کا خطاب اور پچیس ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ بنام "ٹائیٹل گرانٹ" یا "اسٹیٹ" مقرر کردیا۔

اور جنوبی ہند کے اول درجے کے امیر تسلیم کئے گئے۔ نواب عظیم جاہ نے گورنمنٹ سے یہ بھی تسلیم کرالیا کہ جب تک ہندوستان میں حکومت برطانیہ باقی رہے۔ آپ کا نصف ماہانہ وظیفہ۔ یعنی مبلغ ساڑھے بارہ ہزار روپیہ ماہوار، آپ کے جانشین، نیز آپ کے فرزندوں اور دختروں کی اولاد کو دیا جایا کرے۔ چنانچہ یہی ہوتا چلا آرہا ہے۔

مختصر یہ ہے ع:

کہ آن قدح بشکست و آن ساقی نہ ماند

نظیر

نظیر تخلص۔ قادر علی نام۔ قادر علی خان بہادر منوّر جنگ خطاب۔ فرزند نجف علی خان بہادر۔ مدراس مولد۔ ۱۲۳۷ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ جنت آرام گاہ فرمان روائے کرناٹک کے حقیقی نواسے اور ناچیز مؤلف تذکرۂ ہذا کے والد کے ماموں تھے۔

فارسی کتابیں اپنے والد ماجد اور میر مہدی صاحب ثاقب کی خدمت میں پڑھیں۔ عربی و ریاضی میں بھی مہارت تھی۔ انگریزی، تامل اور تلنگی بھی جانتے تھے۔ کچھ دنوں ثاقب صاحب سے اشعار پر اصلاح لیتے رہے۔

۱۲۶۶ھ ہجری میں حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت کے لئے گئے۔ دو سال کے بعد مدراس لوٹ آئے۔ اسی سال مسلمان لڑکوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ اسلامیہ قائم کیا۔ پانچ سات سال کے بعد دوبارہ مکۂ معظمہ روانہ ہوئے اور وہیں کے ہو رہے۔ بڑے مخیر، فیاض اور متقی بزرگ تھے کلام کا انتخاب یہ ہے:

فاش می گوید حباب از خندہ دایم این سخن — مشکلِ مرگ است آساں دربلا تن دادہ را

ہمتِ بخشش نہ باشد در نمد پوشاں نظیر — باز گیرد ابر از دریا متاع دادہ را

قسمتِ کس غیرِ خاک از گردشِ دوراں نہ شد — شیشۂ ساعت کند خود را تہ و بالا عبث

بزم روشن گہر آں نیست بہ ساماں محتاج — خانۂ دیدہ نہ باشد بہ چراغاں محتاج

تیرہ باطن را ز روشن دل نہ باشد جز خلاف — می رود از مہر دائم سایہ راہِ انحراف

دیدہ بے نور شود گر روم از محفلِ مے — ہست تارِ نگہم چوں خطِ ساغر در چشم

فتد در دامن سنگیں دلاں پا داش ظلم آخر   بہ کاہ آسیا خود دانہ را سائیدہ سائیدہ

شوخی زلف درخش را پایہ می باشد یکے   گر می رفتار مہر و سایہ می باشد یکے

۱۲۵۷ھ ہجری میں بمقام مکۂ مکرمہ انتقال فرمایا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔

خادم

خادم تخلص۔ غلام مرتضیٰ نام۔ ممتاز الملک غلام مرتضیٰ خان بہادر عظیم جنگ خطاب۔ فرزند عبدالغفار خان بہادر ثابت جنگ۔ مدراس مولد۔ ۱۲۲۲ھ سال ولادت ہے۔

آپ نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کے پوتے ہیں۔

ہوش آنے کے بعد اپنے زمانے کے اساتذہ سے فارسی پڑھی۔ طبیعت بہت موزوں تھی۔ اردو میں زیادہ اور فارسی میں کم کہتے تھے۔ صاف گوئی کی طرف طبیعت مائل تھی۔

ذیل کے اشعار سے کلام کا اندازہ ہوگا:

این است محبت کہ بر آشفت بسے را   بسم اللہ، اگر حوصلہ ہست کسے را؟

یثرب ہمہ ایمان من باشد نجف رضوان من
بطحا فدایش جانِ من، من بندہ ام بغداد را

از من این است وصیت چو سپارید بہ خاک   دوستاں، روی مرا جانب بغداد کنید

بدار خرقۂ سالوس زاہد بہ گرو   بگیر جام مے و انّ ربنا لغفور

نیاز بندہ با ناز خداوندان چہ خوش باشد   بیا سری رو دا زمن تو گردستے بسر داری

۱۲۷۸ھ ہجری میں سفر آخرت پیش آیا۔ حضرت مرتضیٰ بادشاہ صاحب قدّس سرہٗ کے گنبد کے احاطے میں جو مسجد انوری کے پہلو میں واقع ہے، دفن ہوے۔

واصف

واصف تخلص۔ (مولوی) محمدؐ مہدی نام۔ فرزند محمدؐ عارف الدین خان رونق۔ مدراس مولد اور ۱۲۱۷ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

فارسی اور عربی مدراس کے علماء و فضلاء سے پڑھی۔ انگریزی میں بھی اچھی مہارت تھی۔ شاعری میں اپنے والد ماجد سے اصلاح لیتے رہے۔

کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ مختلف اضلاع کو دیکھا۔ سترہ برس کی عمر میں پھر مدراس آکر قیام فرمایا۔ پہلے مولوی تراب علی نامی کی وساطت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے مدرسے میں نو وارد انگریزوں کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ سترہ سال اس خدمت کو عمدہ طریقے سے ادا کرتے رہے۔ پھر وظیفہ لے کر اس کو چھوڑا۔ اور اپنے طور پر تعلیم و ترجمہ کا کام گھر پر کرتے رہے۔

ایک مرتبہ ترچناپلی گئے۔ وہاں مولوی سیّد جام واعظ کے ہاتھ پر بیعت کرکے صاحب موصوف سے خرقۂ خلافت پایا اور وعظ کی اجازت بھی حاصل کی۔

۱۲۶۳ھ ہجری میں جب نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک نے محفلِ مشاعرۂ اعظم قائم کی تو واصف اس میں داخل ہوے، محکمۂ عالیہ کی مترجمی بھی کرتے تھے۔

اردو اور فارسی کی کئی کتابیں آپ کی تصنیف سے ہیں۔ جن میں ایک تذکرہ معدن الجواہر بھی ہے۔ اس تذکرے میں بعض شعراء کے کلام پر اعتراضات کئے ہیں۔ ان کے تشفی بخش جوابات نواب اعظم نے تذکرۂ گلزار اعظم میں دیئے ہیں۔

نواب ممدوح کے انتقال کے بعد واصف حیدر آباد گئے۔ اور

وہاں سرکاری نوکر ہو گئے۔ ۱۲۷۸ھ میں ایک اور مختصر سا تذکرہ عربی میں بنام "حدیقۃ المرام" لکھا۔ جس میں علما و فضلا اور امرا و شعرا کے حالات درج کئے ہیں۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

کشتیِ جاں تا در آبِ تیغ او انگندہ ام ۔۔۔ بادبانے گشتہ موجِ جوہرِ آہن مرا

مطرباپردۂ سازاست دریں جادرکار ۔۔۔ دخترِ رز شدہ در مجلسِ رنداں گستاخ

گردشِ چشمِ سیاہش سرمۂ آوازشد ۔۔۔ چوں ستم ہائے رقیباں کرد فریادی مرا

شایانِ گوشِ گل گہرِ اشکِ بلبل است ۔۔۔ کے نوبہارِ منتِ دُرِ ثمیں کشد

خوابِ بختِ من نہ خواہد دید روی انقطاع ۔۔۔ رشتۂ آمال صرفِ پردہائی خواب شد

تا بُتِ من شد بہ چمن جلوہ گر ۔۔۔ تارِ رگِ گل شدہ زنّارِ گل

۱۲۹۰ھ ہجری میں بمقام حیدرآباد سفرِ آخرت پیش آیا۔ مرحوم کے فرزند متخلص بہ وؔالا نے یہ تاریخِ رحلت لکھی:

مہدی واصف رجب کی تیسویں ۔۔۔ فضلِ حق سے موردِ رحمت ہوئے
سالِ رحلت اُن کا وؔالا نے کہا ۔۔۔ "آج واصف داخلِ جنت ہوئے"

۱۲۹۰ھ ہجری

عظیم

عظیم تخلص۔ غلام محمدؐ علی نام۔ نواب عظیم جاہ سراج الامرا عمدۃ الملک اسد الدولہ غلام محمدؐ علی خاں بہادر ذو الفقار جنگ خطاب۔ فرزند دویم

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۴۴ھ) مدراس مولد اور ۲۴ محرم ۱۲۱۷ ہجری تاریخ مولود ہے۔

حافظ محمدؒ کی مرحوم سے قرآنِ مجید حفظ کیا۔ عربی اور فارسی مولوی وجیہ اللہ طالب، سراج العلمار مولوی محمد سعید اسلمی اور دیگر اساتذہ سے پڑھی۔

اپنے بڑے بھائی نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب کے عہد دولت میں آپ ہی ریاست کے مدارالمہام تھے اور اپنے بھتیجے نواب غلام محمدؒ غوث خان بہادر کے زمانۂ نابالغی میں ۱۲۴۱ھ سے ۱۲۵۰ھ تک آپ ہی ریاست کے نائب و مختار رہے۔

مؤلف تذکرۂ ہذا کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ اُس کی نانی کے حقیقی چچا تھے (اللّٰہم اغفرہ) صوم و صلواۃ کے پابند، متقی و پرہیز گار تھے علمار و مشائخین سے زیادہ خلوص تھا۔ بیشتر اوقات تفسیر و حدیث کی کتابیں آپ کے مطالعے میں رہتی تھیں۔ بڑے سخی اور علم و ہنر کے بڑے قدردان تھے۔

موزونی طبیعت سے آپ نے صرف یہ کام لیا کہ نعت و منقبت ہی میں شعر کہتے تھے۔

کلام کا اندازہ ذیل کے اشعار سے ہوتا ہے:

در کون و مکاں نیست بجز پرتو نورت ۔۔۔ حق دید ہر آں کس کہ بہ دید است حضورت

اے خواجۂ عالم بہ تو امید عظیم است ۔۔۔ گاہے نہ رسد بر دلِ من ہیچ کدورت

خداوندا نمائی روضۂ او ۔۔۔ کہ بے شک بہتر از عرشِ بریں است

بندۂ بے نظیر ربِّ احد ۔۔۔ نیست در دو جہاں مگر احمد

تابع بود زمانہ واہلش بہ حکم او　　حاکم بر اولیائے کرام است محی دینؒ

۱۴؍ جنوری ۱۸۷۴ء بروز چہار شنبہ تہتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ اپنی والدۂ محترمہ کے مقبرہ واقع کشنا پیٹ میں سپرد خاک کئے گئے۔

احسن

احسنؔ تخلص۔ سید محمد اسحٰق نام۔ شمس العلماء طرازش خان بہادر خطاب۔ فرزند سید محمد قاسم نواز خان بہادر۔ مدراس مولد اور ۱۲۲۹ھ سال ولادت ہے۔

علماء و فضلاء عصر کے فیض سے آپ کا شمار جید علماء میں تھا۔ شیریں سخن خان راقمؔ اور واقفؔ سے مشق سخن کی۔ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظمؔ کے دربار کے زبردست شاعر تھے۔ اور ان ہی کی سرکار سے طرازش خان بہادر خطاب پایا۔ نواب صاحب کی وفات کے بعد برسوں زندہ رہے۔ گورنمنٹ برطانیہ سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ مدراس کے اکثر نامی گرامی علماء کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

مدتوں ہز ہائنس پرنس آف آرکاٹ کے یہاں صدرالمہام اوقاف کے عہدے پر فائز رہے۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے:

ز مژگانِ تیرِ خود رفتہ ام چون آستانت را　　غبار از من بہ خاطر رہ نیابد پاسبانت را

از پئے لستت اشک باری ہا　　بر تو وقف است خیر جاری ہا

امید جان شیریں داشتم احسنؔ نہ دانستم　　بہ کامم زہر ریزد خطِ سبز شکریں لب ہا

خطِ جام است گر در نظرش ہالۂ ماہ | دل مستانہ کہ در جوش و خروش است امشب

داغہا دادہ بہ دل منتظرِ گریہ بود | دانہ افشاندہ غمت ہست بہ باراں محتاج

باید ترا چگونہ زعشقِ مجاز کس | گیرد چساں نشکار ز تصویر باز کس

دہد حلاوتِ دیگر بہ جانِ ما ہر دم | ہزار بار چشیدیم آبِ زمزمِ تیغ

۱۳۱۱ھ ہجری میں اس جہانِ ناپائدار سے عالمِ بقا کا کوچ کیا۔

اکرم

اکرم تخلص۔ محمد ذاکر علی نام۔ معتمد خان بہادر خطاب۔ فرزند مولوی حسن علی ماہلی حسن۔ مدراس مولد اور ۲۸، ربیع الاول ۱۲۴۴ھ تاریخ پیدائش ہے۔

فارسی اور عربی کافیہ تک اپنے والد سے پڑھی۔ والد کے انتقال کے بعد تھوڑے دنوں تعلیم کا سلسلہ بند رہا۔ پھر جناب ابو طیب خان والا کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ لیکن والا نے اپنے تلمیذ رشید نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک سے درخواست کی کہ اکرم کو آپ اپنی شاگردی کا فخر بخشیں نواب صاحب نے اپنے والا مرتبت استاد کے حکم کی تعمیل کی۔ اور اکرم کو تمام درسی کتابیں از سر نو پڑھائیں۔ پھر ان کو بزم مشاعرہ میں داخل کرکے عزت افزائی کی۔ آخر میں مددگار میر مجلس دیوانی مالی بناکر معتمد خاں بہادر کے خطاب سے سرفرازی بخشی۔

اکرم کے فارسی اشعار کا ایک مجموعہ بھی شایع ہو چکا ہے۔

کلام کا یہ رنگ ہے:

از یک نظارہ بر دل لخت لخت ما؛ موج نگاہ او شدہ سیلاب رخت ما

اشک می ریزم ز چشم و آہ سرد می کشم شد عجب آب و ہوا حاصل ازین گلشن مرا

کے تیرہ بخت راثمر از صاف دل رسد گردوں نہ شد سپید ز صابونِ آفتاب

می سزد گر رتبہ ام باشد بہ ہم طرحانِ خویش طبع عالی حاصل از شاگردیِ نوّاب شد

شاید کہ ہست درغمِ او ناتواں ہنوز دارد عصا بہ کف فلک از کہکشاں ہنوز

نوّاب غلام محمدؐ غوث خان بہادر اعظم کے انتقال کے بعد اکرم برسوں زندہ رہے۔ مگر سال وفات معلوم نہ ہوا۔

ثاقب

ثاقب تخلص۔ میر مہدی نام۔ فرزند میر صادق علی حسینی مدراس مولد اور ۱۲۲۳ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ کے اجداد مشہد مقدس کے رہنے والے تھے۔ ان میں سے بعض گلبرگہ شریف میں آکر مقیم ہو گئے۔ ثاقب کے حقیقی دادا سیّد ابراہیم حسینی نواب والا جاہ جنّت آرام گاہ کے زمانۂ حکومت میں مدراس آئے اور یہیں قیام کرلیا۔ ثاقب کے والد تاریخ گوئی میں بڑی شہرت رکھتے تھے اور نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم تھے اور اُن کے چھوٹے بھائی بینش بھی اپنے وقت کے مشاہیر شعرا میں تھے۔

ثاقب نے فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے باپ اور دادا سے پڑھیں۔ اور کتبِ متداولہ دوسرے اساتذہ سے۔ مشق سخن

مولوی واقف اور میر مبارک اللہ خان راغب سے کی۔ فن خطاطی میں بھی آپ کو کمال تھا۔ بارہا حیدر آباد گئے اور ایک مرتبہ وہاں جاکر میر بندہ حسین خان قمر سے مُلّا ظہوری کا دیوان پڑھا۔ مشاعرۂ اعظم قائم ہوا تو ثاقب بھی اُس میں داخل ہوئے۔ نواب اعظم انہیں کچھ ماہوار تنخواہ بھی عطا فرماتے تھے۔

ثاقب خوش مزاج اور نیک خلق تھے۔ گفتگو بہت نرمی سے کرتے تھے۔ ایک دیوان مرتب کرکے اس کو طبع کرایا ہے جو اب نایاب ہے۔ کلام کا یہ ڈھنگ ہے:

تا رفت آں ماہ۔ روز یاری ما — بر فلک رفت شور زاری ما
گل بر شاخ بودہ را ماند — بہ خدنگ تو زخم کاری ما
بہ جواب کسے نہ پردازیم — کوہ شد پیست بردباری ما

در شب ہجرت چو ایں سوز دلم پروانہ دید — از زبان شمع کرد اقرار استادی ما

گر نہ گیرد فیض از کم پایگاں عالی دماغ — بہر نفع سر چرا مالند روغن زیر پا

لیلۃ القدر خریدار شود از چشمش — کہ سیہ روزی من سرمہ فروش است امشب

مانی چو نقش قامت آں نازنیں کشد — بالا رساندہ آہ الف بر زمیں کشد

کف دریوزہ آبرو یم ریخت — ثاقبا داد از ستد باشد

در چمن اے یار شکر خندہ ات — شد نمک بر سینۂ افگار گل

لب آں خوب رو ہر کشتۂ رامی دہد جانے — عجب کز چشمۂ خورشید جو شد آب حیوانے

آپ کے انتقال کا سال دریافت نہ ہو سکا۔

باب دوّم

ریختہ گو دکنی شعراء

فصل اوّل

وہ ریختہ گو دکنی شعراء جن کی ولادت، نشو و نما اور ترقی دکن میں ہوئی

سُلطان محمدؐ قلی قطب شاہ

سلطان محمدؐ قلی قطب شاہ ابن ابراہیم قطب شاہ۔ تاجدار گلکنڈہ۔ گلکنڈہ مولد اور ۹۵۷ھ ہجری سال ولادت ہے۔

۹۸۹ھ ہجری میں سریر آرائے گلکنڈہ ہوئے۔ ابراہیم عادل شاہ والئ بیجاپور کے ہم عصر تھے۔

یہ بادشاہ بڑے علم دوست اور ہنر پرور تھے۔ خود بھی شاعر تھے۔ اور شاعروں کے قدردان بھی۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں قطب شاہ اور ریختہ میں معانی تخلص تھا۔ آپ کا دیوان اصنافِ سخن سے مملو ہے۔ اس کے متعلق صاحب گُل رعنا رقم طراز ہیں کہ:

"اس (محمدؐ قلی قطب شاہ) کا مکمل دیوان نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے اور کتب خانۂ آصفیہ میں اور ایک ضخیم کلیات اصناف سخن سے مملوٗ موجود ہے۔ جو قطب شاہی خاندان کا شاہی نسخہ ہے۔

ان کے کلام کو اس لحاظ سے دیکھو کہ اردو شاعری کا سب سے قدیم ترنمونہ ہے، جو ہم تک پہنچا ہے۔ اس سے پہلے کا کوی شعر کم از کم میری نظر قاصر سے نہیں گزرا۔"

ان ہی دیوانوں سے یہ جواہر ریزے پیش کئے جاتے ہیں۔

پیا ہوں میں حضرت کے ہت آب کوثر توشاہاں اُپر مجھ کلس کر بنایا

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کہ کہتا ہے معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بہ دست

خورشید کہ اُپر سے ہے ابرو ہلال عید اوس ابروان کو سجدہ کیا ہے وصال عید

اکتیس ۳۱ سال حکومت کرکے ۱۰۲۰ھ ہجری میں اس دنیائے فانی سے منہ موڑ لیا۔ ترسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

سلطان محمدؐ قطب شاہ

سلطان محمدؐ قطب شاہ۔ فرزند محمد امین۔ محمدؐ قلی قطب شاہ کے بھتیجے داماد اور جانشین تھے ۱۰۰۱ھ سال ولادت ہے۔

سلطان موصوف کی پرورش و تربیت انھیں کے چچا نے کی اور ۱۰۲۰ھ ہجری میں اپنے چچا کی وفات کے بعد گلکنڈہ کے بادشاہ ہوئے۔

جوان صالح، متقی، فیاض، ذی مروت اور شاعر تھے۔ فارسی میں ظل اللہ اور ریختہ میں قطب شاہ تخلص کرتے تھے۔

آپ کا مکمل دیوان بھی نواب سالار جنگ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

پیا سانولا من ہمارا بھولایا نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

بکرید عید آیا صلوات بر محمدؐ آنند علم اجایا صلوات بر محمدؐ

ان جانے میں جو انی گیا، پند نا سُنا   قرآن اور حدیث سوں ترکیب کر کلام
۱۰۳۵ھ ہجری میں اس دنیاے دنی سے کوچ کیا۔

سُلطان عبداللہ قطب شاہ

سلطان عبد اللہ قطب شاہ بن سلطان محمد قطب شاہ ۱۰۲۳ھ سال ولادت ہے۔ اپنے والد کی جگہ بارہ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھے۔ رونقی نے تاریخ جلوس کہی :

مزین شد جہانے از جلوس شاہ عبداللہ
۱۰۳۵ھ

علم و ہنر کے بڑے قدر دان تھے۔ برہان قاطع، جو فارسی لغت کی بڑی مستند کتاب ہے، اسی بادشاہ کے نام سے تالیف ہوی اور مؤلف کی خوب قدر افزائی کی گئی۔ خود بھی شاعر اور صاحبِ دیوان تھے۔ نمونۂ کلام یہ ہے :

گفتم کہ خال و زلف کیا ہے سو بول مُنجکو   گفتا کہ زلف دامِ ہور خال سو ہے دانہ

اے پری پیکر ترا مکھ آفتاب   دیکھتا ہوں تو سُہے نا مجہ میں تاب

قند اور نبات گلتا ہے اجھوں   دے نہ سک تیرے مٹھے لب کا جواب
(از گل رعنا)

محرم ۱۰۸۳ھ ہجری میں انتقال کیا۔

ولی

ولؔی تخلص۔ ولی اللہ نام۔ شمس الدین لقب۔ اورنگ آباد دکن مولد۔ (تخمیناً) ۱۰۶۹ھ ہجری سال ولادت ہے۔

یہ وہی ولی ہیں جو اب تک اردو کے باوا آدم کہے اور مانے جاتے ہیں۔

ان کے سال ولادت اور مولد کے متعلق بڑا اختلاف ہے۔ آزاد نے انھیں گجرات کا اور میر محمد تقی میرؔ نے اپنے تذکرے میں اورنگ آباد کا باشندہ بتایا ہے۔ مؤلف محبوب الزمن اور احسنؔ مارہروی، مرتبۂ کلیات ولی بھی انھیں اورنگ آبادی ہی قرار دیتے ہیں۔ اِن کے دکنی ہونے اور گجراتی نہ ہونے کے ثبوت میں اِنھیں کا یہ شعر پیش کیا جا سکتا ہے۔

ولی ایران و توران میں ہے مشہور اگرچہ شاعر ملک دکن ہے

یہ بھی صحیح طور پر تحقیق نہیں ہے کہ یہ کس خاندان سے ہیں۔ مصنف آب حیات نے علامہ وجیہ الدین علوی کی نسل سے بتایا ہے۔[۵]

مؤلف محبوب الزمن کا بیان ہے کہ ولی بیس برس کے سن میں تحصیل علم کے لئے گجرات گئے اور مدرسہ احمد آباد گجرات میں ضروری تحصیل کی۔ سنی المذہب تو تھے ہی، چند روز کے بعد نور الدین محمد صدیق سہروردی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر احمد آباد کے ایک بزرگ زادے سید ابوالمعالی کے ہمراہ بزرگانِ دین کی زیارت کے لئے دہلی اور سرہند گئے۔ دہلی میں شاہ سعد اللہ گلشن سے ملے اور اُن کو اپنا کلام سنایا۔ یہ طریقۂ نقشبندیہ کے ایک نامور بزرگ اور بڑے پُرگو شاعر تھے۔ نکات الشعرا میں لکھا ہے کہ ”میاں صاحب فرمود ایں ہمہ مضامین فارسی، کہ بیکار افتادہ اند، در ریختۂ خود بکار بہ بر

۵۔ ”علامۂ وجیہ الدین کا خاندان گجرات میں اپنے فضل و کمال اور فیض رسانی کے لحاظ سے بہت معزز و ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ گجرات پر مغلوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد اچھے اچھے گھرانوں کے لوگ پریشان ہو کر بیجا پور، احمد نگر، برار اور برہان پور چلے گئے۔ ان ہی نقل مکان کرنے والوں میں شاہ اسد اللہ، علامۂ وجیہ الدین کے پوتے بھی تھے، جنھوں نے بیجا پور میں بود و باش اختیار کی تھی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ولی کو علامہ وجیہ الدین کے خاندان سے نسبت تھی تو کیا عجب ہے کہ یہ شاہ اسد اللہ سے کوئی واسطہ رکھتے ہوں۔“ (گل رعنا)

از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت"۔

"گل رعنا" میں لکھا ہے کہ ولی، محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں دہلی آئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں اُن کا جی لگ گیا تھا۔ چنانچہ اُن کا یہ شعر اِس کا شاہد ہے:

دل وَلی کا لے لیا دِلّی نے چھین　　جا کہو کوئی محمد شاہ سوں

آخر اورنگ آباد واپس چلے آئے۔ اور یہاں ۱۱۴۱ھ ہجری میں شہداء کربلا کے حال میں ایک مثنوی "دہ مجلس" لکھی۔ اُس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں:

ہوا ہے ختم جب یو درد کا حال　　تھا گیارہ سو یہ اکتالیسواں سال

کہا ہاتف نے یو تاریخ مقبول　　وَلی کا ہے سخن حق پاس مقبول

مولانا آزاد اور مؤلف گل رعنا لکھتے ہیں کہ وَلی نے تصوف میں ایک رسالہ "نور المعرفت" تصنیف کیا ہے جس میں اُنھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نور الدین محمد صدیقی کے مریدوں کا خاکِ پا اور سعد اللہ گلشن کا شاگرد ہوں۔

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے:

نہ پوچھو عشق میں جوشش و خروشِ دل کی ماہیت
یہ رنگِ ابر دریا بار ہے رومال عاشق کا

خبرداری سے اس معشوق کے کوچے میں جا اے دل
کہ اطراف حرم میں ہے ہمیشہ ڈر حرامی کا

دیکھ کر تجھ نگاہ کی شوخی　　ہوشِ عاشق رمِ غزال ہوا

صنم کے لعل پر وقتِ تکلم　　رگِ یاقوت ہے موجِ تبسم

زندگی جامِ عیش ہے لیکن　　فائدہ کیا اگر مدام نہیں

گناہوں کے سیہ نامے سے کیا غم اس پریشاں کو
جسے وہ زلف دست آویز ہو روز قیامت میں

کیا غم ہے اُس کو گرمیِ خورشید حشر سے
بخت سیاہ جس کے سر اوپر ہے سائباں

اور مجھ پاس کیا ہے دینے کو
دیکھ کر تجھ کو رو ہی دیتا ہوں

غرورِ حسن نے تجھ کو کیا ہے اِس قدر سرکش
کہ خاطر میں نہ لاوے تو اگر تجھ گھر ولی آوے

دل چھوڑ کے یار کیونکہ جاوے
زخمی ہے شکار کیونکہ جاوے

دشمن دیں کا دین دشمن ہے
راہ زن کا چراغ رہزن ہے

کہاں ہے آج یارب! جلوۂ مستانۂ ساقی
کہ دل سے تاب جی سے صبر سر سے ہوش لیجاوے

جلد چل ٹک عشق کی رہ میں کہ تا پہنچے کہیں
کاہلی کو رہ نہ دے سالک! کہ منزل دور ہے

غنیمت بوجھ ملنے کو ولی کے
نگاہِ پاک بازاں کیمیا ہے

ولی ۱۱۵۵ھ ہجری میں بمقام احمد آباد واصل بہ حق ہوئے۔ اور وہیں دریا خان کے گنبد کے سامنے سپرد خاک کئے گئے۔

داؤد

داؤد تخلص۔ مرزا داؤد نام۔ اورنگ آباد مولد۔ سال تولد معلوم نہ ہوا۔

اپنے زمانے کے فضلا اور شعراء کی خدمت میں تعلیم و تربیت پائی۔ آصفی نے لکھا ہے کہ شعر میں ولی کا تتبع کرتے

تھے؛ چنانچہ خود بھی جا بہ جا اس طرف اشارہ کیا ہے۔ مثلاً:

کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعر کو سن کر تجھ طبع میں 'داؤد' ولی کا اثر آیا

ان کا ایک چھوٹا سا دیوان بھی ہے، جس میں تقریباً پانچ سو اشعار ہیں۔ منتخب کلام کا نمونہ یہ ہے:

قانونِ شفا نطق میں ہے یار کے موجود اے دل نہ ہو محتاج طبیباں سے دوا کا

مجھ بزم میں رقیب عبث سرکشی نہ کر شعلہ پڑا ہے شمع پہ مجھ سوزِ آہ کا

دستِ رنگیں کو دیکھ کر تیرے رنگ مہندی چھپا ہے پاتوں پات

مرا احوال چشمِ یار سے پوچھ حقیقت درد کی بیمار سے پوچھ

اے زاہداں! اٹھاؤ جبیں کو زمین سے جو سر نوشت ہے اسے کاں تک مٹاؤ گے

داؤد ۱۱۶۸ھ ہجری میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ لچھمی نراین شفیق نے تاریخ رحلت کہی ہے:

بلبل گلزار معنی طوطیٔ رنگیں بیاں از غم آباد جہاں بگزشت چوں تیر از کماں

مصرعِ تاریخ نوشتن گفت با من ہاتفے گو "برفتہ میرزا داؤد فانی از جہاں"
۱۱۶۸

سراج

سراج تخلص۔ میر سراج الدین نام۔ اورنگ آباد مولد۔ سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

اورنگ آباد کے صحیح النسب سادات میں سے ہیں۔

اور وہیں نشو و نما اور تعلیم و تربیت پائی۔

مصنف گل رعنا کا بیان ہے کہ "میر محمد تقی میر نے نکات الشعراء میں اور میر حسن نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ

سراج سید حمزہ کے شاگرد تھے"۔ مگر اس کی تصدیق اہل دکن نہیں کرتے۔ خود سراج نے فارسی کے دیوانوں کا انتخاب کیا ہے، اس کے دیباچے میں کچھ اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔ اُن میں بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

عالم شباب ہی میں، سراج کی طبیعت میں جذب کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ سات سال تک سر و پا برہنہ حضرت برہانؒ الدین غریب قدس سرہُ العزیز کے روضے کے گرد گشت لگاتے تھے۔ اور مستی کے عالم میں فارسی اشعار کہا کرتے تھے۔ سات برس کے بعد سید عبدالرحمٰن چشتی (متوفی ۱۱۶۱ھ) کے ہاتھ پر طریقۂ چشتیہ میں بیعت کی۔ مدتوں مرشد کی صحبت سے فیض اٹھاتے رہے۔ اپنے پیر بھائی، عبدالرسول خان کی تحریک سے ریختہ کی طرف توجہ کی اور پانچہزار اشعار کا ایک دیوان مرتب کیا۔ اس کے شایع ہوتے ہی دکن میں اُن کی شاعری کا چرچا ہوگیا۔ اور سب نے بالاتفاق تسلیم کیا کہ دکن میں ولی کے بعد سراج کے پایہ کا کوئی شاعر نہیں۔

فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ خوش فکر شاعر تھے۔ شعروں میں درد ہوتا تھا۔ صاحب سلوک اور پاکیزہ مشرب بزرگ تھے۔

آخر عمر میں شعر گوئی ترک کرکے بالکلیہ تزکیہ نفس میں مشغول ہوگئے۔ ہر ہفتہ ایک مجلس سماع منعقد کرتے تھے، اُس میں شہر کے علماء اور مشایخ اور ہر طبقے کے لوگوں کو شرکت کا اذنِ عام تھا۔ اِس مجلس میں اُنھیں کی غزلیں گائی جاتی تھیں۔

ایک انتخاب دیوان شعراء فارسی، ایک دیوان فارسی اور ایک ریختہ آپ کی یادگار ہیں۔ دونوں زبانوں کے کلام کا انتخاب ذیل میں درج ہے:

کلام فارسی:

گُل بے رنگ حقیقت کہ بہ دامانم بود ‏ ‏ ہمچو اشکِ ز مژہ خویش چکیدہ دیدم

نمازِ عشق ادا کردنی است عاشق را ‏ ‏ خوشم کہ دست زجان شستم و وضو کردم

آتشے دردلِ واسوختہ افتاد سراج ‏ ‏ باز سیماب زخاکستر اکسیر چکید

کلام ریختہ:

ڈورے نہیں ہیں سُرخ تری چشم مست کے ‏ ‏ شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا

نہیں ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانا ‏ ‏ کہاں سراج، کہاں آفتابِ عالم تاب!

مجھ نگینِ داغِ دل پر نقش ہے حرفِ وفا ‏ ‏ عشق کی اُمت میں ہوں، مُہرِ نبوت کی قسم

نہ پوچھو خود بہ خود کرتا ہوں تعریف اسکی قامت کی ‏ ‏ کہ یہ مضمون مجھ کو عالمِ بالا سے آتے ہیں

یاد رکھ اے دلِ خوں گشتہ کہ جوں تکمۂ لعل ‏ ‏ جامہ زیبوں کے گریباں کا گلوگیر نہ ہو

خبرِ تحیرِ عشق سُن نہ جنوں رہا نہ پری رہی ‏ ‏ نہ تو تُو رہا، نہ تو میں رہا جو رہی سو بیخبری رہی

شہِ بیخودی نے عطا کیا مجھے اب لباسِ برہنگی ‏ ‏ نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی

چلی سمتِ غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا ‏ ‏ مگر ایک شاخِ نہالِ غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

ترے جوشِ حیرتِ حسن کا اثر اس قدر سے یہاں ہوا ‏ ‏ کہ نہ آئینے میں جلا رہی، نہ پری میں جلوہ گری رہی

کیا خاک آتشِ عشق نے دلِ بے نوائے سراج کو ‏ ‏ نہ خطر رہا، نہ حذر رہا، جو رہی سو بیخطری رہی

روز جمعہ ۴ر شوال ۱۱۷۷ھ ہجری کو سراج جادہ پیمائے عالمِ بقا ہوئے۔

میر اولاد محمدؒ ذکاؔ نے یہ تاریخ کہی:

چراغ دودۂ آلِ عبا سراج الدین | کہ بود روشن ازو محفلِ سخن دانی
نمود چارم شوال و صبح آدینہ | بہ شمع انجمن عمر دامن افشانی
ز تیرہ بزمِ جہانِ فنا بہ دارِ بقا | فروغ ناصیۂ خویش کرد ارزانی
کشید شعلۂ تاریخ سر ز طبع ذکا | سراج بزم ارم را نمودہ نورانی
۱۱۷۷ھ

ہاشمی

ہاشمی تخلص۔ شاہ ہاشم نام۔ بیجاپوری الاصل۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہوئی۔

مادر زاد نابینا اور علی عادل شاہ والی بیجاپور (۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ ہجری) کے زمانے کے شاعر تھے۔ ان کی ذکاوت و ذہانت مشہور تھی۔ ہندی میں شعر کہتے تھے۔ کلام میں اثر، رنگینی اور شگفتگی ہوتی تھی۔ قصۂ یوسف و زلیخا انھوں نے دکنی زبان میں منظوم کیا ہے۔ بہت خوب اور مشہور ہے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

رضا گر مجھ کو دیتے ہو کروں گی گھر میں جا دارو | اگر مجھ ہودیگی فرصت صبح پھر آؤنگی چھوڑو
اگر کوئی آکے دیکھیگا تو دل میں کیا کہیگا وہ | مجھے بدنام کیا کرتے ابھی میں جاؤنگی چھوڑو

۱۱۹۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ لیکن محبوب الزمن میں لکھا ہے کہ "ہاشمی علی عادل شاہ والی بیجاپور کے عہد کے شاعر تھے۔" چونکہ بادشاہ موصوف نے ۹۸۸ھ میں انتقال کیا۔ اس لئے یہ سال رحلت ۱۱۹۰ھ غلط معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ۹۹۰ھ ہجری ہو۔

فتوّت

فتوّت تخلص۔ خواجہ عنایت اللہ نام۔ فرزند نواب لشکر جنگ۔ اورنگ آباد مولد۔ سال ولادت نہ معلوم ہوا۔

اپنے زمانہ کے علماء سے عربی اور فارسی تحصیل کی۔ شاعری اور انشا پردازی میں بھی کمال پیدا کیا۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اس فن میں سیّد سراج اورنگ آبادی کے شاگرد تھے۔

فارسی کلام ملاحظہ ہو:

آتشِ ہجر تو اے ظالم نفس در سینہ سوخت　　دل بہ یادِ اختلاط و اُنست دیرینہ سوخت

کراماتِ نگاہِ مست او از چشمِ خود دیدم　　ہمیشہ بوئے مے می آید از خاکِ شہید انش

اردو اشعار کا نمونہ یہ ہے:

کھلے ہیں داغ سب دل کے گلستاں اسکو کہتے ہیں　　مر اٹکڑے ہو اسینہ خیاباں اسکو کہتے ہیں

بزم سے شعلہ صفت گر وہ زرہ پوش اُٹھے　　دل سوزاں سے مرے آہِ شرر جوش اُٹھے

دور میں اس ساقی کیفی کے مے نوشوں میں ہم　　مدّتیں گزریں کہ ہیں مشہور مدہوشوں میں ہم
یہ سبک روحی تجھے معلوم ہے بادِ صبا　　خاک پر جوں نقشِ پا ہیں خانہ بر دوشوں میں ہم
باغ میں جا خوب روئے تاک کے سائے تلے　　دل کو آخر گم کئے انگور کے خوشوں میں ہم

اُس لبِ لعل کا گر عکس پڑے آنکھوں میں　　دانۂ اشک مرا جوں گلِ مرجاں پھولے

یہ نہ معلوم ہوا کہ فتوت نے کب انتقال کیا۔

فصلِ دوم

وہ شعرا جو مختلف شہروں سے دکن میں آئے اور یہیں کے ہو رہے

مِنّت

مِنّت تخلص۔ میر قمّر الدین نام۔ قصبۂ سونی پت (از مضافات دہلی) مولد۔ سال ولادت (تخمیناً)[1] سنہ ۱۱۵۹ ہجری ہے۔

مِنّت نے دہلی میں نشو و نما پائی۔ تحصیل علم کے بعد حضرت مولانا فخر الدین اورنگ آبادی ثم الدہلوی قدس سرہٗ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ دہلی میں جب تک رہے سنی المذہب تھے۔ لکھنؤ جاکر شیعہ ہو گئے۔ اور امرائے لکھنؤ کی مدح میں قصائد کہہ کر بیش بہا عطیّات پائے۔ پھر کلکتے گئے۔ گورنر جنرل کی تعریف میں قصیدہ پیش کیا اور ملک الشعراء کا خطاب پایا۔

سنہ ۱۲۰۰ ہجری میں حیدر آباد آئے۔ حضور نظام علی خان والی حیدر آباد دکن (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ہجری) کے حضور میں قصیدہ پیش کیا۔ اس کے صلے میں دس ہزار روپیہ کا گراں قدر عطیہ' جو نقد و جنس پر مشتمل تھا' اور دو سو روپیہ ماہوار کا منصب عطا ہوا

پھر ایک طویل سیر و سفر کے بعد دوبارہ لکھنؤ پہنچے اور راجہ ٹکیت رائے کے مصاحب ہو گئے۔ چند روز کے بعد پھر کسی کام سے کلکتے گئے۔ وہیں سنہ ۱۲۰۸ ہجری میں انتقال کیا۔ اُس وقت اُن کی عمر اُنچاس سال کی تھی۔ یہ روایت کہ اُنھوں نے لکھنؤ میں

---

[1] مؤلف گلشن بے خار نے لکھا ہے کہ انتقال کے وقت منت کی عمر انچاس سال کی تھی۔ مؤلف محبوب الزمن کہتے ہیں کہ اُن کا انتقال سنہ ۱۲۰۸ ہجری میں ہوا۔ اس حساب سے انکا سال ولادت سنہ ۱۱۵۹ ٹھیرتا ہے۔

وفات پائی بالکل غلط ہے:
انھوں نے ذیل کے اشعار میں اپنی تصنیفات کی تعداد بتائی ہے:

دریں عمر دہ مثنوی گفتہ ام — بہ آئین و طرز نوی گفتہ ام
چو اشعار من در عددی رسد — شمار قصائد بہ صدی رسد
بود شعر من در غزل سی ہزار — ز یا نصد رباعی گرفتم شمار

فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ نثر میں ایک کتاب بنام شکرستان، سعدیؒ کی گلستان کی طرز پر لکھی ہے۔ کبھی کبھی ریختہ میں بھی فکر فرماتے تھے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

اِس آنے کا کیا لطف ہے پیارے — ہر دم جو کہو کہ جائینگے ہم

گر اُس لبِ جاں بخش کی میں بات سناؤں — عیسےٰ بھی جو کچھ بولے تو صلوات سناؤں

قدم رکھ گیا کون سینہ پر اپنے — گلِ داغ میں آج منہدی کی بو ہے

مِنّت ایسے کو دل دیا تو نے — اے مری جان! کیا کیا تو نے

مدّعی اُس سے سخن ساز بہ سالوسی ہے — پھر تمنّا کو یہاں مژدۂ پابوسی ہے

بیان

بیاںؔ تخلص۔ خواجہ احسن اللہ نام۔ دہلی مولد۔ والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

بیان نے مرزا جان جاناں علیہ الرحمہ سے تعلیم پائی اور آپ ہی سے مشق سخن کی۔ حضرت مولانا فخر الدین اورنگ آبادی ثم الدہلوی قدّس سرّہ العزیز کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی فرماں روائے دکن (۱۱۷۵ تا ۱۲۱۸ ہجری) کے عہد ریاست میں حیدر آباد آ گئے اور اپنی عمر کا آخری حصہ اِن ہی کی سرکار میں بڑی عزت سے گزار دیا۔

نیک خلقی، خوش طبعی اور پاک سیرتی کی وجہ سے ہر دل عزیز تھے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

کوئی کسی کا بیاں آشنا نہیں دیکھا　　سوا اُس کے اِن آنکھوں نے کیا نہیں دیکھا

مصلحت ترکِ عشق ہے ناصح　　لیک ہم سے ہو نہیں سکتا

خانماں کچھ ہم بھی رکھتے تھے کبھو لیکن بیاں　　اب یہی در ہے یہی گھر خانۂ اُلفت خراب

کہتا نہیں میں عرش پر اے نالہ جا پہنچ　　کانوں تلک تو اُس کے تو اے نارسا پہنچ

ہم سرگزشت کیا کہیں اپنی کہ مثلِ خار　　پامال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر

صاف مُنہ پر میں نہیں کہتا کہ ہو گا اُس کے پاس
ورنہ کیا واقف نہیں میں دل مرا ہے جس کے پاس

رسوا ابھی سے کرتی ہے اے چشمِ تر مجھے　　آنا ہے اُس کی بزم میں بار دگر مجھے
آیا ہوں اُس گلی سے ابھی دم نہیں لیا　　پھر لے چلا ہے یہ دلِ وحشی اُدھر مجھے

ہزاروں قصرِ جنّت کے برابر میں سمجھتا ہوں　　اگر گردون دوں آسودہ زیرِ خاک رہنے دے
فرشتوں کی عبادت کا مصلّی ہے مرا دامن　　اگر آلودگی دنیا کی اُس کو پاک رہنے دے

شبِ فراق کی دہشت سے جان جاتی ہے　　یہی ہے صبح سے دھڑکا کہ رات آتی ہے

۱۲۱۳ھ ہجری میں بمقام حیدر آباد دکن انتقال کیا۔ اُن کے شاگرد رائے گلاب چند نے تاریخ رحلت کہی "استاد از جہان رفت"

لطف

لطف تخلص۔ مرزا علی خاں نام۔ سال ولادت اور دیگر حالات معلوم نہ ہوئے۔

ان کے اسلاف کا وطن استر آباد تھا۔ وہاں سے ہندوستان آئے اور دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ لطف کی نشو و نما دہلی ہی میں ہوی اپنے زمانے کے علماء سے تحصیل علم کی، فاضل یکتا اور شاعر غرّا ہوئے۔

دہلی سے بنگالہ گئے۔ وہاں سے نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ) کے عہد دولت میں حیدر آباد پہنچے۔ نوّاب موصوف اور اعظم الامراء دیوان دکن کی مدح میں قصائد پیش کئے۔ چار سو روپیہ ماہوار منصب اور ایک پالکی کے عطیہ سے سرفراز ہوئے۔ اعظم الامراء نے بھی بڑی قدر افزائی کی۔ جب میر عالم وزیر ہوئے تو انھوں نے از راہِ قدر دانی لطف کو اپنی مصاحبت میں رکھ لیا۔

سنا گیا ہے کہ لطف نے ریختہ گو شعرا کا ایک تذکرہ بھی لکھا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کا نام تک نہ معلوم ہوا۔

کلام کا یہ انداز ہے:

نہ پہنچی ضعف سے لب تک دعا ہی ورنہ سدا — درِ قبول تو اس آرزو میں باز رہا

جو عمر خضر ہو شاید تو وصل ہووے نصیب — یہ زندگی جو تھی اس میں تو امتحان رہا

ساقی لگادے خُم مرے مُنہ سے کہ بار بار — احسان کون کھینچے سبو اور ایاغ کا

کیا کم ہے سلطنت سے سگ کوی یار اگر — قانع ہو استخواں پہ ہمارے ہما کی طرح

ہے یہ بھی نئی چھیڑ، شب وصل میں دلدار
پوچھے ہے وہ کتنی رہی شب کچھ نہیں معلوم

لطف نے ۱۲۴۳ھ ہجری میں انتقال کیا۔

نصیر

نصیر تخلص۔ نصیر الدین نام۔ فرزند شاہ غریب دہلی وطن۔ سال ولادت معلوم نہ ہو سکا۔

آپ کے والد صوفی مشرب، گوشہ نشین تھے۔ درویشی کے باوجود امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ نصیر نے اپنے والد ہی کے سائے میں ناز و نعمت سے پرورش اور اپنے زمانے کے اساتذہ سے ضروری تعلیم پائی۔ حالانکہ تمام درسی کتابیں بھی ختم نہ کی تھیں، مگر فن شاعری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ شاہ محمدی مائل سے تلمذ تھا۔ مگر آزاد کا بیان ہے کہ آپ نے شیخ قیام الدین قائم سے مشق سخن کی تھی۔ میر حسن کا قول ہے کہ شاہ قدرت اللہ کو کلام دکھاتے تھے۔ گلشن بیخار میں بھی ان کو قدرت ہی کا شاگرد لکھا ہے۔ دہلی کی تباہی کے بعد نصیر مرشد آباد جاکر وہیں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ممکن ہے کہ ابتدا میں شاہ محمدی مائل اور شیخ قیام الدین قائم سے اصلاح لی ہو۔ اور مرشد آباد میں سکونت کے بعد شاہ قدرت اللہ کے شاگرد ہو گئے ہوں۔

دہلی سے ایک مرتبہ لکھنؤ اور تین بار حیدر آباد گئے اور وہاں سے دہلی آ گئے۔ چوتھی مرتبہ مہاراجہ چندو لال[1] بہادر دیوان

---

[1] مہاراجہ چندو لال کا خطاب "راجہ راجایان مہاراجہ بہادر" تھا۔ آپ قوم کے کھتری تھے۔ آباد و اجداد کا وطن پنجاب تھا۔ آپ کے پردادا کا نام مول چند تھا۔ یہ نواب آصف جاہ اول کے ساتھ حیدر آباد گئے تھے۔ آصف جاہ اول نے ان کو کروڑگیری کے محکمہ کا افسر اعلیٰ مقرر فرمایا تھا۔ ان کے فرزند لچھمی رام اور پھر ان کے فرزند نانک رام اسی خدمت پر مقرر ہوتے چلے آئے۔ یہی نانک رام مہاراجہ چندولال کے چچا ہیں۔ انہی نے مہاراجہ کے والد کے انتقال کے بعد پرورش کیا۔ اور اچھی تعلیم دلوائی۔ نانک رام کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے لکھپت رای موروثی عہدے پر مقرر ہوئے (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

دکن نے سات ہزار روپیہ زادِ راہ کا خرچ بھیجکر آپ کو دہلی سے حیدر آباد بلوالیا اور پچیس روپیہ یومیہ (ساڑھے سات سو روپیہ ماہوار) مقرر فرمایا۔ بلدۂ حیدر آباد میں امرا و عاید سلطنت آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ وہاں کے بہت سے شعرا نے آپ کی شاگردی کا فخر حاصل کیا۔

آپ آخر عمر تک حیدر آباد ہی میں مقیم رہے۔ آپ کی ذات میں بہت سی خوبیاں جمع تھیں۔ شعروں میں اکثر سنگلاخ زمین اختیار کرتے تھے۔ دقیق الفاظ کو اِس سلاست کے ساتھ باندھتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ بدیہ گوئی اور حاضر جوابی میں کمال حاصل تھا۔ مشاعرے میں بہت بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ کلام کا یہ نمونہ ہے:

زیبِ تن گو جو ہے گل پیرہنِ سُرخ ترا — لیکن انجام یہ ہو گا کفن سُرخ ترا
ہے مری آہ یہاں نخلِ گلستانِ خلیل — رخ گلنار وہاں ہے چمنِ سُرخ ترا
سچ بتا تو مجھے سو فار خدنگِ قاتل — لُہو کس کس کا پیے گا دہنِ سُرخ ترا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دو ہی برس کے بعد وہ سورگ باش ہوئے تو مہاراجہ چندو لال کو یہ خدمت ملی۔ مہاراجہ اچھی تعلیم یافتہ، ذہین، فہیم، محنتی، جفاکش، اپنی سرکار کے بہی خواہ، سرکاری کام میں حزم و احتیاط برتنے والے تھے اور ہر جزوی و کلی کام کو بذات خود کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی کارکردگی سے دربار آصف جاہی میں رسوخ و نفوذ پیدا کرلیا۔ سنہ ۱۲۱۳ ہجری میں کڑپہ وغیرہ ممالک مفتوحہ کا انتظام ان کو سپرد ہوا اور خطاب راجہ بہادر عطا ہوا۔ سنہ ۱۲۱۹ ہجری میں پیشکاری جیسے عہدۂ جلیلہ پر ترقی کی۔ اس زمانے میں نواب منیر الملک وزیر تھے۔ ان کی وجہ سے سارا انتظام ملکی و مالی مہاراجہ کے ہاتھ میں آگیا۔ سنہ ۱۲۲۵ھ میں مہاراجہ بہادر کا خطاب، ہفت ہزاری منصب، نوبت، گھڑیال، جواہر گراں بہا اور جاگیر سے سرفرازی پائی۔ سنہ ۱۲۴۵ ہجری میں راجہ راجایاں کا خطاب ملا۔ اگرچہ عہدہ وہی پیشکاری کا رہا۔ مگر وزارت اور دیوانی کے تمام کام پر ان ہی کا قبضہ تھا۔ نواب منیر الملک صرف برائے نام خطاب و جاگیر رکھتے تھے۔

مہاراجہ کی داد و دہش اتنی زبان زد عام ہے کہ اس کے لکھنے کی چنداں حاجت نہیں۔ انتہا ہے کہ شمالی ہندوستان میں حیدر آباد چندو لال کا کہلاتا ہے کم و بیش پچاس سال تک پیشکاری کرنے کے بعد سنہ ۱۲۶۰ ہجری میں مستعفی ہو کے اور سنہ ۱۲۶۱ھ میں بیاسی برس کی عمر پاکر انتقال کیا۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں طبع آزمائی کرتے تھے اور شاداں تخلص تھا۔
(ماخوذ از گل رعنا)

سقفِ فلکِ کہنہ میں کیا خاک لگاؤں　　اے ضعفِ دل! اس آہ کا تھم اُٹھ نہیں سکتا
دل پر ہے مرے خیمۂ ہر آبلہ اِستادہ　　کیا کیجیے کہ یہ لشکرِ غم اُٹھ نہیں سکتا
ہر جا متجلّی ہے وہی پردۂ غفلت　　اے معتکفِ دیر و حرم اُٹھ نہیں سکتا

نکلی تھی دمِ تیشہ زنی سنگ سے آواز　　فرہاد یہ دشمن ہے تری جان کا لوہا

قدم نہ رکھ مری چشمِ پُرآب کے گھر میں　　بھرا ہے نوح کا طوفاں حباب کے گھر میں

دیکھ لیتی جو اُٹھا کر ترے کیا ٹوٹتے ہاتھ　　لیلیٰ ایسا تو نہ تھا پردۂ محمل بھاری

دل کا کیا مول بھلا زلف چلیپا ٹھیرے　　تیری کچھ گانٹھ گرہ میں ہو تو سودا ٹھیرے
جنبشِ لب پہ قیامت ہے کہ جی اٹھے ہم　　آج اک بات میں تم رشکِ مسیحا ٹھیرے

سنہ ۱۲۵۴ ہجری میں اس جہانِ فانی کو الوداع کہا۔ حضرت شاہ موسیٰ قادری رحمہ اللہ کے روضے میں، جو حیدر آباد دکن کے نامور مشایخ میں سے تھے، سپردِ خاک ہوئے۔ آپ کے ایک شاگرد نے "چراغِ گل" (۱۲۵۴) سے تاریخِ رحلت نکالی۔

مسرّت

مسرّت تخلص۔ شیخ وزیر علی نام۔ باشندۂ دہلی۔ سالِ ولادت معلوم نہ ہوا۔

شاعری میں عزت اللہ خاں عشق سے تلمذ تھا۔

سنہ ۱۲۲۹ ہجری میں حیدر آباد گئے۔ چند سال وہیں مقیم رہے مہاراجہ چندو لال نے ان کے نام دو روپیہ روزانہ مقرر کر دیا تھا۔

یہ شعر انہی کا ہے:

اگرچہ روتے روتے کھوئیں آنکھیں ۔ نہ رکھا دیدۂ خوں بار پر ہاتھ

۱۲۵۶ھ ہجری میں عالم بقا کی راہ لی۔

عزلت

عزلت تخلص۔ میر عبدالعلی نام۔ فرزند سیّد سعد اللہ سلونی۔ وطن قصبۂ سلون ملک اودھ سال پیدائش معلوم نہ ہوا۔

آپ شاہ پیر محمدؒ سلونی کے نواسے اور خود عالم جیّد اور فاضل متبحّر تھے۔

ابتدا میں اپنے والد سے تعلیم پائی۔ بڑے ذہین اور طبّاع تھے بہت جلد استعداد کامل پیدا کرلی۔ موسیقی اور مصوری میں بھی کمال پیدا کیا۔ بڑے ہوئے تو وطن سے حج کے لئے نکلے اِس فریضے سے فارغ ہوکر سورت آئے اور وہیں مقیم ہوگئے۔

پہلے فارسی کہتے تھے، بعد کو ریختہ کی طرف توجہ کی اور اُس میں ایسی ترقّی کی کہ اُستاد مانے جانے لگے۔ ۱۱۶۴ھ ہجری میں دہلی گئے۔ سراج الدین علی خان آرزو اور میر محمدؒ تقی میرؔ سے ملے۔ میر صاحب نے اُن کے متعلق نکات الشعراء میں یہ رائے ظاہر کی ہے:

"نسبتے تمام بہ سخن دارند۔ از اسالیبِ کلام شاں واضح می گردد کہ بہرۂ بسیارے از دردمندی دارند۔"

دہلی سے مرشد آباد کا رُخ کیا۔ تھوڑی مدّت کے بعد دکن گئے اور اورنگ آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ نواب ناصر جنگ نظام الدولہ کا زمانہ تھا۔ انھوں نے از راہ قدر دانی تنخواہ مقرر کردی۔ اُن کی شہادت کے بعد حیدر آباد چلے آئے۔ نواب صلابت جنگ آصف الدولہ نے جاگیر میں دو گاؤں عطا فرمائے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:

جلایا مصحفِ دل تو نے کیوں برقِ تغافل سے ۔ جو سچ بولوں تجھے جھوٹی قسم کھانے کی کام آتا

سیہ روزی میں میری قدر کو احباب کیا جانیں　　اندھیری رات میں کس کو کوئی پہچانیگا

بجز رفاقتِ تنہائی آسرا نہ رہا۔　　سوائے بے کسی اب اور آشنا نہ رہا

سدھارے گل کہاں، سونے پڑے ہیں گلستاں اپنے
گئی ہیں بلبلیں کیدھر جلا کر آشیاں اپنے

خاطرِ یاراں میں ہے ہم خاکساروں کا غبار　　صاف ہے شکوہ دلوں میں کیا محبت خاک ہے

اے بلبل اتنی رو کے دعا ہر سحر تو مانگ　　حق تیری آہ سرد چمن کی صبا کرے

سنہ ۱۸۹ ہجری میں انتقال کیا۔ حیدر آباد میں میر مومن کے دائرے میں دفن ہوئے۔

کرم

کرم تخلص۔ شیخ غلام ضامن نام۔ قصبہ کوتانہ ضلع میرٹھ وطن۔ والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔
حصولِ علم وغیرہ کے لئے کچھ دنوں دہلی میں مقیم رہے۔ پھر حیدرآباد چلے گئے اور برسوں یہاں سکونت پذیر رہے۔ اُن کا شمار بڑے شعرا میں تھا۔ پیرانہ سالی کے باوجود طبیعت میں شگفتگی اور ظرافت تھی۔ حکیم مومن خان دہلوی کے شاگرد تھے۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اشعار کا نمونہ یہ ہے:
تیر ناخوردہ شمار شک سے کیا کیا تڑپا　　استخوانوں میں مرے دیکھ کے پیکاں تیرا

ہاتھ ہو ویگا مرا اور ترا داماں ہوگا　　چاک جب صبح قیامت کا گریباں ہوگا

نسبت ہے میرے داغ سے کیا گُل کو عندلیب — گو آہِ سرد و بادِ سحر دونوں ایک ہیں
روزِ شمار جانِ شبِ ہجر کو کرمؔ، — نے شام اُسے، نہ اس کو سحر دونوں ایک ہیں

اے طفلِ اشک! دیکھ کے برباد کیجیو — ہر پارۂ جگر ورقِ انتخاب ہے

اُس کو شہرت کی تمنّا مجھے رسوائی کی — ہر کوئی آرزوئے نشو و نما رکھتا ہے

گھبرا کے لگے دیکھنے وہ اپنے بنا گوش — جب اشک مری آنکھوں کے دُردانہ سی نکلا

افسوس ہے کہ کرمؔ کی تاریخ وفات نہ معلوم ہوئی۔

ممتاز

ممتازؔ تخلص۔ فضل علی نام۔ والد کا نام اور سالِ ولادت معلوم نہوا آپ دہلی کے شیخ زادوں میں سے تھے وہیں پیدا ہوئے اور نشو و نما پائی۔

پہلے قرآنِ مجید حفظ کیا۔ حصولِ تعلیم کے بعد مرزا رفیع سوداؔ سے مشقِ سخن کی اور بڑے شاعر ہوئے۔ آخر عمر میں دکن گئے تھے۔ تذکرۂ میر حسن سے اتنا ہی پتہ چلتا ہے۔ ایک مثنوی لاٹھی نامہ بھی لکھی تھی۔ جس کے چند اشعار بطور نمونہ یہ ہیں:

ہوتی ہے دنیا میں جو کچھ تحفہ چیز — سب سے ہے ممتاز کو لاٹھی عزیز
کوچ و مقام اس کا ہے سب اپنے ہاتھ — جب کہیں چلئے، تو ہے بے عذر ساتھ
ہاتھ میں رکھتے ہیں اسے ہوشمند — ڈرتے ہیں سب اس سے درند اور گزند
اتنا کم آزاد اور ایسا شفیق، — اور بھی کوئی ہے کسی کا رفیق
چوب نہیں، دل بر خوش خو ہے وہ — یار ہے وہ، قوّتِ بازو ہے وہ
اس کے گھرانے پہ جو کیجیے خیال — چھوٹے بڑے جتنے ہیں سب ذی کمال
کوئی تو ہے خامۂ معجز طراز — کوئی ستم گر ہے نے نغمہ ساز

کوئی تو ہے ہمسر تیغ و قلم
تاہم بزرگاں، بہ بزرگی علم
اس کے گھرانے کو بڑائی قدیم
دال ہے اعجاز عصائے کلیم،

غزلیات کا نمونہ یہ اشعار ہیں :

ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا
ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا

ڈروں میں کس لئے رنجش سے پیار میں کیا تھا
ہیں اب خزاں کو جو روؤں بہار میں کیا تھا
جفا سے یار نے کس طرح کر دیا مایوس
اور اپنی خاطر امیدوار میں کیا تھا
ترے ہی واسطے آئے عدم سے ہم یاں تک
وگرنہ ہستی ناپائدار میں کیا تھا

بال و پر توڑ کے جب تو نے قفس کو سونپا
وہیں آخر ہوئی صیاد رہائی کی ہوس
طالب وصل بتاں پھر بھی ہوا ہے ممتاز
دل میں باقی ہے کچھ اک داغ جدائی کی ہوس

ہمارے رونے میں دل سے بخار اٹھتا ہے
کہ جیسے پانی کے چھڑکے غبار اٹھتا ہے
ہے ان دنوں دل نالاں فرنگ کا گھڑیال
رہے رہے کبھی آپ ہی پکار اٹھتا ہے

عشق میں عرض تمنا مانع دیدار ہے
میرا ہی دست دعا منہ پر مرے دیوار ہے
دل کے لے جانے سے کچھ خاطر پر اپنے تو نہ لا
چپ تو رہ ممتاز پھر دیویگا آخر یار ہے

یاد اس شوخ کی اس دل میں بھری رہتی ہے
لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں پری رہتی ہے
مت ہنر پر تو ہو نازاں مد محبت ہے شرط
قابلیت جو ہے ممتاز، دھری رہتی ہے

بے نیازی عشق کی وہ کچھ تمھارا ناز یہ
اس کا کیا انجام ہوگا، جس کا ہے آغاز یہ

فصل سوم

وہ ریختہ گو شعرا جو مدراس میں پیدا ہوئے

نصرتی

نصرتی تخلص۔ محمد نصرت نام۔ کرناٹک مولد۔ سال ولادت معلوم نہیں۔

صاحب محبوب الزمن نے لکھا ہے کہ نصرتی حاکم کرناٹک کے عزیزوں میں سے تھے، لیکن انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ کس حاکم کے عزیز تھے اور کیا رشتہ تھا۔ اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ سنی المذہب اور حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمہ اللہ کے خاندان کے کسی بزرگ کے مریدوں سے تھے۔ متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ امرا کی مدح سے جو فتوحات انھیں حاصل ہوتیں اُن ہی سے اپنے ذاتی مصارف چلاتے۔ طبیعت میں داد و دہش بہت تھی۔ جو کچھ ملتا آدھا غریبوں اور فقیروں پر خرچ کردیتے تھے۔

مدّت تک کرناٹک میں مقیم رہے۔ پھر دکن کی سیر کرتے ہوئے بیجاپور پہنچے۔ علی عادل شاہ کا عہد تھا۔ بادشاہ نے اُن کے نام بھاری منصب جاری فرمادیا۔

گل رعنا میں لکھا ہے کہ زبیری نے "بساتین السلاطین" بیجاپور میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرتی کی تصانیف میں گلشن عشق ایک مثنوی ہے، جس میں "منوہر کنور"

اور "مدمالتی" کے عشق کا قصہ نظم کیا ہے۔ دوسری کتاب شاہ نامۂ فردوسی کا ہندی جواب علی نامہ ہے، جس کو انھوں نے ۱۰۷۶ھ میں تصنیف کیا تھا۔ اس میں علی عادل شاہ کی فتوحات اور اُن کے کارنامے نظم کیے ہیں۔ تیسرا مجموعۂ قصائد اور چوتھا دیوان ہے۔

علی نامہ بڑے پائے کی کتاب ہے۔ جس زمانے میں لکھی گئی ہے۔ اُن دنوں اس کا بڑا چرچا اور رواج تھا۔ مگر آج کل اہل دکن بھی اسے دقیق سمجھتے ہیں۔ اسی کتاب پر بادشاہ نے نصرتی کو خلعت اور ملک الشعرا کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ دکن کے ہندی گو شعرا میں صرف یہی ایک ملک الشعرا ہوے ہیں۔

نصرتی کے کلام میں مضمون آفرینی کے ساتھ فصاحت اور شیرینی بہت ہے۔ علی نامہ کا یہ انداز ہے:

حمد

دھنی تو تجھ ہے مسجد و دیر کا — نہیں ہے کوئی صلح ہور بیر کا
ترا دھیان دائم دھرے دل میں پور — جتا جن و انسان وحشی و طیور
کتی کہہ سکے حمد کوئی بے شمار — کہ دریا کوئی تیر جاتا ہے پار

منقبت

زہے بیشۂ لامکاں کا دلیر — علیؑ ولی او خدا کا ہے شیر
محبّاں کے دل میں ترا حب یقیں — جنم جگ ہے ایماں کوں حصن حصیں
تو اک کوٹ ہے برج جس کے تمام — او بارہ اماماں علیہ السلام،

مدح علی عادل شاہ

قلم آج جو مجھ جہاں گیر ہے — صفت شہ کی لکھنے کی تاثیر ہے
ہر اک دیپ تجھ دیپ آنا ضرور — کہ سب ملک اندھارا دکن پر ہے نور
ترا چتر خورشید کا سائباں — منگے تجھ علم کا پناہ آسماں

مذمت طمع

طمع اہل عزت کوں کرتی ہے خوار — کرے جگ میں بے قول و بے اعتبار

طمع نام و ناموس کا کال ہے — طمع جیوں کو سکہ کے بھونچال ہے
طمع بخت سے چھین ہو ندا کرے — طمع ساؤ کو نت کلوندا کرے

خاتمۂ کتاب

سخن کا بڑا قدر ہے شہ کے پاس — کہ جو ہر پرکتا ہے جوہر شناس
کتا ہوں سخن مختصر بے گمان — کہ یو شاہ نامہ دکن کا ہے جان

نصرتی کے اشعار کا یہ رنگ ہے:

ناداں سے نصیحت کے بچن بول نکو — پانی منے کھاری تو شکر گھول نکو
تجھ عشق کے دریا منے جن تیر گیا ہے — وہ گوہر مقصود کماں کر سولیا ہے

ملک الشعرا نصرتی نے ۱۰۹۵ھ ہجری میں کارکنان قضا کو اپنی جان سونپ دی۔

ممتاز

ممتاز تخلص۔ غلام حسین نام۔ عمدۃ الامراء معین الملک اسدالدولہ حسین علی خان بہادر ذوالفقار جنگ سپہ سردار خطاب۔ فرزند نواب والا جاہ فرماں روائے کرناٹک۔ مدراس مولد۔ محرم ۱۱۶۱ھ ہجری (مطابق ۱۷۴۸ء) سال ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ (۱۱۶۴ھ تا ۱۲۱۰ھ ہجری) کے خلف اکبر تھے درسی کتابیں اساتذۂ سرکاری سے ختم کیں۔ طبیعت بہت موزوں پائی تھی۔ اردو میں شعر کہتے تھے۔

عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ دہلی کی پیشگاہ سے خطابات مذکورۂ بالا کے علاوہ منصب ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار و خلعت فاخرۂ ملبوس خاص مع جیغہ و سرپیچ و ماہی مراتب و پالکی جھالردار عطا ہوئے۔

نواب والا جاہ بہادر نے ۱۲۱۰ھ ہجری مطابق ۱۷۹۵ء میں انتقال فرمایا۔ ان کے بعد آپ مسند آرائے کرناٹک ہوئے۔

جناب ممتاز کا ذکر کسی تذکرے میں نہیں ہے۔ جو کچھ یہاں تحریر

ہوا ہے تزک والا جاہی سے مختصراً لیا گیا ہے۔ آپ کے قلمی دیوان سے ذیل کے منتخب اشعار درج کئے جاتے ہیں:

یارب! یہ تماشا ہے عجب بوالعجبی کا
اُمّی ہے مُدرّس ترے علمِ وہبی کا

لختِ دل منہ سے نکلتے ہیں ابھی بات کے ساتھ
پوچھ مت رازِ صبا! غنچہ کی خاموشی کا

تدبیر سے وہ مٹ نہیں سکتا ہے زینہار
جو کچھ قلم نے دفترِ تقدیر پر لکھا

جسمِ آدم تین عنصر سے نہیں حاصل ہوا
آگ جب دل میں پڑی تب آدمی کامل ہوا

خلقتِ انساں کے آگے سہو ہے عاشق کا ظہور
جب لگے آدم بنانے کو تو پہلے دل ہوا

ہے خارِ پا مجھے انگشتِ راہبر، اے خضرؑ
نہیں ہوں تجھ سے میں محتاج رہنمائی کا

ہے اپنے دل میں عشق رخِ گل عذار کا
باندھا ہے ہم نے گانٹھ میں موسم بہار کا

مے مدرسے میں خوار ہے، مے خانے میں کتنا
حرمت کہیں کسو کی نہیں قدرداں سے دور

سجدہ کروں بہ نقشِ قدم پاؤں جس طرف
تیری ہے یہ نماز، خدا کی جدا نماز
بحرِ کرم کا جوش نہیں منحصر بہ زہد
کیا چیز ہم ہیں، اور ہماری ہے کیا نماز

نامہ بر آگاہ جب ہووے تو نامہ کیا ضرور
نامۂ حق تھا پیمبرؐ کو زبانِ جبرئیل

دل جو کہتا ہے سو کرتا ہوں، ملامت نہ کرو
ساتھ میں مرشدِ کامل کو لئے پھرتا ہوں

دوست ہوتا ہے جہاں میں ایک جیوں ذاتِ خدا وہ تو ناداں ہیں جو کرتے ہیں شمارِ دوستاں

مجھ سے نہ رکھیو کوہ کنی کی کبھی امید میں حالِ بے وفائی شیریں شنیدہ ہوں

شراب خواری کو شیخ اس سوا پناہ نہیں نمک ملا کے پیوے تو کچھ گناہ نہیں

جب سے آدم کو کیا ابلیس بے جرم آشنا آدمی تب سے گنہ کرنے میں بے تقصیر ہے

جان کر اپنے کو ناداں بننا ناممتاز یہ ہی اک وقت میں اک طرح کی دانائی ہے

شیخ کو تقوے عوض باغِ ارم چاہئے یہاں تو خداوند کا فضل و کرم چاہئے

شراب ہو چکی، مینا میں مے سے بو نہ گئی ہمارے دل سے جوانی کی آرزو نہ گئی
اسے بھی لے کے ڈبونا تھا خضرؑ اپنے ساتھ بھلا ہوا کہ سکندر کی آبرو نہ گئی

اے دل! وہ خیرِ محض ہے اس سے نہ ہو بدی دوزخ سے تو نہ ڈر یہ ڈرانے کی بات ہے

ہیں مری نظروں میں یکساں اس چمن کے خوب و زشت
چشمِ وحدت بیں میں جیسا گل ہے ویسا خار ہے

گفتگوی حشر کا یا رب کہاں ہم کو دماغ کاغذِ تصویرِ جاناں نامۂ اعمال ہے

ہے چشمِ آئینہ کا ہنر عیب دیکھنا ممتاز اپنی آنکھ بہت عیب پوش ہے

خدا سے بھی جو زباں پر سوال آتا ہے تو چہرے پر عرقِ انفعال آتا ہے

یا خدا، بندہ سے بھی بندہ کو ٹک ڈر چاہیئے　　بدترینِ خلق دنیا میں دلِ بے باک ہے

نہ اُٹھ سکا تری چھاتی سے یہ پہاڑ آخر　　ہیں یونتا نہ تھا فرہاد کام بھاری ہے

اکیلے جینا بھی اے خضرؑ! کچھ رکھے ہے مزہ　　یہ زندگی ہے تری یا نفس شماری ہے!

نسبت نازک ہے ان دونوں میں اے ممتازِ جاں　　انتہائے دشمنی ہے ابتدائے دوستی

برنگ سرو جو آزاد ہو رہا ہو اُسے　　زمیں نہالی ہے اور آسماں رضائی ہے
نشانہ سنگِ بلا کا ہے میوہ دار درخت　　بھلائی کا ثمر اِس باغ میں بُرائی ہے

جمع میں افراد ہیں خود جمع فرد　　جو ہے تیرا شاہد توحید ہے

ظاہر ہے چشم اہلِ بصیرت میں اب تلک　　لیلیٰ کی شکل قیس کی سنگ مزار ہے

بسمل جو کرے ہماری تقلید　　بے تابیِ دل کہاں سے لائے

جو سمجھے غنچۂ دل اپنی آہ سرد کی قدر　　نسیم صبح سے پھر ہرگز التجا نہ کرے

بدنام بُت پرستی سے کرتا ہے کیوں مجھے　　اے شیخ! تیرا سبحہ بھی زنّار دار ہے

سجدہ کرتے ہیں آدمی کو ملک　　بندگی میں ہمیں خدائی ہے

غم کو فرہاد، عیش کو پرویز　　یہ خدائی کا کارخانہ ہے
دل کا لے درد نام مت لینا　　میرے صاحب کا یہ ٹھکانہ ہے

امتحاں یہ خدا کا ہے ایوب عشق کا زور آزمانا ہے

حق سے ممتاز کو ہے نظمِ امورِ عالم نظمِ اشعار سے ہو کیونکہ سروکار مجھے ؟

کہتے ہیں کہ یوسفؑ کو زلیخا نے لیا مول معشوق جو بکتے ہوں تو ہم کو بھی دلائے!

جناب ممتاز نے سات برس حکومت کرنے کے بعد پچپن سال کی عمر میں ۳۰ ربیع الاول ۱۲۱۶ھ ہجری مطابق ۱۸۰۱ء کو وفات پائی۔

نادر

نادر تخلص ہے۔ نام، ولدیت، مولد اور سال ولادت معلوم نہوا۔

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب، نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ ہجری) کے عہد کے شاعر اور آپ کی سرکار میں ملازم تھے۔ فنِ شاعری میں شاہزادہ مرزا علی بخت اظفری تیموری گورگانی سے تلمذ تھا۔

۱۲۲۹ھ ہجری میں نواب رحمت مآب کے زمانۂ ریاست میں نادر نے ایک مثنوی رشکِ قمر و مہ جبین لکھی تھی۔ اُس میں نواب موصوف کی، نواب بیگم صاحبہ اور آپ کے دونوں فرزند، نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب اور نواب عظیم جاہ بہادر غفران مآب کی تعریف کی ہے اور اپنی فلاکت و خستہ حالی کا اظہار کر کے نواب صاحب اور نواب بیگم صاحبہ سے شاہانہ امداد طلب کی ہے۔ نیز اُس وقت جو علما، مشائخ، امرا اور شعرا موجود تھے اُن میں سے بعضوں کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی کے چند اشعار بطور نمونہ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

حمد

عجب صانعِ کارپرداز ہے بری عقل سے اس کا ہر راز ہے
حنا کو رکھا برگ کے رنگ میں دکھا لعل کو شیشۂ سنگ میں

مناجات

مری دو جہاں میں تو رکھ آبرو | رہوں سُرخ رو سب کے تا روبرو
مجھے خضرؑ کا کر تو قائم مقام | رہوں آبِ حیواں سا دایم مدام
چمن سے جہاں کے مجھے دے ثمر | مجھے بحرِ مقصد سے کر بہرہ ور
مری مثنوی کو تو گلزار کر | تو بلبل سا ہر دل گرفتار کر

نعت

ادب سے یہاں آ، ارے ساقیا! | درود اور صلوات کہہ جا بجا
صراحی بنا گل کی، غنچہ کا جام | شراب طہورا سے ہے مجھ کو کام
کہ جس نشہ سے مجھ کو ایسا ہو جوش | کروں یاد احمدؐ سے ہر دم خروش
کلیدِ خزانہ ہے اسرار کا | وہ دیوان ہے حق کے دربار کا
وہ ہے سرورِ لشکر انبیا | وہ ہے شاہِ اقلیم ہر دوسرا
وہی بیخ ہے اور شاخاں ہیں گل | اسی باغِ عظمت کے سب ہیں گے گُل

ملک العلما مولانا عبد العلی بحر العلوم قدّس سرہٗ کا ذکر:

جو مولانا عبد العلی تھے وہاں | صفت اُن کی کرتے تھے کرّوبیاں
وہ مجذوب و سالک کا تھا پیشوا | وہ گم راہ و فاسق کا تھا رہ نما

مدح نواب

کروں یوسفِ حسن کا کیا بیاں | بیاں لا بیاں ہے، اے کنعانیاں!
کروں حسن کو اُس کے گر کچھ رقم | تو معشوق دل ہووے میرا قلم
جو چہرہ کا سایہ تھا اُس شاہ کا | وہ داغ جگر ہو گیا ماہ کا
تھی یوں ریش چہرہ پہ نوّاب کے | گویا ہالہ تھا گرد مہتاب کے

در شکایت فلک

اے صیّاد دورِ فلک بد گہر! | قفس سے مجھے غم کے آزاد کر
تھا میں عیش کے پھول سے یار غار | ہوں اب خار غم سے بہت خوار زار
ہے لالہ سا اِس غم سے دل داغ داغ | مجھے چھوڑ، تا میں رہوں باغ باغ
کسی پر ستم یوں ہوا ہے کہیں، | ہے یہ بے مناسب، مناسب نہیں
مجھے قید کرنا ستم ہے ستم | مرے حال پر تو کرم کر، کرم،

اشعار متفرق

مجھے عید یاد آئی یادش بخیر! نہایت خوشی لائی، یادش بخیر!

وہی ہے شجاعت کے گلشن کا گل وہی ہیگا انگور بخشش کا مل

نہ اس کو تھی دختر نہ فرزند تھا کمال اس کا وہ آرزومند تھا

ہیں باغ جہاں میں ہوں بس خوار تر تنا ور شجر ہوں، مگر بے ثمر

سخاوت سے بر آوے مقصد تمام سخاوت سے حل ہووے مشکل کا کام

دعائے فقیراں ہے رحم خدا قدم ان کا کرتا ہے ردِّ بلا

یہ شیشہ کو اور جام کو توڑ تک خدا واسطے، تو یہاں سے سٹک

ارے ساقی! امید کا جام دے دلا رام مے سے تو آرام دے

یہ نہیں معلوم ہوا کہ نادر نے وفات کب پائی۔

باب سوم

وہ فارسی گو ایرانی شعرا جو شمالی ہند سے دکن آئے اور چند روز مقیم رہ کر واپس چلے گئے

فکری

فکری تخلص۔ مُلّا رازی عرف ہے۔ پورا نام، ولدیت، مولد اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

عالم متبحّر، ادیب فاضل، شاعر و نثار کامل تھے۔ خوش خُلقی اور فیاضی میں مشہور بھی تھے۔

انھوں نے شاہ طہماسپ صفوی، شاہ ایران، کی مدح میں بہت سے قصائد لکھے اور گراں بہا عطیات پائے۔ ایران سے احمد نگر پہنچے۔ شاہ طاہر کے ذریعے جو برہان نظام شاہ اول والی احمد نگر (۹۱۴ تا ۹۶۱ ہجری)، کے مقرّب تھے۔ اور جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے بڑی دولت و عزّت حاصل کی۔ دربار بیجاپور اور گولکنڈہ میں باریابی کا شرف پایا۔ وہاں کے تاجداروں نے بھی انھیں مالا مال کر دیا۔ کئی ہزار ہون لے کر اپنے وطن کو واپس ہوئے۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

رُخصت گُل گُل شُد از مے، ترکِ سیر باغ و بُستاں کُن
بہ گیر آئینہ در دست و تماشائے گلستاں کُن

نمی گویم دلم را خوں مکن، یا جاں مکاہ از غم
دل و جانم فدایت ہرچہ می خواہد دلت آں کن

یہ نہیں معلوم ہوا کہ فکری نے کب انتقال کیا۔

مسیح کاشی

مسیح تخلص۔ رکن الدین نام۔ فرزند حکیم نظام الدین کاشانی۔ کاشان مولد۔ سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

مسیح نے کاشان ہی میں تربیت پائی۔ طب، فلسفہ اور شاعری، میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

ابتدا میں شاہ عباس صفوی کے مصاحب تھے۔ بادشاہ ان پر اتنا مہربان تھا کہ دو مرتبہ بہ نفس نفیس ان کے مکان پر گیا۔ رفتہ رفتہ حاسدوں نے بادشاہ کا دل اِن سے پھیر دیا۔ بادشاہ کی یہ بے رخی انھیں گوارا نہ ہوی مجبوراً وطن کو خیرباد کہدیا اور چلتے ہوے یہ شعر کہا:

گر فلک یک صبح دم با من گراں باشد سرش
شام بیروں می روم چوں آفتاب از کشورش

ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کی علم دوستی و قدر افزائی کا ڈنکا بج رہا تھا۔ مسیح ہندوستان پہنچے اور کسی طرح بارگاہِ شاہی میں باریابی حاصل کی۔ بادشاہ نے از راہِ قدر افزائی اتنا انعام و اکرام دیا کہ فارغ البال ہوگئے۔ جہانگیر تخت پر بیٹھے تو مسیح کی اتنی قدر بڑھی کہ دربار کے حاضر باش ہو گئے۔

لیکن نہ معلوم پھر کیا افتاد پڑی کہ پایہ تخت سے الہ آباد چلے آئے۔ چند روز کے قیام کے بعد حیدرآباد دکن پہنچے۔ یہاں کے قیام میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ مسیح کو سخت محجوب ہونا پڑا۔

ایک دن میر محمدؒ مؤمن استرآبادی، وکیل السلطنت سلطان محمدؒ قلی قطب شاہ (۹۸۹ھ تا ۱۰۲۰ھ ہجری) مسیح سے ملنے آئے۔ رخصت

کے وقت منیح نے ان پر گلاب پاشی کرنی چاہیے۔ مگر غلطی سے گلاب کے بجائے شراب کا شیشہ ان پر ڈال دیا۔ وکیل السلطنت اس کو مسیح کی شرارت پر محمول کرکے آگ بگولا ہوگئے۔ مسیح کو سخت انفعال ہوا وہ فوراً حیدر آباد کو چھوڑ کر بیجاپور چلے گئے۔ وہاں بھی قسمت نے یاوری نہ کی۔ مجبوراً جہانگیر کے لشکر کی طرف رخ کیا اور مہابت خاں کی ملازمت اختیار کرلی۔

۱۰۳۷ھ ہجری میں شاہ جہان تخت نشین ہوئے تو مسیح نے ایک قطعہ تاریخ پیش کیا اور بارہ ہزار روپیہ انعام پایا۔ اس قطعہ کے دو شعر یہ ہیں:

بادشاہِ زمانہ شاہِ جہاں خرم وشاد وکامراں باشد
بہر سال جلوس او گفتم درجہاں بادتا جہاں باشد

اس قطعہ نے پھر مسیح کو شاہِ جہاں کا درباری بنا دیا۔

بوڑھے ہونے کے بعد بادشاہ سے مشہد مقدس جانے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے پانچ ہزار روپیہ نقد اور ایک خلعت عطا فرما کر اجازت دی۔

مسیح حج و زیارت سے مشرّف ہوکر مشہد مقدّس گئے وہاں سے اپنے وطن کاشان میں چند روز آرام کرکے شاہ صفی سے ملنے کے لئے اصفہان گئے۔ مگر بادشاہ کو اپنی طرف متوّجہ نہ پاکر شیراز چلے گئے اور مدّت دراز تک وہیں مقیم رہے۔

مسیح بڑے پایہ کے شاعر تھے۔ ان کا کلیات ایک لاکھ اشعار کا حامل ہے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد مرزا صائب تبریزی نے اِس کلیات میں سے انتخاب کرکے سات ہزار اشعار کا مختصر دیوان ترتیب دیا۔

منتخب کلام کا انداز یہ ہے:

راست می گویم کہ جرم چشم نمناکِ من است گر بپائے عاشقاں خارے دریں صحرا خلید

گر سپیدی در خط مشکیں یار آمد چہ غم　　بیشتر دارد بہا ہر گہ شود عنبر سفید

چنیں خواندست ہر صاحب سوادے از جبین من　　کہ گرد دل بر توئی آخر نہ دل ماند نہ دین من

اے دل بیکار! آخر غمگسار من توئی　　ہم چراغ خانہ، ہم شمع مزار من توئی

در بزم عاشقاں چو بر آرم ز سینہ آہ　　چوں ہیزمے کہ دود کند دور م افگند

مسیح نے ۱۰۶۶ھ ہجری بمقام کاشان حیات مستعار کو خیر باد کہا۔ کسی شاعر نے تاریخ وفات کہی " رفت بسوئے فلک باز مسیح دوم"
۱۰۶۶

فقیر

فقیر تخلص۔ میر شمس الدین نام۔ عباسی نسب۔ والد کا نام نہ معلوم ہوا۔ شاہ جہاں آباد مولد اور ۱۱۱۵ھ ہجری سال ولادت ہے۔

فقیر نے اپنے زمانے کے علما سے تحصیل علم کی۔ عالم جیّد اور فاضل متبحّر تھے۔

۱۱۴۱ھ ہجری میں لباس فقر پہن کر اپنا تخلص فقیر قرار دیا۔ مدّتوں دہلی میں اپنے خوان علم سے طلبہ کو بہرہ اندوز کرتے رہے۔ پھر لکھنؤ گئے اور وہاں سے ۱۱۸۰ھ ہجری میں اورنگ آباد پہنچے۔ سال بھر کے قریب یہاں مقیم رہ کر ۶ محرم ۱۱۸۱ھ ہجری کو سورت، اور وہاں سے بہ عزم بیت اللہ شریف جہاز میں روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ سے بصرے گئے اور وہاں سے کشتی میں سوار ہو کر ہندوستان آرہے تھے کہ راستے میں کشتی ڈوبی، فقیر بھی بحر فنا کے گھاٹ اُتر گئے۔

آپ کا شمار بڑے اچھے شاعروں میں ہے۔ اشعار کا یہ نمونہ ہے:

یار نشناخت قدر دل بے کینۂ ما　　کاش می دید رخ خویش در آئینۂ ما

برائے نازنینے می کشم نازِ جہانے را | بہ بوئے یوسفے گیرم سرِ راہ کاروانے را

جُدا از روئے تو اے مہ! ستارہ می شمریم | شبِ فراق تو از بہرِ ماست روزِ حساب

من نہ از خود می روم دنبال او | سایہ را سر گشتہ دارد آفتاب

مرشدِ اہلِ سخن را جز صفائے سینہ نیست | درس طوطی را کتابے بہتر از آئینہ نیست

در مقابل چشم گریاں تا جمالِ یار داشت | کاروانِ گریۂ من یوسفے در بار داشت

فقیر را ز سعادت ہمیں قدر کافی است | کہ منتّتے بہ سرش سایۂ ہما نہ گزاشت

جام مئے نیست کہ از دست تو شد قسمتِ غیر | کشتیِ ماست کہ در کام نہنگ آمدہ است

بر سر ہمائے وصل نیفگند سایۂ | در کوئے او فقیر شکست استخواں عبث

فقیر کے انتقال کا واقعہ ۱۱۸۳ھ ہجری میں پیش آیا۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے وفات کی یہ تاریخ لکھی:

رفت از عالم سخنور شیریں ہائے | خوابید بہ خاک شاعر رنگیں ہائے

آزاد نوشت مصرعِ تاریخش | گو "آہ فقیر میر شمس الدیں ہائے"

۱۱۸۳

عاقل

عاقل تخلص۔ محمد عاقل خاں نام۔ ہنرور خاں خطاب۔ دہلی مولد ہے۔ تاریخ تولد معلوم نہیں ہوئی دہلی کے علما اور فضلا سے تحصیل علم کی۔ اس سے فارغ

ہوکر بادشاہی منصب پایا۔ اسی زمانے میں نواب آصف جاہ سے شرف ملازمت حاصل کیا۔ جو بعد میں شاہِ دہلی کے وزیر ہوئے۔ نواب نے قدر افزائی فرمائی۔ نواب کی مدّاحی کرتے رہتے تھے۔ ۱۱۲۴ھ ہجری میں فرخ سیر بادشاہ ہوئے اور نواب آصف جاہ کو اورنگ آباد کی صوبہ داری ملی۔ عاقل بھی ان کے ہمراہ اورنگ آباد آگئے۔ اور فراش خانہ وغیرہ کے داروغہ مقرر کئے گئے۔ جب عاقل بوڑھے ہوگئے تو نواب نے انھیں اپنی جاگیرات واقع دہلی کے محاصل کے خزانے کا داروغہ بناکر دہلی بھیج دیا۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

ہیچ کس یارب! اسیرِ جذبۂ الفت مباد
مرغِ دست آموز در پرواز ہم آزاد نیست

کدام تشنہ جگر گرم جاں فشانی بود
کہ آب جدول شمشیر در روانی بود

فیضِ آب دیدہ نتواں یافت در آبِ وضو
کاشکے زاہد بہ جائے ریش مژگاں تر کند

سرمہ بودم نالہ گشتم نکہتِ گلہا شدم
عشق می داند بہ نیرنگی کہ من رسوا شدم

چیست مطلب از گذارم کوزہ سازِ عشق را
سنگ بودم، آب گشتم، سوختم، مینا شدم

چو راہب بہ بت خانہ بیدار بودن
ازاں بہ کہ در کعبہ خوابیدہ باشی

عاقل نے ایک روایت کے موافق ۱۲۰۰ھ ہجری میں اور بقول مؤلف محبوب الزمن ۱۱۹۵ھ ہجری میں قضا کی۔

تمت